مشروع اور ممنوع

وسیلہ کی حقیقت

از افادات

علامہ شیخ محمد نسیب الرفاعی

ترجمہ وتلخیص

مختار احمد ندوی

LIBRARY
JAMIA HAMDARD
U32675

الدار السلفیہ

EmaanLibrary.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشروع اور ممنوع

وسیلہ کی حقیقت

از افادات

علامہ شیخ محمد نسیب الرفاعی

مقدمہ

علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی

ترجمہ و تلخیص

مختار احمد ندوی

★

ناشر

الدار السلفیہ

حامد بلڈنگ، مومن پورہ، مولانا آزاد روڈ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۱۱

EmaanLibrary.com

32675
LIBRARY
JAMIA HAMDARD
U32675

ھدیۂ خلوص

Instt. of Islamic Studies
LIBRARY
New Delhi-62
21 JUL 1986

ہر حق پسند کی خدمت میں

جو

خواہشِ نفس اور تعصب سے الگ ہو کر

صرف دلیل سے

حق کا طالب ہے

از

مؤلف، ومترجم

297.2
N26ω

EmaanLibrary.com

فہرست مضامین

عرض ناشر ۱۲
توسل انواع اور احکام از علامہ محمد ناصر الدین الالبانی ۲۰
مقدمہ ۶۷
وسیلہ کا لغوی اور شرعی معنیٰ ۷۵
آیت وابتغوا الیہ الوسیلہ کی تشریح ۷۵
آیات وسیلہ کا تاریخی پس منظر ۷۷
ایک مثال ۷۷
دعوتِ فکر ۷۸
وسیلہ کی قسمیں ۔ مشروع اور ممنوع ۷۹
شرعی وسیلہ کی تعریف ۷۹
مشروع وسیلہ کی تین قسمیں ۷۹
مشروع وسیلہ کی پہلی قسم ۸۰
اللہ کے اسماء حسنیٰ اور ان کی صفاتِ عالیہ کا وسیلہ ۸۱
اور اس کے دلائل قرآن کی روشنی میں ۔ ۸۱
پہلی دلیل ۔ وللہ الاسماء الحسنیٰ ۔ ۸۱

EmaanLibrary.com

امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ۸۲
دوسری دلیل ۸۲
ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔ ربنا انك تعلم ما نخفی وما نعلن ۸۲
تیسری دلیل۔ دعاء ابراہیمی ۸۴
اسماء وصفات وذات الٰہی کا وسیلہ
احادیث کی روشنی میں ۸۶
پہلی حدیث۔ اللّٰھم انی اسئلك بانی اشھد انك انت اللہ ۸۶
دوسری حدیث۔ اللھم انی اسئلك بان لك الحمد ۸۷
تیسری حدیث۔ دعاء استفتاح اللھم رب جبرائیل ومیکائیل ۸۸
چوتھی حدیث۔ دعاء النوم ۸۹
پانچویں حدیث۔ قرآن کا وسیلہ ۹۱
مشروع وسیلہ کی دوسری قسم
اعمالِ صالحہ کا وسیلہ
قرآنی دلائل ۹۵
پہلی دلیل۔ "الفاتحہ" ۹۵
دوسری دلیل۔ آدم علیہ السلام کا اعترافِ قصور، ندامت ودعا ۹۸
تیسری دلیل۔ تعمیرِ بیت اللہ کا وسیلہ ۱۰۰

EmaanLibrary.com

چوتھی دلیل ۔ بیت اللہ کے قریب خاندانِ ابراہیمی کو آباد کرنیکا وسیلہ ۱۰۲
پانچویں دلیل ۔ حمد و تسبیح و استغفار کا وسیلہ ۱۰۴
چھٹی دلیل ۔ ایمان خالص کا وسیلہ ۱۰۶
ساتویں دلیل ۔ دشمن کے مقابل ثابت قدمی کا وسیلہ ۱۰۹
آٹھویں دلیل ۔ اللہ پر توکّل کا وسیلہ ۱۱۱

اعمالِ صالحہ کے وسیلہ کے دلائل

صحیح احادیث کی روشنی میں ۱۱۵
حدیث کی شرعی حیثیت ۱۱۶
علامہ ابن قیم کا بیان ۱۱۶
پہلی دلیل ۔ نماز تہجد کی نورانی دعا ۱۱۸
دوسری دلیل ۔ سید الاستغفار ۱۲۱
تیسری دلیل ۔ غار والوں کا قصّہ ۱۲۲
چوتھی دلیل ۔ سونے کے وقت کی دعا کا وسیلہ ۱۲۷
پانچویں دلیل ۔ اعمال صالحہ کا وسیلہ صحابۂ کرام کے عمل کی روشنی میں ۱۲۹
حضرت عبداللہ بن مسعود رض کا عمل: ۱۲۹
حضرت انس رض بن مالک کا عمل ۱۳۰

EmaanLibrary.com

مشروع وسیلہ کی تیسری قسم (قرآن کی روشنی میں) ۱۳۳

مومن کی دعا کا وسیلہ ۱۳۳

پہلی دلیل ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کا وسیلہ ۱۳۵

ایک غلط فہمی کا ازالہ ۱۳۷

دوسری دلیل ۔ برادرانِ یوسف کا اپنے والد کی دعا کو وسیلہ بنانا ۱۳۸

تیسری دلیل ۔ مومن کی دعا کا وسیلہ ۱۴۱

چوتھی دلیل ۔ ملائکہ مقربین کی دعا کا وسیلہ ۱۴۴

پانچویں دلیل ۔ اہلِ ایمان کی غائبانہ دعا کا وسیلہ ۱۴۶

مومن کی دعا کا وسیلہ

صحیح احادیث کی روشنی میں ۱۴۸

پہلی دلیل ۔ اذان کے بعد کی دعا ۱۴۹

دوسری دلیل ۔ حضرت عمرؓ سے دعا کی فرمائش ۱۵۲

تیسری دلیل ۔ حدیث عکاشہؓ ۱۵۴

چوتھی دلیل ۔ حدیث الاعمیٰ ۱۵۷

پانچویں دلیل ۔ دعاءِ استسقاء ۱۵۹

چھٹی دلیل ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ نے آپ کا وسیلہ ترک کر دیا۔ ۱۶۳

EmaanLibrary.com

ساتویں دلیل ۔ حاجی کی دعا کا وسیلہ ۱۶۷

ممنوع وسیلہ کا بیان ۱۶۹

ممنوع وسیلہ کی تعریف ۱۷۱

ممنوع وسیلہ کا حکم ۱۷۱

ممنوع وسیلہ کی اقسام ۱۷۲

ممنوع وسیلہ کی پہلی قسم ۔ کسی شخص و ذات کا وسیلہ ۱۷۶

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ کا ارشاد ۱۷۷

امام ابو حنیفہؒ کا ارشاد ۱۷۹

ابنِ عربیؒ کا قول ۱۷۹

ممنوع وسیلہ کی دوسری قسم

اللہ کے یہاں کسی کے مرتبہ یا حق یا حرمت وغیرہ کا وسیلہ چاہنا ۱۸۰

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا ۱۸۲

شارح عقیدۂ طحاویہ کا بیان ۱۸۳

ممنوع وسیلہ کی تیسری قسم

اللہ پر صاحب وسیلہ کی قسم کھانا ۱۸۴

قائلین ممنوع وسیلہ کے دلائل

قائلین ممنوع وسیلہ کے دلائل کا تحقیقی جواب ۱۹۰

EmaanLibrary.com

پہلی آیت ۲۰۶

دوسری آیت ۲۰۸

تیسری آیت ۲۱۰

آیات واحادیث سے بے محل استدلال اور اس کا جواب ۲۱۵

اللھم بحق السائلین کا جواب ۲۱۷

حضرت آدم علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے
سے دعا مانگنے کا جواب ۲۲۱

لولا محمّد ماخلقتك ۲۲۶

اس حدیث کی سند پر بحث ۲۲۸

۳۔ امام مالک اور ابوجعفر المنصور کا واقعہ ۲۲۹

اس قصے کی سند پر بحث ۲۳۲

۴۔ حدیث فاطمہ بنتِ اسد ۲۳۴

۵۔ اندھے کا قصّہ ۲۳۶

۶۔ حضرت عثمانؓ اور ایک حاجتمند کا واقعہ ۲۳۹

۷۔ حدیث توسّلوا بجاھی ۲۴۳

۸۔ اذا اعیتکم الامور ۲۴۷

۹۔ حدیث استسقاء بلال بن حارث ۲۴۹

EmaanLibrary.com

مُردوں سے خطاب ۲۵۱
کیا مُردے سنتے ہیں ؟ ۲۵۲
خواب کی دینی حیثیت ۲۵۲
صحابی کی شرعی حیثیت ۲۵۳
نامعلوم شخص کا اِجتہاد ۲۵۴
سندِ حدیث پر بحث ۲۵۴
۱۰ حضرت عباس رضؓ سے دعاء استسقاء کی درخواست ۲۵۵
۱۱ حدیث عام الفتق ۲۶۲
اس حدیث کے متن پر غور ۲۶۲
اس حدیث کی سند پر بحث ۲۶۶
۱۲ حدیث توسل الاعرابی ۲۶۸
اس حدیث کی سند پر بحث ۲۷۶
دوسری روایت حدیث العتبی ۲۷۷
اس حدیث کی سند پر بحث ۲۸۸
تیسری روایت ۲۸۳
۱۳ عتق کی روایت ۲۸۵
روایت کی سند پر بحث ۲۹۲

EmaanLibrary.com

۱۴ء دیہاتی کے اشعار ۲۹۳
متن حدیث پر بحث ۲۹۳
اس حدیث کی سند پر بحث ۲۹۷
۱۵ء حدیث الاعرابی ۲۹۸
تشریح وجوب ۲۹۸
۱۶ء حدیث سواد بن قارب ۳۰۰
متن حدیث پر غور ۳۰۰
حدیث کی سند پر بحث ۳۰۳
۱۷ء حدیث اللھم جبرائیل ومیکائیل ۳۰۴
۱۸ء حدیث لولا عباد رکع ۳۰۷
۱۹ء حدیث السؤال بمحمدؐ والانبیاء ۳۰۹
متن حدیث پر غور ۳۰۹
اس حدیث کی سند پر بحث ۳۱۱
۲۰ء حدیث دعاء حفظ القرآن ۳۱۳
متن حدیث پر غور ۳۱۳
۲۱ء حدیث استفتاح الیہود ۳۱۵
متن حدیث پر بحث ۳۱۵

EmaanLibrary.com

۲۲ے حدیث "انا فاعل"	۳۱۹
۲۳ے حضرت صفیہؓ کا مرثیہ	۳۲۲
اس مرثیہ کی روایت پر بحث	۳۲۲
اس روایت کی سند پر بحث	۳۲۴
۲۴ے امام ترمذیؒ کا خواب	۳۲۵
۲۵ے امام شافعیؒ اور آلِ بیت کا وسیلہ	۳۲۸
۲۶ے امام ابوحنیفہؒ کا وسیلہ	۳۳۰
اس روایت کے متن پر غور	۳۳۰
قبر پرستی اور وسیلہ اولیاء اللہ کی بابت شیخ حسن مامون مفتی الدیار المصریہ کا سرکاری فتویٰ	۳۳۳
خاتمہ	۳۳۶

سلسلۂ مطبوعات الدار السلفیہ نمبر ۴
جملہ حقوق بحقِ مترجم و ناشر محفوظ ہیں ؎

EmaanLibrary.com

عرضِ ناشر

مسئلہ آخرت کا ہو یا دنیا کا انسان "وسیلہ" کا محتاج ہے وسیلہ زندگی کی ایک بنیادی ضرورت ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف ہر حقیقت پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو وسیلہ کا حکم دیا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور
وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ	اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور
وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ	اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم
تُفْلِحُوْنَ ۞ (المائدہ ۳۵)	کامیاب ہو جاؤ ۞

ان سطروں کو پڑھتے ہی وہ حضرات جو بد نصیبی سے وسیلہ ہی کے بیوپاری ہیں اور جن کا دھندہ ہی وسیلہ کا کاروبار بن گیا ہے ان کی باچھیں کھل گئی ہوں گی اور وہ اپنی خانقاہوں اور مزاروں کے قبّوں سے نکل کر یہ ڈھول پیٹتے ہوں گے کہ لو ایک "سلفی" بھی وسیلہ کی تبلیغ کر رہا ہے۔

لہٰذا ــــ ٹھہریئے آپ نے اکبر الہ آبادی مرحوم کا یہ واقعہ سنا ہوگا کہ زاہدانِ خشک کی ایک مجلس میں انہوں نے جب اپنے شعر کا یہ پہلا مصرعہ پیش کیا

EmaanLibrary.com

"قرآن یہ کہتا ہے خدا حُسن سے خوش ہے" تو کتنوں کی جبینِ تقدس پر شکن پڑ گئی
کہ بھلا قرآن کو مسائلِ حسن سے کیا تعلق؟ لیکن جب دوسرا مصرعہ
"کس حسن سے یہ بھی تو سنو حسنِ عمل سے" پڑھ کر شعر پورا کیا تو مجلس کا رنگ ہی بدل گیا۔

آج بھی معاملہ بالکل یہی ہے، لوگ کسی موحّد اور متبعِ کتاب وسنّت سے
وسیلہ کا لفظ سنتے ہی اچھل پڑتے ہیں کہ لو یہ بھی وسیلہ کے قائل ہیں لیکن جب
ان کے خود ساختہ وسیلہ کا پوسٹ مارٹم کر کے وسیلہ کی تحقیق اور شرعی شکل قرآن و
احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں ان کے سامنے پیش کر دی جاتی ہے تو منہ بگاڑ لیتے ہیں
اور ان کے کام و دہن کا ذائقہ ہی بدل جاتا ہے۔

وسیلہ کی اہمیت کا تقاضہ ہے کہ اس کی تحقیق و تفہیم پر محنت کی جائے
اور عوام و خواص دونوں ہی کو اس کی طرف متوجہ کیا جائے کیونکہ مروجہ وسیلہ
کے خود ساختہ مفہوم نے اسلام کے عقائدِ حقّہ کی شکل وصورت ہی بدل ڈالی
ہے۔ اور تقویٰ وطہارت اوامر و نواہی کی اہمیت اور فرائض و واجبات کی
ادائیگی، سُنن و مستحبات پر مداومت کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ گئی۔

جب وسیلہ کا مفہوم ہی یہ رہ گیا کہ جو جی چاہے کر و بس کسی بزرگ کا دامن
پکڑو اور مُراد حاصل کر لو، ایک فاسق و فاجر گناہوں کے بوجھ سے لدا ہوا شرک و
بدعات کی سیاہ چادر اوڑھے ہوئے غفلت و جرائم کی بدمست زندگی گذار رہا
ہے۔ پھر بھی وہ مطمئن ہے کہ اسے کسی بزرگ کی دستگیری حاصل ہے اور کسی کے

EmaanLibrary.com

جاہ و مرتبہ کا سہارا موجود ہے۔

جب کسی کا یہ عقیدہ ہی ہو جائے کہ نجات کی کنجی فلاں بزرگ کے ہاتھ میں ہے اور شفاء و برکت کا خزانہ فلاں کے ہاتھوں تقسیم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فلاں کے بغیر نہ دعائیں سُنتا نہ بندگی تسلیم کرتا تو جب معاملہ قبول و رد کا کسی بزرگ ہی پر آکر ٹھہرا تو کون ہے جو اس عقیدے کی روشنی میں "فلاں" کو چھوڑ کر صرف اللہ واحد کی وحدانیت کا خشک نعرہ لگائے۔ جب اللہ اور بندوں کے درمیان واسطوں کا حجاب حائل ہو گیا اور "وسیلہ" کی دیوار خالق و مخلوق کے درمیان کھڑی کر دی گئی تو اب اہمیت (معاذ اللہ) نہ خالق و مالک کی رہی نہ اس کے لئے بندگی و اطاعت کی۔

اللہ رب العالمین جس کا نہ کوئی شریک ہے نہ "کفو" لیکن اس خود ساختہ رواجی وسیلوں نے (معاذ اللہ) اللہ کے ہزاروں کفو پیدا کئے اور بندگی کے جو اعمال صرف اللہ کے لئے کئے جاتے تھے وہ اصحاب وسیلہ کیلئے بھی کئے جانے لگے، قیام و رکوع، سجدہ و دعا، نداء و استعانت، خوف و رجاء غرض بندگی کے سارے مراسم بحقِ فلاں محفوظ کر دیئے گئے۔

اللہ کو خالقِ کون و مکان سب ہی مانتے ہیں موحّد و مشرک دہری اور خدا پرست کسی کو بھی مجالِ انکار نہیں، لیکن اس اقرار کے ساتھ ساتھ بندگی وہ پہلے کسی "واسطہ" "وسیلہ اور "سفارشی" ہی کی کرتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ

EmaanLibrary.com

اپنی حاکمیت و آقائیت میں (معاذ اللہ) اِتنا پابند و مجبور ہے کہ وہ وسیلوں کے بغیر کسی کی سُن ہی نہیں سکتا۔

وسیلہ کی یہ گمراہی جہالت کے روزِ اوّل ہی سے پروان چڑھ رہی ہے۔ اہلِ کتاب بھی اسی گمراہی کا شکار ہوئے اور جو صاحبِ کتاب نہیں تھے وہ "اوتار اور حیلوں کے چکر میں پھنسے حق سے محروم رہے اور مسلمانوں کی بڑی تعداد بھی اسی جاہلی پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر آخرت کی نجات اور مشکلاتِ دنیا کے حل کیلئے "بحقِ فلاں" "بجاہ فلاں" "بحرمت فلاں" کی قائل ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام جو بلاشبہ فلاح دارین کا ضامن ہے آج "شخصیات" کے گورکھ دھندوں میں پھنس کر رہ گیا ہے۔

اپنا ذاتی مشاہدہ ہے کہ ایک آسٹریلین مسیحی انجینئر مذاہب عالم کے تقابلی مطالعہ کے بعد محض اسی بنیاد پر اسلام کی حقانیت کا قائل ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں کسی وسیلہ کے بغیر براہِ راست سُنتا اور قبول کرتا ہے، اور وہ کسی واسطہ اور وسیلہ کا محتاج نہیں اور ایک عام معمولی مسلمان بھی اسکو جب چاہے "یا اللہ" کہہ کر پکارے تو وہ اپنے بندوں سے قریب ہے اور سب کی سُنتا اور قبول کرتا ہے، اسے یہ بات فطرت کے عین مطابق معلوم ہوئی اور وہ اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتا ہوا مسلمان ہو گیا۔

لیکن کچھ عرصہ بعد جب اسے ایک بڑی خانقاہ میں جانے کا اتفاق ہوا تو

EmaanLibrary.com

اس کو بتایا گیا کہ اس کا اسلام ابھی معتبر نہیں اور وہ ابھی بدستور" کافر" ہی ہے کیونکہ اب تک اس نے کسی سلسلۂ بیعت وارادت کو قبول نہیں کیا ہے اور جب تک وہ کسی کو اپنا پیر و مرشد نہ بنالیگا اور اس کی ہدایت کے مطابق کسی بزرگ کا وسیلہ نہ پکڑے گا اس کا اسلام مقبول ہوگا نہ ہی اس کی دعائیں سنی جائیں گی نہ عبادات قبول ہوگی۔ تو اس کو بڑا دھکہ لگا اور یہ کہہ کر وہ پھر مرتد ہوگیا کہ جو خدا دوسروں کے بغیر اپنے بندوں کی فریاد نہیں سُن سکتا وہ خدا کہے جانے کا مستحق نہیں اور جو دین ایسے وسیلوں کی تعلیم دیتا ہے وہ آسمانی دین نہیں۔

وسیلہ کے موضوع پر شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہؒ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مشہور رسالہ" قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ" سند کی حیثیت رکھتا ہے اس کی ہر سطر آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ لیکن علامہ مرحوم کی بھاری بھرکم علمی شخصیّت کی طرح وہ بڑا دقیق اور منطقی طرزِ استدلال کا حامل ہے۔ ضرورت تھی کہ اس اہم موضوع کو عام فہم انداز میں اس طرح پیش کیا جائے کہ وسیلہ کی حقیقت خاص وعام پر منکشف ہوجائے اور لوگ کتاب و سنّت کی روشنی میں مشروع وسیلہ کو اچھی طرح سمجھ جائیں، چونکہ ممنوع وسیلہ کی گمراہی عام طور پر عوام النّاس اور دین سے غافل لوگوں میں زیادہ پائی جاتی ہے، اس لئے اس نازک مسئلے کو دل نشین کرنے کے لئے ان کی فہم و استعداد کے مطابق آسان اور عام فہم کتاب کی ضرورت عرصہ سے محسوس

EmaanLibrary.com

کی جارہی تھی۔

خوش قسمتی سے سال گذشتہ سفرِ حج کے موقع پر علامہ شیخ محمد نسیب الرّفاعی جو حلب کے مشہور سلفی عالم اور کتاب وسنّت کے پُرجوش داعی اور مبلغ ہیں سے ملاقات کا کئی بار موقع ملا۔ علامہ موصوف نے اپنی تازہ تصنیف "التوصل الی حقیقۃ التوسل" مجھے ازراہِ محبّت ہدیۃً پیش کی۔ کتاب کا موضوع، طرزِ تحریر، ترتیب اور افادیت ہر اعتبار سے کتاب جاذب اور مرغوب خاطر ثابت ہوئی۔

چند ماہ کی محنت کے بعد جب ترجمہ وکتابت کے مراحل طے کر کے کتاب طباعت کے لئے پریس کے حوالہ کی جارہی تھی تو جامعہ اسلامیہ مدینہ کے ایک ہونہار اور صالح طالبِ علم نے محدث العصر علامہ شیخ محمد ناصر الدین البانی کی کتاب "التوسل انواعہ واحکامہ" مجھے پیش کی، علامہ موصوف کی نادرۂ روزگار شخصیت اور ان کے موجودہ علمی مقام کا تصوّر کر کے وسیلہ کے موضوع پر ان کی یہ کتاب مجھے ایک بیش بہا علمی تحفہ معلوم ہوئی، اگرچہ دونوں کتابوں کے طرزِ نگارش اور اندازِ بیاں میں بڑا نمایاں فرق ہے، لیکن یہ دونوں ہی کتابیں انتہائی قابلِ قدر اور لائقِ استفادہ ہیں، احباب و مخلصین کے مشورہ سے علامہ البانی کی کتاب کا ابتدائی ثلث حصّہ بطور مقدمہ کتاب کے شروع میں شامل کر دیا گیا تاکہ کتاب مجمع البحرین کی حیثیت سے

EmaanLibrary.com

دوگونہ مفید ثابت ہو، وسیلہ کی بابت عوام میں جو گمراہیاں پھیلی ہوئی ہیں اور جس سے عوام الناس کا عقیدہ زیر و بالا ہو چکا ہے، اس کے پیشِ نظر کتاب کی عام اور بڑی تعداد میں اشاعت کی ضرورت ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دورِ حاضر کے ان دونوں عظیم سلفی علماء کی کوششوں کو قبول فرمائے اور مترجم اور ناشر کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے اور کتاب کی اشاعت کو ہم سب کے لئے وسیلۂ نجات بنائے۔ آمین ❊

"کچھ دار السلفیہ کے بارے میں"

آج دینیات سے متعلق تحقیقی اور معیاری کتابوں کی کمی کا گلہ عام ہے قرآن کی ایسی تفسیر جو تفسیر بالرائے سے ہٹ کر احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں مرتّب کی گئی ہو عنقا ہو گئی ہے، یہی حال احادیث اور ان کے تراجم کا ہے، اکثر تراجم پر مسلکی اور فقہی حواشی لگا کر احادیث کو بھی کسی مخصوص مذہب کی ترجمان اور تائید کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے، عام دینی کتابیں بھی گروہی اور فرقہ وارانہ رجحانات کی حامل ہیں، اسی طرح مساجد اور مدارس اور تنظیمات کی طرح عام دینی کتابیں بھی دینِ خالص کی ترجمانی کے بجائے مصنّف اور ناشر کے فقہی رجحانات ہی کی علمبردار ہو کر رہ گئی ہیں۔

ایسی تنگ و تاریک فضا میں الدار السلفیہ کا قیام بڑے حوصلہ اور جرأت کا کام ہے، اور محض تائید ایزدی سے یہ ادارہ ترقی کر رہا ہے۔

EmaanLibrary.com

الدار السلفیہ کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ مسلمانوں کو گروہی عصبیت سے نکال کر کتاب وسنت کی وسیع وسیدھی شاہراہ پر گامزن کر دیا جائے۔

الحمدللہ دار السلفیہ کے قیام کا ملک اور بیرونِ ملک کے ہر طبقہ کی طرف سے خیر مقدم کیا جارہا ہے۔ "التوحید" کے بعد "الوسیلہ" کی یہ اشاعت امید ہے علمی اور دینی حلقوں میں قدر و محبت کی نظر سے دیکھی جائے گی۔

آخر میں اپنے مخدوم و مربی استاذ العلماء حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث رحمانی مدظلہ العالی کا خاص طور پر شکر گذار ہوں جن کی تربیت اور سرپرستی میں دار السلفیہ کا اشاعتی پروگرام روز بروز ترقی کے منازل طے کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ علامہ موصوف کا سایۂ علم و تربیت تا دیر ہم پر قائم رکھے اور ان کے علمی اور روحانی فیوض و برکات سے ہم سب کو استفادہ کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین الوسیلہ کا دوسرا ایڈیشن اہل علم کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے امید ہے پہلے سے زیادہ قابل قبول ہوگا۔ اور انشاء اللہ یہ نقش ثانی نقش اول سے بہتر ثابت ہوگا۔ والسلام

مختار احمد سلفی ندوی

مدیر "الدار السلفیہ" ۷، جمادی الاول ۱۳۹۷ھ

EmaanLibrary.com

توسّل

احکام اور انواع

از محدث العصر علامہ شیخ محمد ناصر الدین الالبانی

توسّل اور اس کے دینی حکم کے بارے میں لوگوں کو بڑا اضطراب و اختلاف رہا ہے۔ کچھ اس کو حلال سمجھتے ہیں اور کچھ حرام، کچھ کو بڑا غلو ہے اور کچھ متساہل ہیں۔ اور طویل صدیوں سے عام مسلمان اس کے عادی رہے ہیں کہ اپنی دعاؤں میں کچھ اس طرح کے الفاظ کہتے رہے ہیں، مثلاً:

اَللّٰھُمَّ بِحَقِّ نَبِیِّکَ اَوْ بِجَاھِہٖ اَوْ بِقَدْرِہٖ عِنْدَکَ، عَافِنِیْ وَاعْفُ عَنِّیْ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ الْبَیْتِ الْحَرَامِ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ، اَللّٰھُمَّ بِجَاہِ الْاَوْلِیَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ مِثْلَ فُلَانٍ وَفُلَانٍ، اَللّٰھُمَّ بِکَرَامَۃِ رِجَالِ اللّٰہِ عِنْدَکَ، وَبِجَاہِ مَنْ نَحْنُ فِیْ حَضْرَتِہٖ وَتَحْتَ مَدَدِہٖ

"اے اللہ! تیرے نبی کے حق کے واسطے سے یا تیرے پاس ان کے مرتبہ اور عزت کے واسطے سے، مجھ کو عافیت دے اور مجھ کو معاف فرما۔ اے اللہ، بیت الحرام کے حق کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھ کو تو بخش دے۔ اے اللہ، اولیاء اور صالحین مثلاً فلاں اور فلاں کے جاہ کے واسطے سے۔ اے اللہ، اللہ والوں کی تیرے پاس بزرگی کے واسطے سے اور ان لوگوں کے جاہ کے واسطے سے جن کی بارگاہ اور مدد کے تحت ہم ہیں،

EmaanLibrary.com

فَرِّجِ اللّٰهُمَّ عَنَّا وَعَنِ الْمَهْمُوْمِیْنَ — ہم سے اور غمزدہ لوگوں سے غم کو دور فرما۔

اَللّٰھُمَّ قَدْ بَسَطْنَا اِلَیْکَ اَکُفَّ — اے اللہ، ہم نے تیری طرف عاجزی کا ہاتھ پھیلایا

الضَّرَاعَۃِ، مُتَوَسِّلِیْنَ اِلَیْکَ — ہے وسیلہ اور شفاعت والے کو تیری بارگاہ میں

بِصَاحِبِ الْوَسِیْلَۃِ وَالشَّفَاعَۃِ — وسیلہ بنا کر کہ تو اسلام اور مسلمانوں کی

اَنْ تَنْصُرَ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْنَ۔ — مدد فرما۔ وغیرہ وغیرہ۔

لوگ اسی کو وسیلہ کہتے ہیں اور دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ یہی رائج اور مشروع ہے اور اس کے بارے میں بعض ایسی آیات اور احادیث بھی وارد ہیں جو اس کو ثابت اور مشروع کرتی ہیں بلکہ اسی وسیلہ کا حکم بھی دیتی ہیں اور ترغیب بھی۔

اور کچھ لوگوں نے تو اس وسیلہ کے مباح ہونے میں ایسا غلو کیا کہ اللہ کی بارگاہ میں اس کی بعض ایسی مخلوقات کا وسیلہ بھی جائز قرار دے دیا جن کی نہ کوئی حیثیت ہے نہ وقعت۔ مثلاً اولیاء کی قبریں، ان قبروں پر لگی ہوئی لوہے کی جالیاں، قبر کی مٹی، پتھر اور قبر کے قریب کا درخت۔ اس خیال سے کہ "بڑے کا پڑوسی بھی بڑا ہوتا ہے" اور صاحب قبر کے لئے اللہ کا اکرام قبر کو بھی پہنچتا ہے جس کی وجہ سے قبر کا وسیلہ بھی اللہ کے پاس درست ہو جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ بعض متأخرین نے تو غیر اللہ سے استغاثہ کو بھی جائز قرار دے دیا اور دعویٰ یہ کیا کہ یہ بھی وسیلہ ہے۔ حالانکہ یہ خالص شرک ہے جو توحید کی بنیاد کے خلاف ہے۔

سوال یہ ہے کہ وسیلہ ہے کیا؟ اس کے انواع کیا ہیں؟ اور اس

EmaanLibrary.com

بارے میں جو آیات و احادیث وارد ہیں ان کا معنی کیا ہے؟ اور اسلام میں وسیلہ کا صحیح حکم کیا ہے؟

توسّل لغت اور قرآن میں

توسّل لغتِ عرب میں

اصل موضوع پر تفصیلی بحث کرنے سے پہلے میں پسند کرتا ہوں کہ اس خاص سبب پر توجہ دوں جس کی بنا پر عام طور پر لوگ وسیلہ کا معنی نہیں سمجھتے اور وسیلہ کو وسعت دے دیتے ہیں اور اس میں ایسی چیزیں بھی داخل کر دیتے ہیں جو وسیلہ کے معنی میں نہیں آتیں اور ایسا محض اس لئے ہوتا ہے کہ لوگ وسیلہ کا لغوی معنی نہیں سمجھتے اور نہ اس کو اصلی دلائل سے معلوم کرتے ہیں۔

"تَوَسُّل" خالص عربی لفظ ہے جو قرآن اور سُنّت اور کلامِ عرب میں شعر و نثر دونوں ہی طرح آیا ہے اور "وسیلہ" کا مطلب ہے "مطلوب تک تقرب حاصل کرنا اور رغبت کے ساتھ اُس تک پہنچنا" (اَلنِّھَایَة)۔ "اَلْوَاسِلُ" یعنی راغب، وسیلہ یعنی "قربت اور واسطہ" اور جس کے ذریعہ کسی چیز تک پہنچا جائے اور اس کے ذریعہ قُرب حاصل کیا جائے۔ وسیلہ کی جمع وسائل ہے۔ اور فیروز آبادی نے "قاموس" میں کہا، "وَسَّلَ اِلَی اللّٰہِ تَوْسِیْلًا"، یعنی ایسا عمل کیا جس سے اس کا تقرب حاصل ہوا۔ اور ابنِ فارس نے "مُعجم المقائیس" میں لکھا ہے۔ "اَلْوَسِیْلَةُ، اَلرَّغْبَةُ وَالطَّلَبُ"

EmaanLibrary.com

وَسَّلَ کہا جاتا ہے جب آدمی کسی کی طرف رغبت کرے۔ اور "واسِل" کہتے ہیں اللہ کی طرف رغبت کرنے والے کو۔ لبید کہتا ہے ؎

اَرَی النَّاسَ لَایَدرُونَ مَاقدرُ اَمرِھِم ❊ بَلٰی، کُلُّ ذِی دِینٍ اِلَی اللہِ وَاسِلُ

میں دیکھتا ہوں کہ لوگ اپنے کام کی قدر نہیں جانتے — ہاں بیشک، ہر دیندار اللہ کی طرف راغب ہے

اور علامہ راغب اصفہانی نے "المفردات" میں کہا: اَلْوَسِیْلَۃُ، اَلتَّوَسُّلُ اِلَی الشَّیْئِ بِرَغْبَۃٍ (وسیلہ یعنی کسی چیز کی طرف رغبت کے ساتھ پہنچنا) اور یہ وصیلہ سے خاص ہے کیونکہ وہ رغبت کے معنی کو شامل ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ۔ اور وسیلہ الی اللہ کی حقیقت یہ ہے کہ "علم اور عبادت اور مکارم شریعت کی طلب کے ساتھ راہِ الٰہی کی رعایت کرنا" اور وسیلہ، قربت کی طرح ہے، اور "واسل" راغب الی اللہ کو کہتے ہیں"۔ اور علامہ ابنِ جریر نے بھی اسی معنی کو نقل کیا ہے اور اس پر شاعر کا یہ قول پیش کیا ہے ؎

اِذَا غَفَلَ الوَاشُونَ عُدنَا لِوَصلِنَا ❊ وَعَادَ التَّصَافِی بَینَنَا وَالوَسَائِلُ

جب چغلی کھانے والے غافل ہو گئے تو ہم اپنی وصل کی طرف لوٹ پڑے، اور ہمارے درمیان دوستی اور وسائل بھی لوٹے۔

اور وسیلہ کا ایک معنی یہاں اور بھی ہے اور وہ ہے "بادشاہ کے پاس مرتبہ اور درجہ اور قربت"۔ جیسا کہ حدیث میں اس کو جنت کا سب سے اعلیٰ مقام کہا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جب تم مؤذن سے سنو تو کہو جیسے مؤذن کہتا ہے پھر مجھ پر درود بھیجو۔ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا، اللہ

EmaanLibrary.com

اُس پر دس بار درُود بھیجے گا۔ پھر میرے لئے اللہ سے وسیلہ مانگو، کیونکہ وسیلہ جنت میں ایک مرتبہ ہے جو بندگانِ خدا میں سے کسی ایک بندہ کے لئے بنایا گیا ہے اور مجھے اُمید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں۔ لہٰذا جو شخص میرے لئے وسیلہ کا سوال کرے گا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو گئی"۔ (مسلم)

یہ آخری دو معنی وسیلہ کے اصلی معنی سے گہرا ربط رکھتے ہیں، لیکن وہ ہماری اس بحث میں نہیں لئے جا سکتے۔

وسیلہ کا معنی قرآن میں

توسّل کا جو معنی میں نے گذشتہ صفحات میں بیان کیا ہے لُغت میں وہی مشہور و معروف ہے اور کسی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی ہے، اور سلفِ صالح اور ائمہ تفسیر نے بھی اِن دونوں آیاتِ کریمہ میں "وسیلہ" کی تعریف یہی کی ہے۔

وہ دونوں آیتیں یہ ہیں:

١- يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوٓا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ (المائدہ-۳۵)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ"۔

٢- أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ

"یہی وہ لوگ ہیں پکارتے ہیں جو اپنے رب کی طرف

EmaanLibrary.com

اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون قریب ہے اور اس
وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے
اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا۔ ہیں بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کے قابل ہے۔"

(الاسراء - ۵۷)

پہلی آیت کی تفسیر میں امام المفسرین الحافظ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ يعني اُطْلُبُوا الْقُرْبَةَ اِلَيْهِ بِالْعَمَلِ بِمَا يُرْضِيْهِ،

(یعنی اللہ کی طرف اس عمل کے ذریعہ قربت حاصل کرو جس کو وہ پسند کرتا ہے")

اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت میں وسیلہ کا معنی "قُربت" کیا ہے، اور یہی معنی مجاہد، ابو وائل، الحسن، عبداللہ بن کثیر، سُدّی اور ابن زید وغیرہ سے بھی نقل کیا ہے۔ اور حافظ ابن کثیر نے عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اس آیت میں وسیلہ کا معنی "قُربت" ہے۔ اور قتادہ کا قول بھی نقل کیا ہے کہ وسیلہ کا مطلب ہے کہ "اللہ کی اطاعت اور اس کے پسندیدہ عمل کے ذریعہ اللہ کا قُرب حاصل کرو"۔

علامہ ابن کثیر اس کے بعد فرماتے ہیں کہ وسیلہ کا جو مفہوم ان ائمۂ تفسیر نے بیان کیا ہے اس میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، اور وسیلہ وہی ہے جس کے ذریعہ حصولِ مقصود تک پہنچا جائے۔ (تفسیر ابن کثیر۔ ۲، ۵۲، ۵۳)

رہی دوسری آیت تو صحابیِ جلیل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس کا سببِ نزول بیان کرتے ہوئے آیت کے معنی کی توضیح فرمائی ہے کہ "یہ عرب کی ایک جماعت

EmaanLibrary.com

کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو جنوں کے ایک گروہ کی عبادت کرتی تھی۔ بعد میں جن مسلمان ہو گئے اور ان بچاری انسانوں کو اس کا علم نہ ہوا۔"

اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ "یہ انسان تو جنوں کی عبادت پر قائم رہے لیکن جن خود اس کو پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ مسلمان ہو گئے تھے اور وہ خود اپنے رب کا وسیلہ تلاش کر رہے تھے۔" آیت کی یہ تفسیر سب سے معتمد ہے۔

اس تفسیر میں اس بات کی صراحت ہے کہ وسیلہ سے مراد وہ عمل ہے جس سے اللہ کا تقرب حاصل کیا جائے۔ اللہ نے اسی لئے لفظ "یَبْتَغُوْنَ" فرمایا، یعنی ایسے اعمالِ صالحہ تلاش کرتے ہیں جن سے وہ اللہ کا تقرب حاصل کر سکیں۔ نیز یہ آیت اشارہ کر رہی ہے اس عجیب و غریب معاملے کی طرف جو ہر فکرِ سلیم کے مخالف ہے کہ کچھ لوگ اپنی عبادت اور دعا کے ذریعہ اللہ کے کچھ بندوں کی طرف متوجہ ہوں، ان سے خوف کھائیں اور امید رکھیں، حالانکہ یہ عبادت گذار بندے جن کو معبود بنا دیا گیا تھا انھوں نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا اور اپنی عبودیت کا اللہ سے اقرار کیا اور ان اعمالِ صالحہ کے ذریعہ جن کو اللہ پسند کرتا ہے، اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے آپس میں مسابقت کرنے لگے اور وہ رحمتِ الٰہی کے حریص ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

خود اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اس آیت میں اُن جہلاء کی عقلوں کا مذاق اڑاتا ہے جو جنوں کے پرستار تھے اور اُن کی پرستش پر ڈٹے ہوئے تھے جبکہ یہ جن خود مخلوق ہیں اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے عبادت گذار ہیں اور ان انسانوں کی طرح کمزور و ضعیف ہیں

EmaanLibrary.com

خود اپنے لئے نفع وضرر کے مالک نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر تعجب کا اظہار فرماتا ہے کہ یہ آدم زاد اللہ واحد کی بندگی کیوں نہیں کرتے جو تنہا نفع وضرر کا مالک ہے اور اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی تقدیر ہے اور وہی تمام اشیاء کا محافظ ہے۔

صرف اعمالِ صالحہ ہی تقربِ الٰہی کا وسیلہ ہیں

نہایت عجیب بات ہے کہ بعض مدعیانِ علم نے مذکورہ بالا دونوں آیتوں سے انبیاءِ کرام کی ذات، ان کی حرمت، ان کے حق اور جاہ کے وسیلہ پر استدلال کیا ہے جبکہ یہ استدلال بالکل غلط اور دونوں آیتوں کا اس پر محمول کرنا ہرگز صحیح نہیں۔ کیونکہ شرع سے یہ ثابت نہیں کہ یہ وسیلہ مرغوب ومشروع ہے۔ اسی لئے سلفِ صالح میں سے کسی نے بھی اس استدلال کا ذکر نہیں کیا، نہ ہی کسی نے اس مذکورہ وسیلہ کو پسند کیا، بلکہ انھوں نے اس آیت سے جو کچھ بھی سمجھا بس وہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم ہر پسندیدہ عمل کے ذریعہ اور اس کی بارگاہ میں طاعت وبندگی پیش کر کے اور اس کی رضا کی تمام راہوں پر چل کر اس کا وسیلہ اور تقرب حاصل کریں۔

اور اللہ تعالیٰ نے تو دوسری آیات کے ذریعہ ہم کو تعلیم دے دی ہے کہ ہم جب بھی اللہ کا تقرب حاصل کرنا چاہیں تو اس کی جناب میں ان اعمالِ صالحہ کو پیش کریں جن کو اللہ پسند کرتا ہے اور جن سے خوش ہوتا ہے۔ پھر اللہ نے ان اعمال کو ہماری عقل اور ہمارے ذوق پر نہیں چھوڑ دیا ورنہ بڑا اختلاف واضطراب اور تضاد

EmaanLibrary.com

و تخاصم پیدا ہوتا. بلکہ اس نے ہم کو پابند کر دیا کہ اس معاملے میں ہم اسی کی طرف رُجوع کریں اور اس بارے میں اسی کے ارشاد و تعلیم کی پیروی کریں، کیونکہ اللہ کو کونسا عمل پسند ہے یہ تو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ اللہ کے قریب کرنے والے وسائل کو جاننے کے لئے ہر مسئلے میں کتاب اللہ اور سُنّتِ رسول اللہ کی طرف رُجوع ہوں۔ اسی کی تاکید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو کی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا، کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ۔

(رواہ مالک و حاکم)

"میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ تم کبھی گمراہ نہ ہوگے جب تک کہ تم ان کو مضبوط پکڑے رہوگے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سُنّت۔"

عمل کب صالح ہوتا ہے؟

کتاب و سُنّت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ عمل جب صالح مقبول ہوگا تو بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا جائے گا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس میں دو عظیم باتیں پوری طرح پائی جائیں۔

اوّل یہ کہ عمل کرنے والے کا مقصد صرف رضاءِ الٰہی کا حصول ہو۔

دوّم یہ کہ وہ اس طریقہ کے موافق ہو جو اللہ نے اپنی کتاب میں مشروع

EmaanLibrary.com

کیا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی سُنّت میں بیان کیا ہو۔

اِن شرطوں میں سے ایک شرط بھی خراب ہوئی تو وہ عمل نہ صالح ہوگا نہ مقبول۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝

"جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی آرزو رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ صالح عمل کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔"

(سورۃ الکہف - ۱۱۰)

یہاں اللہ نے یہی حکم فرمایا ہے کہ عمل صالح ہو یعنی سُنّت کے موافق ہو، پھر فرمایا کہ عمل کرنے والا صرف اللہ کے لئے وہ عمل کر رہا ہو، اس کے سوا کسی کی اس کو چاہت نہ ہو۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ مقبول عمل کے یہ دو رُکن ہیں۔ یعنی ضروری ہے کہ عمل اللہ کے لئے خالص ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق ہو۔ قاضی عیاضؒ سے بھی بالکل ایسی ہی روایت ہے۔

دُنیاوی اور شرعی وسائل

جب ہم یہ سمجھ گئے کہ وسیلہ وہ سبب ہے جو اطاعت کے ذریعہ مطلوب تک پہنچاتا ہے تو اب ہم کو جاننا چاہیے کہ وسیلہ کی دو قسم ہے:

EmaanLibrary.com

اور صلہ رحمی طولِ عمر اور وسعتِ رزق کا وسیلہ ہے۔ وغیرہ

یہ اور اس جیسے اُمور کی بابت ہم کو معلوم ہو گیا کہ یہ مقاصد اور غایات صرف شرعی طریقہ پر پورے کئے جاتے ہیں۔ سائنس یا تجربہ یا حواس سے ان کا کچھ تعلق نہیں۔ یہ بات کہ صلہ رحمی عمر کو بڑھاتا اور روزی میں وسعت پیدا کرتا ہے ہمیں اس کا علم صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے اس ارشاد سے ہوا:

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَهٗ فِیْ رِزْقِهٖ وَاَنْ یُّنْسَأَ لَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ۔ (رواہ الشیخان)

"جس کو یہ پسند ہو کہ اس کی روزی اور عمر بڑھادی جائے اس کو چاہئے کہ اپنے رشتہ دار کے ساتھ حسنِ سلوک کرے"

اور اکثر لوگ ان دونوں ہی قسم کے وسیلوں کو سمجھنے میں بڑی غلطی کرتے ہیں اور بہت ہی خراب توہمات کے شکار ہیں، اور سببِ کونی بس اسی کو سمجھتے ہیں جو کسی معیّنہ مقصد کو حاصل کرادے جبکہ معاملہ ان کے ظن کے خلاف ہوتا ہے۔ اسی طرح کبھی کسی شرعی سبب کو محض اس لئے شرعی سمجھ لیتے ہیں کہ اس سے کوئی شرعی مقصد حل ہو جاتا ہے حالانکہ حق ان کے معتقدات کے خلاف ہوتا ہے۔

ان وسائلِ باطلہ کی مثال جو بیک وقت شرعی اور کونی دونوں ہیں، وہ ہے جس کو دمشق کی "شارع النصر" پر گذرنے والا اکثر دیکھا کرتا ہے کہ کچھ لوگ اپنے سامنے چھوٹے چھوٹے ٹیبل رکھے رہتے ہیں اور اس پر ایک چھوٹا جانور جو بڑے چوہے کی طرح ہوتا ہے، بیٹھا رہتا ہے اور اس کے اس پاس چھوٹے چھوٹے کارڈ

EmaanLibrary.com

پڑے رہتے ہیں جن میں لوگوں کے نصیبوں کی امیدوں سے متعلق عبارتیں لکھی رہتی ہیں جن کو جانور کا مالک لکھے رہتا ہے یا کچھ لوگ اپنے جہل اور خواہش کے مطابق لکھائے رہتے ہیں، اور راستہ سے گذرتے ہوئے گہرے دوست آپس میں کہتے ہیں، آؤ ذرا اپنی قسمت ملاحظہ کریں۔ پھر وہ چند پیسے اس آدمی کو دیتے ہیں اور وہ اُس جانور کو ڈھکیلتا ہے کہ کوئی کارڈ اُٹھا لائے۔ جانور ایک ایک کارڈ اُٹھا کر ان کو دے دیتا ہے اور یہ اس کو پڑھ کر اپنے خیال کے مطابق اپنی قسمت کا مطالعہ کر لیتے ہیں۔

آپ اس آدمی کی عقل کی رسائی دیکھ رہے ہیں کہ وہ ایک جانور کو اپنا معلم سمجھ رہا ہے اور وہ جانور اس کی قسمت کو بتا رہا ہے اور اس کی اپنی حیثیت جو اس کی نگاہ اور علم سے غائب تھی اس کو یہ جانور بتا رہا ہے؟ اگر حقیقۃً وہ یہی سمجھ رہا ہے کہ جانور غیب جانتا ہے تو پھر جانور اس سے بہتر ہوا۔ اور اگر وہ اس پر عقیدہ نہیں رکھتا تو اس کا یہ سب فعل بیہودہ مذاق اور وقت اور مال کی بربادی ہے جس سے سمجھ دار لوگوں کو بچنا چاہئے۔ خود اس دھندے کو کرنا ہی فریب دہی، گمراہی اور لوگوں کا مال باطل طریقہ سے کھانا ہے۔

بلاشبہ لوگوں کا اس حیوان کے پاس غیب جاننے کے لئے جانا ان کے نزدیک وسیلۂ کونیہ ہے حالانکہ یہ سراسر غلط اور باطل ہے جس کو تجربہ نے غلط ثابت کر دیا ہے اور نظرِ سلیم اس کو رَد کرتی ہے۔ یہ وسیلۂ کونیہ نہیں وسیلۂ خرافیہ ہے جو جہل اور دجل کی پیداوار ہے اور یہ شرعی اعتبار سے بھی

EmaanLibrary.com

باطل ہے۔ کتاب وسُنّت اور اجماع اس کے خلاف ہے۔ اس کی مخالفت کے لئے تو بس اللہ کا یہ قول ہی کافی ہے جس میں اللہ سبحانہٗ نے اپنی ثنا بیان کی ہے:۔

عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔

(وہی غیب کا جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا، ہاں جس پیغمبر کو پسند فرمائے تو اس کو اپنے غیب کی باتیں بتا دیتا ہے۔")

اور موہوم کونی اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ جب کوئی شخص بدھ کے دن سفر کرتا یا شادی کرتا ہے تو سفر میں محروم رہتا ہے اور شادی میں ناکام۔ اور ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ جو شخص کوئی اہم کام شروع کرے اور کسی اندھے کو دیکھ لے یا کسی مصیبت زدہ پر نظر پڑ جائے تو اس کا کام نہ تو پورا ہوتا ہے نہ ہی وہ کامیاب ہوتا ہے۔

اور انہیں سب اسباب سے آج کے اکثر مسلمان اور عرب یہ سمجھتے ہیں کہ وہ صرف اپنی بڑی تعداد ہی سے اپنے یہودی اور سامراجی دشمنوں پر فتح پالیں گے، اور وہ اپنی موجودہ وضع اور طور طریقے ہی سے یہودیوں کو سمندر میں پھینک دیں گے، اور تجربات نے اس قسم کے خیالات کے بُطلان اور غلط ہونے کو ثابت کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ اس سطحی طریقۂ علاج سے کہیں زیادہ سنگین ہے۔

اور ان موہوم شرعی اسباب میں سے کچھ ایسے اسباب ہیں جن کو لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے اور سمجھتے ہیں کہ یہ اسباب ان کو اللہ کے قریب کر دیں گے،

EmaanLibrary.com

وسیلۂ کونیہ، وسیلۂ شرعیہ۔

وسیلۂ کونیہ:۔ ہر اُس طبعی وقدرتی سبب کو کہتے ہیں جو اپنی اُس خلقت کی وجہ سے مقصود تک پہنچائے جس پر اللہ نے اس کو پیدا کیا ہے اور اس فطرت کے ذریعہ جو اللہ نے اس کے لئے مقرر کی ہے مطلوب حاصل کرادے۔ اور یہ وسیلہ بلا تفریق مومن وکافر سب کے درمیان مشترک ہے۔ جیسے پانی جو انسان کی پیاس بجھانے کا وسیلہ ہے اور کھانا جو اس کے آسودہ ہونے کا ذریعہ ہے، اور لباس جو سردی اور گرمی سے بچانے کا ذریعہ ہے، اور گاڑی جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا ذریعہ ہے، وغیرہ۔

وسیلۂ شرعیہ:۔ ہر اُس سبب کو کہتے ہیں جو اس طریقہ سے مقصود تک پہنچائے جسے اللہ نے مشروع فرمایا ہے اور جس کو اپنی کتاب اور اپنے رسول کی سُنّت میں بیان کر دیا ہے، اور یہ وسیلہ صرف اس مومن کے ساتھ خاص ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کا پابند ہے۔

اس وسیلہ کی چند مثالیں یہ ہیں:۔

اخلاص اور فہم کے ساتھ توحید و رسالت کی شہادت دینا۔ یہ وسیلہ ہے جنت میں داخل ہونے کا اور جہنم میں ہمیشہ رہنے سے نجات پانے کا۔ اور برائی کے بعد نیکی کرنا وسیلہ ہے گناہوں کی معافی کا، اور اذان کے بعد دعا ماثور کا پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پانے کا وسیلہ ہے۔

EmaanLibrary.com

حالانکہ وہ حقیقت میں ان کو اللہ سے دُور کرتے ہیں اور اللہ کی ناراضگی اور غضب بلکہ لعنت اور عذاب کا باعث بنتے ہیں۔ مثلاً مُردہ مدفون اولیاء وصالحین سے استغاثہ کرنا۔ وہ ان کی ایسی ضروریات پوری کردیں جن کو اللہ کے سوا کوئی پوری نہیں کرسکتا۔ جیسے کہ وہ ان اصحابِ قبور سے اپنی تکلیف دور کرنے اور بیماری سے شفا پانے کی درخواست کرتے ہیں، انھیں سے روزی مانگتے ہیں، بانجھ پن دور کرنے کی فریاد کرتے ہیں اور ان سے دشمن پر غلبہ چاہتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

پھر وہ قبروں کی آہنی جالیاں اور ان کے پتھر کو چھُوتے اور سہلاتے ہیں، اور ان کو پکڑ کر ہلاتے ہیں اور کاغذ پر لکھ کر ایسی درخواستیں ان پر لٹکاتے ہیں جن میں ان کی مرادیں اور خواہشات لکھی رہتی ہیں۔ بس ان کی نگاہ میں یہی سب شرعی وسیلے ہیں۔ جبکہ حقیقت میں یہ سب باطل ہیں اور اس عظیم اسلام کے مخالف ہیں جس کی بنیاد ہی صرف اللہ واحد کی بندگی ہے اور عبادت کے تمام انواع وفروع میں صرف اللہ ہی کو خالص کرنا اس کی بنیادی تعلیم ہے۔

اور انہیں لغویات میں سے یہ بھی ہے کہ کچھ لوگ اُس خبر کو سچ سمجھ لیتے ہیں جس کو بیان کرتے وقت بیان کرنے والے کو یا حاضرین میں سے کسی کو چھینک آجائے[1]

---

[1] شاید اس عقیدہ کی بنیاد یہ حدیث ہو، "مَنْ حَدَّثَ حَدِیْثاً فَعَطِسَ عِنْدَہٗ فَھُوَ حَقٌّ"۔ حالانکہ یہ حدیث باطل ہے۔ علامہ شوکانی نے "الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ" میں اس کو بھی بیان کیا ہے، اور میری کتاب "سلسلۃ احادیث الضعیفۃ والموضوعۃ" میں نمبر ۱۳۶ کے تحت اس کا مفصّل بیان ملے گا۔

EmaanLibrary.com

انہیں عقائدِ فاسدہ میں سے یہ بھی ہے کہ جب کوئی دوست یا رشتہ دار ان کا ذکرِ خیر کرتا ہے تو ان کا کان بجنے لگتا ہے۔[1]

اور یہ عقیدہ بھی ـــــ کہ جب لوگ رات میں ناخن تراشیں یا سنیچر اور اتوار کو یا جب رات میں گھر صاف کریں تو اُن پر بلائیں نازل ہوتی ہیں۔

اور یہ عقیدہ بھی[2] ـــــ کہ جب لوگ کسی پتھر کے ساتھ بھی حُسنِ ظن کر لیں اور اس پر عقیدہ رکھ لیں تو وہ ان کو نفع پہنچاتا ہے۔

یہ اور اس قسم کے باطل عقائد جو خرافات اور ظنون و اوہام ہیں جن کے متعلق اللہ نے کوئی دلیل نہیں نازل کی بلکہ ان کی اصل موضوع اور جھوٹی حدیثیں ہیں جن کے گھڑنے والوں پر اللہ لعنت کرے اور ان کو ذلیل کرے۔

وسائلِ کونیہ میں سے کچھ تو مباح ہیں جن کی اللہ نے اجازت دی ہے اور

---

[1] اس عقیدہ کی بنیاد یہ موضوع حدیث ہے "جب تم میں سے کسی کا کان بجے تو مجھ پر درود بھیجو اور کہو، اللہ اس کو بھلائی سے یاد کرے جس نے مجھ کو یاد کیا" (الفوائد المجموعۃ للشوکانی، ص ۲۲۴)

[2] اس گمراہ کن عقیدہ کی بنیاد یہ ہے کہ "لَوْ اَحْسَنَ اَحَدُکُمْ ظَنَّہٗ بِحَجَرٍ لَنَفَعَہُ اللّٰہُ بِہٖ" حافظ عجلونی نے اس کو "کشف الخفاء" ۲/۱۵۲ میں ذکر کیا ہے، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس کو "کذب" کہا ہے، اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں، اور صاحب المقاصد کا بیان ہے کہ "یہ روایت صحیح نہیں"، اور علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ "یہ ان بت پرستوں کا کلام ہے جو پتھروں کے ساتھ حُسنِ عقیدت رکھتے ہیں"۔

EmaanLibrary.com

کچھ حرام ہیں جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔ پچھلے صفحات میں ان دونوں انواع کے وسائل کا ذکر میں نے کر دیا ہے جن کو لوگ مباح اور مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھتے تھے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اور اب میں بعض مشروع اور غیر مشروع کونی وسائل کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

وسیلۂ کونیہ مشروعہ کی ایک مثال "کسب اور حصولِ رزق کے لئے بیع و شراء اور تجارت و زراعت" وغیرہ بھی ہے۔

اور وسیلۂ کونیہ محرمہ کی مثال حصولِ رزق کے لئے سودی قرض دینا، بیع عینہ، ذخیرہ اندوزی، خیانت، چوری، جوا، شراب اور مورتیوں کی تجارت ہے، جس کی دلیل اللہ کا ارشاد وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (اور اللہ نے تجارت حلال کی اور سود کو حرام کیا سورۃ البقرۃ آیت ۲۱۵) ہے۔

تجارت اور سود دونوں ہی حصولِ رزق کے لئے سببِ کونی ہیں لیکن اللہ نے اول کو حلال کیا اور دوسرے کو حرام۔

وسائل کی صحت اور مشروعیت معلوم کرنے کا طریقہ

وسائلِ کونیہ اور شرعیہ کو معلوم کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کتاب و سنت کی طرف رجوع کیا جائے اور ان وسائل کے متعلق جو کچھ کتاب و سنت میں مذکور ہے ان پر ثابت قدم رہا جائے اور ان کے دلائل پر اچھی طرح غور و فکر کیا جائے اس کے علاوہ

EmaanLibrary.com

وسائل کی معرفت کا اور کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہے۔

اور وسائلِ کونیہ کی صحت کو جاننے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ معروف علمی طریقہ پر حواس اور تجربہ کے ذریعہ جانچ کی جائے اور نظرِ سلیم سے کام لیا جائے۔ لہٰذا کسی بھی سببِ کونی کو استعمال کرنے کے جواز کی دو دلیلیں ہیں:

اوّل یہ کہ وہ وسیلہ شرعاً مباح ہو۔

دوسرے یہ کہ مقصود کے لئے اس کا مفید ہونا ثابت ہو یا مفید ہونے کے لئے گمان غالب ہو۔

لیکن وسیلۂ شرعیہ کے استعمال کی صرف ایک ہی شرط ہے کہ وہ شرع سے ثابت ہو۔ لہٰذا گذشتہ مثال میں جانور کو غیب جاننے کے لئے اپنے خیال کے مطابق وسیلہ بنانا دنیاوی اعتبار سے بھی باطل ہے کیونکہ تجربہ اور نظرِ سلیم دونوں حیثیت سے وہ ناقابلِ اعتبار اور شرعی حیثیت سے وہ کفر اور ضلال ہے۔ اللہ نے اس کے باطل ہونے کو واضح کر دیا ہے اور اس سے منع بھی فرمایا ہے۔

اور اکثر لوگ ان امور میں اُلجھے ہوئے ہیں۔ اگر کسی ذریعہ سے ذرا بھی فائدہ ہو جاتا ہے تو اس کو جائز شرعی وسیلہ سمجھ لیتے ہیں۔ ایسا ہوا ہے کہ کسی نے کسی ولی کو پکارا یا کسی مردہ سے استغاثہ کیا اور اس کا کام بن گیا اور مُراد پوری ہو گئی تو وہ اس کو دلیل بنا کر دعویٰ کرنے لگ جاتا ہے کہ مُردے اور اولیا لوگوں کی فریاد رسی پر قادر ہیں اور ان کو پکارنا اور ان سے استغاثہ کرنا جائز ہے، اور اس کی دلیل صرف اتنی ہے

EmaanLibrary.com

کہ اس کے ذریعہ اس مدعی کا کام بن گیا۔

ہمیں افسوس ہے کہ اس طرح کی بہت سی باتیں ہم نے دینی کتابوں میں پڑھی ہیں جن میں لکھنے والا خود لکھتا ہے یا دوسروں سے نقل کرتا ہے کہ وہ ایک مرتبہ بڑی تکلیف میں پڑ گیا تھا تو فلاں بزرگ یا مردِ صالح سے استغاثہ کیا اور ان کا نام لے کر آواز دی تو وہ فوراً حاضر ہو گئے یا اس کے خواب میں تشریف لائے اور اس کی فریاد رسی کی اور مراد پوری فرمائی۔

افسوس! یہ بے چارہ اور اسی جیسے دوسرے لوگ یہ نہیں سمجھ پاتے کہ اگر اس کا کہنا صحیح بھی ہو تو یہ مشرکین اور اہلِ بدعت کے لئے اللہ کی طرف سے استدراج (ڈھیل دینا) اور آزمائش اور کتاب وسنت سے روگردانی اور اپنی خواہشات و شیاطین کی اتباع پر اس کی سزا ہے۔

جو شخص ایسی بات کہتا ہے وہ غیر اللہ سے استغاثہ کو جائز قرار دیتا ہے، حالانکہ یہ استغاثہ تو شرکِ اکبر ہے۔ یہ واقعہ اس کے ساتھ یا دوسرے کے ساتھ کسی حادثہ کے سبب پیش آیا ہے اور ممکن ہے کہ یہ حادثہ سرے سے بناوٹی ہو یا لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے گڑھا گیا ہو۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ واقعہ صحیح ہو اور اس کا راوی بھی سچا ہو لیکن اس سے یہ فیصلہ کرنے میں غلطی ہوئی ہے کہ بچانے والا اور فریاد پوری کرنے والا کون ہے؟ اس مسکین نے تو کسی ولی صالح کو فریاد رس سمجھا حالانکہ حقیقت میں وہ شیطان مردود تھا جس نے ایسا محض خباثت پھیلانے کے لئے کیا تھا

EmaanLibrary.com

تاکہ وہ لوگوں کو بہکائے اور ان کو کفر وضلال کے جال میں اس طرح پھانس دے کہ لوگ اس مکر کو سمجھ پائیں یا نہ سمجھ پائیں (لیکن اس کا مکر کام کر جائے)

اور روایات اس پر متفق ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں مشرکین بتوں کے پاس آتے تھے اور ان کو پکارتے تھے۔ اس وقت وہ کچھ آواز سنتے تھے تو سمجھتے تھے کہ یہی بت ہی جو اُن کے خود ساختہ معبود ہیں، ان سے بات کر رہے ہیں اور ان کی پکار کا جواب دے رہے ہیں جبکہ حقیقت یہ نہیں ہوتی تھی بلکہ شیطانِ لعین ان کو گمراہ کرنے اور انہیں ان کے باطل عقیدہ میں مزید غرق کرنے کے لئے یہ حرکتیں کیا کرتا تھا۔

اس تفصیل کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس بات کو سمجھ جائیں کہ تجربے اور روایات اعمالِ دینیہ کی مشروعیت کو جاننے کا صحیح وسیلہ نہیں ہیں، بلکہ اس کے لئے واحد مقبول وسیلہ صرف یہ ہے کہ اس شریعت کو فیصلہ کُن بنایا جائے جو کتاب وسنت میں نمائندہ حیثیت رکھتی ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔

اور اس سلسلے کی سب سے اہم بات جس میں اکثر لوگ خلط ملط کرتے ہیں وہ ہے طرقِ صوفیہ میں سے کسی طریقہ کے ذریعہ کسی غیب داں کے پاس جانا، جیسے کاہنوں، نجومیوں، منجمین، جادوگروں اور شعبدہ بازوں کے پاس جانا۔ تم کو معلوم ہوگا کہ لوگ ان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ لوگ غیب جانتے ہیں۔ کیونکہ انھوں نے ان کو کبھی بعض ایسی غیبی خبریں بتائی ہیں جو اُن کے بتانے کے مطابق صحیح ثابت ہوئی ہیں۔ بس اسی سے وہ ان کے پاس جانا اور ان پر اعتقاد رکھنا جائز اور مباح سمجھنے لگے

EmaanLibrary.com

ہیں، کیونکہ اس کے جواز کے لئے وہ اس بات کو دلیل سمجھتے ہیں کہ انہوں نے جو کہا تھا وہ درست نکلا۔ حالانکہ یہ بڑی زبردست خطا اور کھلی ہوئی گمراہی ہے، کیونکہ کسی بھی واسطہ سے کچھ نفع کا حاصل ہو جانا اس واسطہ کی مشروعیت ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ مثلاً شراب کی تجارت کبھی کبھی تاجر کو بے شمار نفع دیتی ہے اور اس کی دولت و ثروت کا ذریعہ بن جاتی ہے، اور ایسے ہی کبھی کبھی جُوا اور لاٹری بھی۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ، وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا۔ (البقرۃ - ۲۱۹)

"اور لوگ آپ سے شراب اور جُوئے کے بارے میں پُوچھتے ہیں۔ کہہ دیجئے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے بڑا نفع بھی لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے بھی بڑھ کر ہے۔"

ان میں نفع ہونے کے باوجود بھی شراب اور جُوا دونوں ہی حرام اور ملعون ہیں، اور شراب کے سلسلے میں دس افراد پر لعنت کی گئی ہے۔

اسی طرح کاہنوں کے پاس جانا بھی حرام ہے، کیونکہ اس سے منع اور تنبیہ دین میں ثابت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جو شخص کاہن کے پاس جائے اور اس کی کہی ہوئی بات کی تصدیق کرے وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتاری گئی شریعت سے الگ ہے۔" (ابوداؤد)۔ نیز آپ کا ارشاد ہے: "جو شخص کسی نجومی کے پاس آئے اور اس سے کسی چیز کی بابت سوال کرے تو چالیس دن تک اس کی

EmaanLibrary.com

نماز قبول نہیں کی جاتی" (مسلم)۔ اور معاویہ بن حکم السلمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: "ہم میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو کاہنوں کے پاس جاتے ہیں" آپ نے فرمایا: "تم ان کے پاس مت جاؤ" (مسلم)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ کاہن اور جادوگر بعض غیبی باتیں کس طریقہ سے حاصل کرتے ہیں، چنانچہ فرمایا: جب اللہ آسمان میں کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے فرمانِ الٰہی کی تابعداری میں اپنے پروں کو مارتے ہیں جیسے چٹان پر زنجیر۔ جب ان کے دل کی گھبراہٹ ختم ہوتی ہے تو کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ کہتے ہیں، البتہ جس نے کہا وہ حق اور بلند و کبریائی والا ہے۔ اس وقت اس بات کو شیاطین چوری سے سنتے ہیں اور ان سے دوسرے شیاطین سنتے ہیں۔ اسی طرح ایک پر ایک سنتے جاتے ہیں، اور سفیان بن عیینہ (جو اس حدیث کے راوی ہیں) نے اپنے ہاتھ سے شکل بنا کر بتایا اس طرح کہ انھوں نے اپنے داہنے ہاتھ کی ہتھیلیوں کو کشادہ کیا اور ایک دوسرے پر کھڑی کر دیا۔ کبھی کبھی ان کو شہابِ ثاقب عین اُس وقت پکڑ لیتا ہے کہ ابھی وہ اپنے ساتھی کو یہ خبریں بتائے بھی نہیں ہوتے اور پھر وہ انہیں جلا کر خاک کر دیتا ہے۔

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ اپنے نیچے والے ساتھی شیطان کو یہ خبر پہنچا دیتے ہیں اور وہ اپنے سے نیچے والے کو، یہاں تک کہ وہ زمین تک اس کو پہنچا دیتے ہیں اور پھر یہی خبر شیطان ان جادوگروں تک لے جاتے ہیں۔

EmaanLibrary.com

اور وہ اس میں سو جھوٹ ملا دیتے ہیں۔ جب ایک سچی خبر کی تصدیق ہو جاتی ہے تو لوگ کہنے لگتے ہیں کہ کیا اس شخص نے فلاں فلاں دن یہ نہیں کہا تھا کہ ایسا ایسا ہو گا اور وہ خبر ہم نے سچی پائی۔ (یعنی وہی بات جو آسمان سے سُنی گئی تھی)۔ (بخاری)

اور ایسے ہی دوسری حدیث میں عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ستارہ روشن ہوا۔ آپ نے پوچھا: "جاہلیت میں جب ایسا ہوتا تھا تو آپ لوگ کیا کہتے تھے"؟ لوگوں نے کہا: "ہم کہتے تھے کہ کوئی بڑا آدمی پیدا ہو گا یا کوئی بڑا آدمی مرے گا"۔ تو آپ نے فرمایا: "یہ کسی کی موت یا زندگی کے لئے نہیں پھینکا جاتا، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو عرشِ الٰہی کے اُٹھانے والے تسبیح کرتے ہیں، پھر اس آسمان والے فرشتے تسبیح کرتے ہیں جو حاملینِ عرش کے قریب ہیں۔ اس طرح تسبیح آسمانِ دنیا تک پہنچتی ہے، اور حاملینِ عرش کے قریب آسمان پر رہنے والے ان سے خبر دریافت کرتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ تو یہ اُن کو بتاتے ہیں اور ہر آسمان والے دوسرے آسمان والوں کو بتاتے ہیں یہاں تک کہ یہ خبر آسمانِ دُنیا تک پہنچتی ہے اور جن کان لگا کر خبر اُچک لینے کی فکر میں رہتے ہیں۔ جو خبر وہ اس طریقہ پر لے آتے ہیں وہ تو سچی ہوتی ہے، لیکن وہ اس میں بڑھاتے اور ملاتے ہیں"۔

ان دونوں حدیثوں سے ہم جان گئے کہ جنوں اور انسانوں کے درمیان ملاپ

EmaanLibrary.com

ہوتا ہے اور جن ان کاہنوں کو بعض سچی خبریں بتاتے ہیں اور کاہن ان میں اپنی طرف سے دوسری خبریں ملا کر لوگوں سے بیان کرتے ہیں۔ اس طرح لوگ کچھ سچی خبروں کی اطلاع پا جاتے ہیں، اور شارع حکیم علیہ السلام نے ان کاہنوں کے پاس جانے اور ان کی کہی ہوئی باتوں کی تصدیق کرنے سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ ابھی اوپر ہی ہم لکھ آئے ہیں۔

اس موقع پر ہمیں یہ بات بھی یاد دلانی ہے کہ کہانت اور علم نجوم وغیرہ کا اب بھی لوگوں پر بڑا اثر ہے، یہاں تک کہ ہمارے اس دور میں بھی جس کے متعلق یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ علم و شعور اور تمدن و تہذیب کا دور ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ کہانت، شعبدہ بازی اور جادو وغیرہ کا زمانہ چلا گیا اور اس کا زور ختم ہو گیا، لیکن جو شخص بھی گہری نظر ڈالے گا اور جو حادثات آئے دن یہاں اور وہاں ہوتے رہتے ہیں ان سے باخبر ہوگا وہ یقینی طور پر جان لے گا کہ یہ ابھی تک لوگوں پر مسلط ہیں۔ البتہ آج ان چیزوں نے نیا لبادہ اوڑھ لیا ہے اور عصر حاضر کا رنگ و روپ دھار لیا ہے جس کی حقیقت کو بہت کم ہی لوگ سمجھ سکتے ہیں۔

رہا روحوں کو حاضر کرنا اور ان سے بات چیت کرنا اور مختلف طریقوں سے ان سے ملاپ کرنا تو یہ وہی جدید کہانت کی ایک شکل ہے جو آج لوگوں کو گمراہ کر رہی ہے، اور ان کو دین سے بھڑکا کر اوہام و اباطیل میں جکڑ رہی ہے اور لوگ اسی کو علم اور دین ہی سمجھ بیٹھے ہیں جبکہ علم اور دین کا اس خرافات سے کوئی تعلق نہیں۔

EmaanLibrary.com

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ اسبابِ کونیہ اور جس کے بارے میں بھی سمجھا جائے کہ یہ اسبابِ شرعیہ ہیں تو ان کا اثبات اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ اس کا جواز شرع سے ثابت نہ ہو جائے۔ اسی طرح اسبابِ کونیہ کے لئے بھی ضروری ہے کہ تحقیق و تجربہ سے اس کی صحت اور افادیت کو ثابت کیا جائے۔

یہ بھی یاد رہے کہ جس چیز کا وسیلۂ کونیہ ہونا ثابت ہو جائے تو اس کے مباح ہونے اور استعمال کرنے کے لئے یہ کافی ہے کہ شریعت نے اس سے منع نہیں کیا ہے۔ ایسے ہی موقع پر فقہاء کہتے ہیں کہ "اشیاء میں اصل اباحت ہے"۔ لیکن وسائلِ شرعیہ کو استعمال کرنے کے جواز میں یہ بات کافی نہیں ہے کہ شارع نے اس سے منع نہیں کیا ہے، جیسا کہ اکثر لوگ سمجھتے ہیں، بلکہ اس کے لئے ایسی نصِ شرعی کی ضرورت ہے جو اس کی مشروعیت اور استحباب کو ضروری قرار دیتی ہو، کیونکہ استحباب اباحت پر ایک زائد شئے ہے، اس سے تقربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے اور ایسی طاعات صرف عدمِ ممانعت سے ثابت نہیں ہو سکتیں۔ اسی بنا پر بعض سلف کا کہنا ہے کہ "جس عبادات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے نہیں کیا وہ تم لوگ بھی مت کرو"۔ اور یہ بات ان احادیث سے اخذ ہوتی ہے جن میں دین میں نئی ایجاد سے منع کیا گیا ہے۔ اسی اصول کے تحت شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہؒ نے فرمایا ہے: اصل عبادات میں منع ہے، البتہ کسی نص کے ذریعہ وہ چیز مباح ہوتی ہے، اور عادات میں اصل اباحت ہے، البتہ کسی نص کے ذریعہ وہ ممنوع ہوتی ہے"۔ یہ نہایت اہم اور

EmaanLibrary.com

بنیادی باتیں تھیں جنہیں یاد رکھنا چاہیے، کیونکہ اختلافات کے موقع پر حق کے سمجھنے میں یہ مددگار ہوں گی۔

مشروع وسیلہ اور اُس کے اقسام

پچھلی بحث سے ہم نے یہ سمجھا کہ یہاں دو مستقل مسئلے ہیں۔ اوّل اس بات کا وجوب کہ وسیلہ شرعی ہو اور یہ کتاب وسُنّت کی صحیح دلیل کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرے یہ کہ وسیلہ سبب کونیہ کا ہو جس سے مقصود حاصل ہو جاتا ہو۔

ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ ہم اس سے دُعا مانگیں اور مدد چاہیں۔ اس کا ارشاد ہے:

ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ۝

"تم مجھ سے دُعا کرو میں تمہاری دُعا قبول کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے ازراہِ تکبّر کتراتے ہیں عنقریب جہنّم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔"

(سورہ غافر — ۶۰)

نیز اس کا ارشاد ہے:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي

"جب آپ سے میرے بندے میری بابت دریافت کریں تو کہدو میں تمہارے پاس ہوں، جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دُعا قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہیے کہ میرے حکموں کو مانیں

EmaanLibrary.com

لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○ (البقرۃ۔۱۸۶) اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ نیک رستہ پائیں۔"

اور اللہ عزّ وجلّ نے بہت سے مشروع وسیلے مقرر فرمائے ہیں جو مفید ہیں اور مراد کو پوری کرنے کا ذریعہ ہیں۔ اور ان وسائل کے ذریعہ جو شخص اللہ سے دُعا کرے گا اللہ نے اس کی قبولیت کا ذمّہ لیا ہے، بشرطیکہ دُعا کے دوسرے شرائط پورے ہوں۔ اس وقت ہم کو کسی تعصّب اور سختی کے بغیر ان نصوصِ شرعیّہ پر غور کرنا چاہیے جن سے وسیلہ کا ثبوت ملتا ہے۔

قرآنِ کریم اور سُنّتِ مطہّرہ پر غور کرنے کے بعد تین قسم کے وسیلے کا پتہ چلتا ہے جنہیں اللہ نے مشروع فرمایا ہے اور ان کے استعمال کی ترغیب دلائی ہے ان میں سے کچھ تو قرآن میں موجود ہیں اور کچھ کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے استعمال کیا اور ہمیں اس کا حکم فرمایا، لیکن ان وسیلوں میں کہیں جاہ، حقوق اور مقامات کا کوئی وسیلہ نہیں، جس سے معلوم ہوا کہ اس قسم کے وسیلے مذکورۂ بالا دونوں آیتوں میں بیان کردہ مشروع وسیلوں کی فہرست سے خارج ہیں۔

مشروع وسیلوں میں سے "پہلا وسیلہ" اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حُسنیٰ اور صفاتِ عُلیا کا وسیلہ ہے۔ مثلاً مسلمان اپنی دُعا میں کہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ بِاَنَّکَ اَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ اَنْ تُعَافِیَنِیْ۔

"اے اللہ تجھ سے سوال کرتا ہوں اس وسیلہ سے کہ تو رحمان و رحیم، لطیف و خبیر ہے کہ تو مجھے عافیت عطا فرما۔"

EmaanLibrary.com

یا یوں کہے :

اَسْئَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْئٍ اَنْ تَرْحَمَنِيْ وَتَغْفِرَ لِيْ۔ "اے اللہ، تیری اس رحمت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جو ہر شئے پر چھائی ہوئی ہے کہ تو مجھ پر رحم فرما اور مجھے بخش دے۔"

یا یوں کہے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِحُبِّكَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ "اے اللہ، تجھ سے سوال کرتا ہوں اس وسیلہ سے کہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔"

کیونکہ محبت بھی اللہ کی ایک صفت ہے۔

اس وسیلہ کی مشروعیت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے :

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا۔ (اعراف - ۱۸۰) "اور اللہ کے اچھے نام ہیں، انھیں سے اس کو پکارو۔"

یعنی اللہ سے دعا کرو تو اس کے اسماءِ حسنیٰ کو وسیلہ بنا کر دعا کرو، کیوں کہ اللہ کے اسماءِ حسنیٰ اس کی صفات ہیں جو صرف ذاتِ الٰہی کے ساتھ خاص ہیں۔

اور ایک دلیل حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا بھی ہے جس کا اللہ نے قرآن میں ذکر فرمایا ہے :

رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَاَدْخِلْنِيْ "اے میرے رب، مجھے توفیق دے کہ تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والد کو عطا فرمائی اور مجھے توفیق دے کہ ایسا نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو اور مجھے

EmaanLibrary.com

بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اپنی رحمت کے وسیلے سے اپنے صالح بندوں میں داخل فرما۔"

(سورۃ النمل۔ آیت ۱۹)

انھیں دلائل میں سے ایک دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے جو نماز میں سلام سے قبل آپ اپنی دعاؤں میں پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبَ وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ اَحْيِنِيْ مَا عَلِمْتَ الْحَيَاةَ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ۔ (النسائی والحاکم)

"اے اللہ! تیرے علم غیب اور مخلوق پر تیری قدرت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے زندہ رکھ جب تک زندہ رہنا میرے لئے تو بہتر جانے اور مجھے وفات دے اگر وفات میرے لئے بہتر ہے۔"

ایک دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے سُنا جو تشہد میں یہ دعا پڑھ رہا تھا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اَنْ تَغْفِرَ لِيْ ذُنُوْبِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غُفِرَ لَهٗ۔

"اے اللہ، تجھ سے سوال کرتا ہوں، یا اللہ جو ایک، اکیلا، بے نیاز ہے، نہ جنا نہ جنا گیا، نہ اس کے برابر کوئی ہے، کہ تو میرے گناہ بخش دے۔ بے شک تو ہی بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے، تو آپ نے فرمایا: اس کی بخشش کی گئی۔"

(ابوداؤد والنسائی)

اور آپ نے ایک دوسرے شخص سے سُنا جو اپنے تشہد میں کہہ رہا تھا:

EmaanLibrary.com

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ، اَلْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ۔

"اے اللہ، تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تیرے ہی لئے سب تعریف ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو اکیلا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، اے احسان کرنے والے، اے آسمان وزمین کے ایجاد کرنے والے، اے جلال وبزرگی والے، اے ہمیشہ زندہ رہنے والے، اے نگرانی کرنے والے، میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور جہنم سے پناہ چاہتا ہوں"۔

آپ نے صحابۂ کرام سے فرمایا: "جانتے ہو اس نے کس وسیلہ سے دعا کی؟" صحابۂ کرام نے فرمایا: "اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں"۔ تب آپ نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اس نے اللہ کو اس کے اس عظیم نام سے (اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے سب سے بڑے نام سے) پکارا ہے کہ جب بھی اس کو اس نام سے پکارا جاتا ہے تو وہ قبول کرتا ہے اور جب بھی اس نام سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ دیتا ہے"۔

اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ کا ارشاد ہے کہ جس کو زیادہ غم وفکر ہو وہ اس دعا کو پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ، وَابْنُ عَبْدِکَ، وَابْنُ اَمَتِکَ، نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ،

"اے اللہ، بے شک میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے کا بیٹا ہوں اور تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں

مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاءُكَ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قَلْبِي، وَنُورَ صَدْرِي، وَجِلَاءَ حُزْنِي، وَذِهَابَ هَمِّي، إِلَّا أَذْهَبَ اللّٰهُ هَمَّهُ وَحُزْنَهُ وَأَبْدَلَهُ مَكَانَهُ فَرَجًا۔ (مسند احمد)

ہے، میرے اندر تیرا حکم جاری ہے، میرے بارے میں تیرا فیصلہ انصاف کے مطابق ہے، میں سوال کرتا ہوں ہر اُس نام کے وسیلہ سے جو تیرے لیے خاص ہے جس کو تُو نے اپنی ذات کیلئے موسوم کیا ہے، یا اپنی مخلوق میں کسی کو سکھلایا ہے، یا اپنی کتاب میں اس کو نازل کیا ہے، یا اپنے پاس علم غیب میں اس کو ترجیح دیا ہے۔ کہ تُو قرآن کو میرے دل کی بہار بنادے اور میرے سینے کا نور اور میرے رنج کی صفائی اور غم کو دُور کرنے کا ذریعہ بنا دے — تو اللہ اس کا رنج اور غم دُور کر دیتا ہے اور اس کے بدلے کشادگی دے دیتا ہے"۔

اور انھیں میں سے آپ کا یہ استعاذہ بھی ہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْ تُضِلَّنِي۔ (متفق علیہ)

"اے اللہ! پناہ چاہتا ہوں تیری عزت کے وسیلے سے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، اس بات سے کہ تُو مجھے گمراہ کر دے"۔

اور یہ دعا بھی جو حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی امر درپیش ہوتا تو فرماتے تھے:

يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ (ترمذی) "اے زندہ اور قائم رکھنے والے، تیری رحمت کے وسیلے سے فریاد کرتا ہوں"۔

LIBRARY New Delhi

EmaanLibrary.com

یہ اور اس جیسی احادیث سے بصراحت واضح ہو گیا کہ بارگاہِ الٰہی کا مشروع وسیلہ اس کے ناموں میں سے کسی نام کا ہے یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کا، نیز یہ کہ یہ وسیلہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پسند ہے۔ اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی دعائیں اس کو استعمال فرمایا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۔ "اور اللہ کے رسول جو کچھ دیں اس کو لے لو"

(الحشر - ۸)

اس آیت کی روشنی میں ہمارے لئے یہ مشروع ہو گیا کہ ہم بھی اپنی دعاؤں میں انہیں الفاظ کے ذریعہ اللہ سے مانگیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال کیا۔ یہ بات ہزار درجہ بہتر ہے اس سے کہ ہم اپنی طبیعت سے دعائیں گڑھیں اور ان کے جملے بنائیں۔

عملِ صالح کا وسیلہ

مثلاً مسلمان اپنی دعامیں یوں کہے: "اے اللہ! تجھ پر میرے ایمان، تیرے لئے میری محبت اور تیرے رسول کے لئے میری اتباع کے وسیلے سے میری مغفرت فرما" یا یوں کہے: "اے اللہ! تجھ سے سوال کرتا ہوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے میری محبت اور ان پر میرے ایمان کے وسیلے سے کہ تو میری مصیبت دور فرما"

EmaanLibrary.com

عمل صالح کا وسیلہ یہ بھی ہے کہ دُعا کرنے والا کسی ایسے صالح عمل کو یاد کرے جس میں اللہ تعالیٰ سے اس کا خوف، اللہ سے اس کا تقویٰ اور اللہ کی رضا کو ہر چیز پر ترجیح دینا اور اللہ جل شانہٗ کی اطاعت کا ذکر ہو اور ان اعمال کو اپنی دُعا میں اللہ کی طرف وسیلہ بنائے تاکہ دعا کی قبولیت واجابت کے لئے زیادہ باعثِ اُمید ہو۔ یہ نہایت عُمدہ وسیلہ ہے جسے اللہ نے مشروع اور پسند فرمایا ہے۔ اس کی مشروعیت پر اللہ کا یہ ارشاد دلیل ہے:

۱۔ اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (آل عمران۔ ۱۶)

"جو اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ پروردگار ہم ایمان لے آئے، لہٰذا ہمارے گناہ معاف فرما اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔"

۲۔ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ۔ (آل عمران۔ ۵۲)

"اے ہمارے رب، ہم ایمان لے آئے اس کتاب پر جو تُو نے نازل فرمائی اور تیرے پیغمبر کے متبع ہو چکے تو ہم کو ماننے والوں میں لکھ رکھ۔"

۳۔ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ (آل عمران۔ ۱۹۳، ۱۹۴)

"اے پروردگار، ہم نے ایک ندا کرنے والے کو سُنا کہ ایمان کے لئے پکار رہا تھا یعنی اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے۔ اے پروردگار ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری بُرائیوں کو ہم سے محو کر اور ہم کو دنیا سے نیک بندوں کے ساتھ اُٹھا۔"

EmaanLibrary.com

اسی قسم کی دوسری آیاتِ کریمہ ہیں جو اس توسّل کی مشروعیت کو ثابت کرتی ہیں۔

اسی طرح بریدہ بن الخصیب رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث بھی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سُنا جو کہہ رہا تھا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ فَقَالَ قَدْ سَاَلَ بِاسْمِہِ الْاَعْظَمِ الَّذِیْ اِذَا سُئِلَ بِہٖ اَعْطٰی وَاِذَا دُعِیَ بِہٖ اَجَابَ۔

(احمد)

"اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس وسیلہ سے کہ بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً تو ہی وہ اللہ ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا بے نیاز ہے جس کے نہ اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے نہ اس کے برابر کوئی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اس نے اس اسم اعظم کے ذریعہ سوال کیا ہے کہ جس کے بھی سوال کیا گیا اس نے دیا اور اس کے ذریعہ جب بھی دعا کی گئی اس نے قبول کیا۔"

اور اعمالِ صالحہ کے ضمن میں اصحابِ غار کا قصّہ بھی آتا ہے، جیسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ "تم سے پہلے جو لوگ گذر چکے ہیں ان میں سے تین آدمیوں کی ایک جماعت سفر کر رہی تھی کہ رات بسر کرنے کے لئے وہ لوگ ایک غار میں پناہ گزیں ہوئے۔ جب وہ غار میں داخل ہوئے تو پہاڑ پر سے ایک چٹان لڑھک کر گری اور غار کا مُنھ ان پر بند کر دیا، تب وہ لوگ آپس میں کہنے لگے کہ تم کو چٹان سے اب

EmaanLibrary.com

صرف یہی عمل بچا سکتا ہے کہ تم اپنے صالح اعمال کے وسیلہ سے اللہ سے دعا مانگو۔ اور "مسلم" میں ہے کہ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: "ایسے صالح اعمال کو دیکھو جو تم نے خالصۃً للہ کیا ہے اور انھیں اعمال کے وسیلہ سے اللہ سے دعا مانگو، شاید اللہ اس چٹان کو تم سے ہٹا دے" ان میں سے ایک شخص نے کہا: "اے اللہ، میرے ماں باپ دونوں ہی بوڑھے تھے اور شام کا دودھ ان سے پہلے نہ اپنے بال بچوں کو پلاتا نہ دوسروں کو۔ ایک دن ایک درخت کی تلاش میں دُور نکل گیا اور میں اپنے جانوروں کو لے کر ان کے پاس بہت دیر سے واپس ہوا جبکہ وہ دونوں ہی سو چکے تھے۔ میں نے ان کے لئے دودھ دُوہا تو وہ سوئے ہوئے تھے۔ میں نے پسند نہیں کیا کہ ان کو دودھ پلانے سے پہلے اپنے بال بچوں اور دوسروں کو پلاؤں۔ میں پیالہ ہاتھ میں لے کر کھڑا ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ فجر روشن ہو گئی تب وہ جاگے اور دودھ پیا۔ اے اللہ، اگر میں نے ایسا محض تیری رضا کے لئے کیا ہے تو اس چٹان کے سبب ہم جس مصیبت میں ہیں اس کو دور فرما" چٹان تھوڑی سی کھسک گئی لیکن اتنی نہیں کہ وہ لوگ نکل سکیں۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ دوسرے شخص نے کہا: "میرے چچا کی ایک لڑکی تھی جو مجھے سب سے زیادہ پیاری تھی۔ میں نے اس سے بُرائی کا ارادہ کیا لیکن اس نے انکار کر دیا۔ پھر وہ ایک سال بدترین قحط سالی کا

EmaanLibrary.com

شکار ہو کر میرے پاس آئی۔ میں نے اس کو ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیا کہ وہ میرے اور اپنے درمیان تخلیہ کرادے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب میں نے اس پر قابو پالیا تو کہنے لگی، اے بندۂ خدا! اللہ سے ڈر اور اس مہر کو اس کے حق کے ساتھ ہی توڑ۔ یہ سن کر میں اس پر بار ہونے سے رُک گیا اور اس کو چھوڑ کر واپس ہو گیا حالانکہ وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی اور وہ دینار بھی میں نے چھوڑ دیا جو اس کو دے چکا تھا۔ اے اللہ، اگر میں نے ایسا محض تیری رضا کی خاطر کیا ہے تو ہم جس مصیبت میں ہیں اس کو ہم سے دور کر دے۔" چٹان کھسک گئی لیکن اتنی نہیں کہ وہ سب نکل سکیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تیسرے شخص نے کہا:

"اے اللہ میں نے بہت سے مزدوروں سے مزدوری کرائی اور سب کو ان کی اُجرت دیدی سوائے ایک شخص کے جو اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کو خوب بڑھایا یہاں تک کہ اس کی مزدوری سے مال کی بہتات ہو گئی۔ بہت دنوں بعد وہ شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا بندۂ خدا، میری مزدوری دیدو۔ میں نے اس سے کہا، یہ جتنے اونٹ، گائے، بکری اور غلام تم دیکھ رہے ہو سب تمہاری ہی مزدوری کے ہیں۔" اس نے کہا، "اللہ کے بندے، مجھ سے مذاق کرتے ہو؟" میں نے کہا: "تم سے میں مذاق نہیں کرتا۔" تب اس نے سب کو لیا اور ہانک کر لے گیا اور کچھ نہیں چھوڑا۔ اے اللہ، اگر میں نے ایسا محض تیری رضا کے لئے کیا ہے تو اس

EmaanLibrary.com

چٹان کے سبب، ہم جس مصیبت میں ہیں اس کو ہم سے دُور فرما" چٹان کھسک گئی اور سب لوگ نکل کر چلے گئے۔

اِس حدیث سے واضح ہوگیا کہ ان تینوں مومن مردوں کو جب مصیبت نے جکڑ لیا اور وہ تنگی میں پڑ گئے اور اپنی نجات کی تمام راہوں سے وہ مایوس ہو گئے اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی راہ کو کھلی پایا تو وہ سب اللہ ہی کی طرف رجوع ہوئے اور اس کو پورے خلوص سے پکارا اور دعا کرتے وقت اپنے ان صالح اعمال کو یاد کیا جنہیں انھوں نے امن اور اطمینان کے وقت کیا تھا اِس اُمید پر کہ مصیبت کے وقت میں ان اعمال کے سبب اللہ ان پر رحم فرمائے گا، جیسا کہ حدیثِ نبوی میں وارد ہے۔ "سہولت کے وقت اللہ کی معرفت حاصل کرو، مشکل کے وقت اللہ تم کو پہچان لے گا" سب نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ میں ان اعمال کا وسیلہ لیا۔ پہلے شخص نے والدین کے ساتھ اپنے حُسنِ سلوک اور اپنی اس شدید محبت اور نرمی کا وسیلہ لیا۔ ایسی رافت ورحمت تو انبیاءِ کرام کے علاوہ شاید ہی کوئی دوسرا انسان اپنے والدین کے ساتھ کر سکتا ہو۔

دوسرے شخص نے اپنی اس چچازاد محبوبہ کے ساتھ زنا سے بچنے کا وسیلہ لیا جس سے وہ سب سے زیادہ محبت کرتا تھا حالانکہ وہ اس پر پوری طرح قابو پا چکا تھا اور لڑکی اپنی بھوک اور تنگی کے سبب دل کی کراہت کے باوجود خود کو اس کے سپرد کر چکی تھی، پھر بھی اس نے اس کو اللہ کی یاد دلائی جس سے اس کا

EmaanLibrary.com

دل بیدار ہوگیا اور اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے اور اس نے لڑکی کو بھی آزاد کر دیا اور اس کو دیا ہوا مال بھی چھوڑ دیا۔

اور تیسرے شخص نے اپنے مزدور کی چھوڑی ہوئی اُجرت کی نگہداشت کا وسیلہ لیا جو صرف تین صاع چاول کے برابر تھی، جیسا کہ صحیح روایت میں موجود ہے۔ مزدور تو اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا لیکن اس کام کرانے والے نے اس کو اتنا بڑھایا کہ گائے، اونٹ اور بکریوں کا ریوڑ بن گیا۔ مزدور کو جب اپنی حقیر و معمولی مزدوری یاد آئی تو وہ مالک کے پاس آیا اور اپنا حق مانگا۔ مالک نے وہ سارا مال اس کے حوالہ کر دیا جس سے وہ گھبرا گیا اور سمجھا کہ مالک اس سے مذاق کر رہا ہے، لیکن جب اس کو پورا یقین ہو گیا اور اس کو معلوم ہو گیا کہ مالک نے اس کے مال کو بڑھا کر یہ پورا خزانہ بنا دیا ہے تو وہ خوش خوش سب لے کر چلا گیا۔

یہ حقیقت ہے کہ کام کرانے والے کا یہ کارنامہ مزدوروں کے ساتھ احسان کرنے کا ایک نادر واقعہ ہے اور مزدور کی رعایت اور اکرام کی ایک اعلیٰ مثال ہے، اور جو لوگ آج مزدوروں کی حمایت اور ان کے ساتھ انصاف کا دم بھرتے ہیں اس کے عشر عشیر بھی خدمت و سلوک نہیں کر سکتے۔

ان تینوں نے اپنے ان اعمالِ صالحہ کے وسیلہ سے اللہ رب العالمین کو پکارا۔ انھوں نے صاف طور پر واضح کر دیا کہ یہ اعمال انھوں نے صرف اللہ کی رضا کی خاطر کیے تھے۔ دنیا کی کسی ادنیٰ اغراض یا مصلحتِ وقت یا جاہ و مال کی قطعاً نیت ان کے

EmaanLibrary.com

دل میں نہ تھی۔ اللہ سے انھوں نے دُعا کی کہ ان کی تنگی کو دور فرمائے اور اس مصیبت سے ان کو نجات دے۔ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی، ان کی مشکل آسان کی، اللہ نے ان کے ساتھ ان کے حُسنِ ظن کے مطابق ہی معاملہ کیا۔ ان کے لئے عادات کو توڑ ڈالا اور اس کرامتِ ظاہرہ کے ساتھ ان کو عزت دی اور تین مراحل میں چٹان کو بتدریج اس طرح سرکایا کہ جب ان میں سے کسی نے دعا کی تو چٹان تھوڑی سی سرک گئی، یہاں تک کہ تیسرے کی دُعا کے وقت پورے طور پر چٹان ہٹ گئی۔ حالانکہ وہ یقینی طور پر موت کے مُنھ میں جا چکے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بہترین قصہ جو پردۂ غیب میں تھا اور جس کو اللہ کے سوا کوئی نہ جانتا تھا، ہم سے محض اس لئے بیان فرمایا تاکہ پچھلی اُمتوں کے مثالی حضرات کے قابلِ نمونہ اعمال کی یاد تازہ ہو اور ہم ان کی اقتدا کریں اور ان کے حالات سے بہترین درس اور کامل عبرت و موعظت حاصل کریں۔

یہاں کسی کو یہ اعتراض نہیں ہونا چاہئے کہ یہ اعمال تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت سے قبل کے ہیں، ہم پر کیسے لاگو ہو سکتے ہیں؟ اس لئے کہ علمِ اصول کا یہ مسئلہ ہے کہ ہم سے پہلے والوں کی شرع ہمارے لئے شرع نہیں ہے۔ یہ اعتراض اس لئے صحیح نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ محض مدح و ثنا کے طور پر بیان فرمایا ہے اور آپ نے اسے بطور خود ثابت بھی فرمایا ہے، بلکہ اس اقرار و اثبات سے بڑھ کر ان کا وہ وسیلۂ عمل بھی ہے جسے انھوں نے بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا اور یہ واقعہ وسیلہ والی

EmaanLibrary.com

ان آیات کی عملی شرح وتطبیق بھی ہے جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اور آسمانی شریعتیں اپنے مقاصدِ تعلیم وتوجیہ اور اغراض واہداف کے اعتبار سے ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ اور یہ کوئی نئی بات بھی نہیں ہے کیونکہ یہ سب ایک ہی چشمہ سے پھوٹتی ہیں اور ایک ہی مرکزِ نور سے نکلتی ہیں اور خاص طور پر ان معاملات میں جو بندوں اور رب العالمین سے متعلق ہیں۔

مردِ صالح کی دعا کا وسیلہ

مثلاً کوئی مسلمان کسی شدید تنگی کا شکار ہو یا اس پر کوئی بڑی مصیبت آ پڑی ہو اور وہ جانتا ہو کہ اللہ کی اطاعت میں اس کی طرف سے بڑی کوتاہی واقع ہوئی ہے، اب وہ چاہتا ہے کہ بارگاہِ الٰہی تک کوئی مضبوط ذریعہ حاصل کرے لہٰذا وہ کسی ایسے شخص کے پاس جاتا ہے جس کے صلاح وتقویٰ اور کتاب وسنّت کے ساتھ اس کے علم وفضل پر اس کو پورا اعتقاد ہوتا ہے اور وہ اس مردِ صالح سے درخواست کرتا ہے کہ میرے لئے اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ میری مصیبت دور کردے اور غم والم کا ازالہ فرمادے تو یہ بھی مشروع وسیلہ کی ایک قسم ہے۔ شریعتِ مطہرہ اس کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور سنّتِ شریفہ میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فعل سے اس کے نمونے ملتے ہیں، جس کی ایک مثال حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

EmaanLibrary.com

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں پر قحط پڑا۔ ایک جمعہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی منبر کے سامنے والے دروازے سے مسجد میں داخل ہوا۔ آپ کھڑے ہی تھے کہ اس نے سامنے آکر کہا: یارسول اللہ! مال تباہ ہو گیا، بچے بھوکے ہو گئے، جانور ہلاک ہو گئے، روزی کے سارے دروازے بند ہو گئے۔ اللہ سے ہمارے لئے دعا فرمایئے کہ ہمیں بارش سے سیراب فرمائے۔ آپ نے دُعا کے لئے دونوں ہاتھ اُٹھائے اتنے کہ میں نے آپ کے بغل کی چمک دیکھ لی۔ آپ دُعا میں کہہ رہے تھے، اے اللہ! ہماری فریاد سُن لے، اے اللہ! ہماری فریاد سُن لے۔" آپ کے ساتھ سب ہی لوگ ہاتھ اُٹھائے دُعا کر رہے تھے۔ البتہ حضرت انسؓ نے اس موقع پر یہ نہیں بتایا کہ آپ نے اپنی چادر پلٹ دی اور نہ ہی یہ کہ قبلہ کو سامنے کر لیا۔ اور بخدا ہم نے آسمان میں بدلی وغیرہ کچھ نہیں دیکھی جبکہ ہمارے اور سلع کے درمیان نہ گھر تھا نہ مکان اور آسمان بھی بالکل شیشے کی طرح صاف وشفاف تھا۔ اس کے ساتھ ہی سلع کے پیچھے سے ڈھال کے مانند ایک بدلی نکلی، آسمان کے بیچ میں آکر پھیل گئی اور بارش ہونے لگی۔ قسم ہے اللہ کی، بدلی پہاڑوں کی طرح پھٹ گئی۔ آپ ابھی منبر سے اُترے نہیں تھے کہ بارش آپ کی داڑھی سے ٹپکنے لگی۔"

ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ "ہوا کا جھکڑ اُٹھا جس سے بدلی پیدا ہوئی اور گھنی ہو گئی اور آسمان نے اپنے دہانے کھول دیئے۔ آپ منبر سے اُترے اور

EmaanLibrary.com

نماز پڑھی۔ ہم لوگ مسجد سے نکلے اور پانی میں چلتے ہوئے گھروں تک پہنچے۔

اور ایک روایت میں تو یہاں تک ہے کہ "بارش اتنی ہوئی کہ آدمی کا گھر تک پہنچنا مشکل ہوگیا۔ اس روز پورے دن بارش ہوتی رہی، پھر دوسرے تیسرے دن حتیٰ کہ دوسرے جمعہ تک ہوتی رہی، بند ہی نہیں ہوئی۔ مدینہ کی نالیوں میں سیلابی کیفیت پیدا ہوگئی۔ خدا گواہ ہم نے چھ دن تک سورج نہیں دیکھا"۔

پھر وہی دیہاتی دوسرے جمعہ کو اسی دروازے سے مسجد میں داخل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، وہ آپ کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا: گھر گر گئے، راستے کٹ گئے، مویشی ہلاک ہوگئے اور مال پانی میں غرق ہوگئے۔ آپ اللہ سے دعا فرمائیے کہ بارش بند کردے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا اُٹھے، اپنا ہاتھ دُعا کے لئے اُٹھایا اور فرمایا:

اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَ لَا عَلَیْنَا، اَللّٰھُمَّ عَلَی رُءُوْسِ الْجِبَالِ وَالْاٰکَامِ، وَ بُطُوْنِ الْاَوْدِیَۃِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ۔	"اے اللہ، بارش ہم پر نہیں ہمارے آس پاس برسا۔ اے اللہ، پہاڑوں اور ٹیلوں کی چوٹیوں پر برسا اور وادیوں کے نشیب اور جنگلوں پر برسا"۔

آپ ہاتھ سے بدلی کی طرف اشارہ کرتے اور بدلی گڑھے کی طرح پھٹتی جاتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو مدینہ کے سمت کی بدلیاں دائیں بائیں طرف چھٹنے لگیں، جیسے پردہ ہٹا لیا گیا ہو۔ ہم مسجد سے نکلے تو دھوپ چمک رہی تھی۔ اللہ نے اپنے نبی کی کرامت اور دُعا کی قبولیت لوگوں پر

EmaanLibrary.com

واضح کردی۔ وادی ایک ماہ تک نہر کی طرح بہتی رہی۔ کوئی کسی بھی سمت سے مدینہ آتا تو اس بارش سے اس کو سابقہ پڑتا۔"

اور اسی سلسلے کی وہ حدیث بھی ہے جسے حضرت انسؓ نے روایت کیا ہے کہ لوگ جب قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے ذریعہ بارش طلب کرتے اور یوں دعا کرتے۔" اے اللہ، ہم تجھ سے اپنے نبیؐ کے وسیلہ سے بارش مانگا کرتے تھے تو ہمیں سیراب کرتا تھا اور اب ہم تیرے نبیؐ کے چچا کے وسیلہ سے بارش طلب کر رہے ہیں لہٰذا تو ہمیں بارش عطا فرما۔" حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایسا کہنے پر لوگوں کو بارش ملتی تھی۔

حضرت عمرؓ کے اس کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ، ہم تیرے نبیؐ کے پاس ان کی زندگی میں جایا کرتے تھے اور ان سے درخواست کرتے تھے کہ ہمارے لئے بارش کی دعا فرمائیں اور ان کی دعا کے ذریعہ ہم تقرب الٰہی حاصل کرتے تھے، اور اب جبکہ وہ رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے اور ان کے لئے اب ممکن نہ رہا کہ ہمارے لئے دُعا فرمائیں تو اب ہم اپنے نبیؐ کے چچا حضرت عباسؓ کے پاس جاتے ہیں اور ان سے اپنے لئے دُعا کی درخواست کرتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے مذکورہ بالا قول کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ لوگ اپنی دعاؤں میں یوں کہا کرتے تھے" اے اللہ ہمیں اپنے نبیؐ کے جاہ سے بارش دے۔" اور اب آپ کی وفات کے بعد لوگ یوں کہنے لگے" اے اللہ، حضرت عباسؓ کے

EmaanLibrary.com

جاہ سے ہمیں بارش عطا کر۔" کیونکہ اس طرح دعا کرنا بدعت ہے۔ کتاب وسُنّت میں اس کی اصل و بنیاد نہیں ہے اور نہ ہی سلف صالح میں سے کسی نے ایسا کیا ہے۔

اور اسی ضمن میں یہ روایت بھی آتی ہے جس کو حافظ ابنِ عساکر نے اپنی تاریخ میں سندِ صحیح کے ساتھ تابعی جلیل سلیم بن عامر الخبائری سے روایت کیا ہے کہ "آسمانی قحط نازل ہوا تو حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان اور اہلِ دمشق استسقاء کے لئے نکلے۔ جب حضرت معاویہؓ منبر پر تشریف لے گئے تو فرمایا: یزید بن الاسود الجرشی کہاں ہیں؟ لوگوں نے ان کو آواز دی۔ حضرت یزید لوگوں کو پھاندتے ہوئے آئے۔ حضرت معاویہؓ نے حکم دیا تو وہ بھی منبر پر چڑھے اور حضرت معاویہؓ کے پاؤں کے پاس بیٹھ گئے۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا: "اے اللہ، ہم تیرے پاس سفارش لے کر آئے ہیں اپنے سب سے بہتر اور افضل شخص کے ذریعہ۔ اے اللہ، ہم تجھ سے آج سفارش کرتے ہیں یزید بن الاسود الجرشی کے ذریعہ۔ اے یزید اپنے دونوں ہاتھ اللہ کی طرف اُٹھاؤ۔ انھوں نے دونوں ہاتھ اُٹھا لئے اور سب لوگوں نے بھی ہاتھ اُٹھا لئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد مغرب کی سمت میں ایک بدلی ڈھال کی مانند نکلی اور اس کو ہوا لیکر اُڑی اور ہم کو اس طرح سیراب کر ڈالا کہ لوگ اپنے مکانوں تک نہیں پہنچ پاتے تھے۔

اور ابنِ عساکر نے سندِ صحیح سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ ضحاک بن قیس استسقاء کے لئے لوگوں کو لے کر نکلے اور یزید بن الاسود سے کہا: "اے رونے والے اُٹھ؛ چنانچہ انھوں نے ابھی تین بار ہی دعا کی تھی کہ اتنی شدید بارش ہونے لگی کہ

EmaanLibrary.com

لوگوں کے ڈوب جانے کا خطرہ معلوم ہونے لگا"۔

دیکھئے حضرت معاویہؓ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ نہیں لیتے تھے، بلکہ اس مردِ صالح یزید بن الاسود کے وسیلہ سے دُعا مانگتے تھے اور ایسا ہی حضرت ضحاک بن قیس کے عہدِ ولایت میں بھی ہوا تو انھوں نے بھی ایسا ہی کیا اور اللہ نے دونوں کی دعائیں قبول فرمائیں۔

خُلاصۂ کلام

وسیلہ کی ان تین مشروع قسموں کے علاوہ ہر قسم کا وسیلہ حرام و باطل ہے جس کی کتاب وسُنّت سے کوئی دلیل ثابت نہیں اور علماءِ محققین نے ہر دور میں ان مخالفِ شرع وسیلوں کی سخت تردید کی ہے اور مخلوق کے وسیلہ سے سب نے ہی منع کیا ہے۔

قرآن مجید کی تمام دُعائیں پڑھ ڈالئے کسی میں بھی "کسی کے جاہ، حق، یا حُرمت و مرتبہ کے وسیلہ کا ذکر نہیں"۔ انبیاءِ سابقین میں سے بھی کسی کی دُعائیں ایسا اشارہ تک موجود نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جن دعاؤں کی تعلیم دی ہے وہ سب کی سب ان اختراعی اور من گھڑت وسیلوں سے یکسر پاک وصاف ہیں۔ دعاءِ استخارہ ہو یا دعاءِ حاجت، کسی قسم کی دعائیں بھی اس غیر مشروع وسیلہ کا ذکر نہیں ہے۔ اس کے باوجود لوگ مسنون و مشروع وسیلہ کو چھوڑ کر حرام و باطل وسیلہ کو استعمال کر رہے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس قسم کے لوگ مشروع وسیلہ کی

EmaanLibrary.com

حقیقت ہی سے ناآشنا ہو گئے ہیں، اور اب سوائے باطل و حرام وسیلہ کے ان کی زبان پر کبھی مشروع وسیلہ کا ذکر نہیں آتا۔ تابعی جلیل حضرت حسان بن عطیۃ المحاربی نے بالکل صحیح کہا ہے۔ "جب لوگ دین میں کسی بدعت کا اضافہ کرتے ہیں تو اس جیسی کوئی سنت ان سے چھین لی جاتی ہے، پھر قیامت تک وہ سنت ان میں لوٹائی نہیں جاتی"۔

اس غیر مشروع وسیلہ کی تردید صرف ہم ہی نہیں بلکہ ائمۂ کبار و علماءِ راسخین نے بھی کی ہے۔ چنانچہ دُرِّ مختار (ج ۲ ص ٦٣٠) میں جو حنفیہ کی مشہور کتاب ہے، حضرت امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول موجود ہے۔ "کسی کے لئے مناسب نہیں کہ اللہ سے اس کے اسماءِ حسنیٰ کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے دعا کرے۔ کیونکہ ماذون و ماثور دعا کا طریقہ تو اللہ کے اس ارشاد سے معلوم ہو جاتا ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا۔ "اللہ کے اچھے نام ہیں، انھیں ناموں سے اس کو پکارو"۔

اور بشر بن الولید کا بیان ہے کہ امام ابو یوسف نے کہا کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کسی کے لئے جائز نہیں کہ اللہ کے سوا کسی اور کے واسطے سے دعا کرے۔ اور میں حرام سمجھتا ہوں کہ کوئی یوں دعا مانگے، "اے اللہ، تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے عرش کی منزل عزت کے وسیلہ سے، تیری مخلوق کے حق کے وسیلے سے"۔ اور قدوری نے کہا: "مخلوق کے واسطے سے سوال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں"۔

EmaanLibrary.com

اور زبیدی نے "شرح الاحیاء" میں لکھا ہے کہ "ابو حنیفہؒ اور ان کے دونوں اصحاب نے اس طرح کہنا حرام قرار دیا ہے" اے اللہ، فلاں کے حق کے واسطے سے سوال کرتا ہوں، یا تیرے انبیاء اور رسول یا بیت الحرام اور مشعر الحرام کے حق سے سوال کرتا ہوں" کیونکہ اللہ پر کسی کا کوئی حق نہیں"

علامہ ناصر الدین البانی کی کتاب "اَلتَّوَسُّلُ اَنْوَاعُہٗ وَاَحْکَامُہٗ" کی ابتدائی تین فصلوں کا یہ خلاصہ مقدمۃ الکتاب کی حیثیت سے پیش کر دیا ہے۔ اِنْ شَاءَ اللہُ عنقریب علامہ موصوف کی اس کتاب کا مکمل اردو ترجمہ شائع کیا جائے گا۔

EmaanLibrary.com

مقدمہ

ان الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونعوذ باللہ من
شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، من یھدہ اللہ فلا
مضل لہ، ومن یضلل فلا ھادی لہ، واشھد ان لا الہ
الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمداً عبدہٗ و
رسولہ ۔ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا
تموتن الا وانتم مسلمون ۔ (آل عمران ۱۰۲)
یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ
وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیرا ونساء و
اتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان
علیکم رقیبا ۔ (النساء ۱-۲)
یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا یصلح
لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسولہ

EmaanLibrary.com

فقد فاز فوزاً عظیما ۔ (الاحزاب ۷۰)

امابعد، فان خیر الکلام کلام اللہ وخیر الھدی

ھدی محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتھا

وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ

فی النارؐ ؛

اس کتاب کے پڑھنے والے میرے معزّز مسلمان بھائیو !
آپ کے سامنے میں ایک ایسی کتاب پیش کر رہا ہوں جس میں میں نے بڑی محنت کی ہے اور اس بات کا التزام کیا ہے کہ اس میں صرف وہی حق باتیں پیش کروں جن کی تائید قرآنی دلائل اور براہین سنّت اور سلف صالحین کی سیرت و منہج سے ہوتی ہے ۔

سلف صالح کی تعریف کی میں ضرورت محسوس نہیں کرتا سب کو معلوم ہے کہ سلف صالح سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اصحاب کرام اور خیرون القرون کے لوگ ہیں جن کے صاحب خیر ہونے کی شہادت دی جاتی ہے اور جو لوگ بھی ان کے طور طریقے پر چلے ۔

یہ کتاب ایک ایسے عظیم موضوع پر بحث کر رہی ہے جس میں سلف و خلف کا اختلاف و نزاع قائم کر رہا ہے اور وہ موضوع "توسّل" کا ہے یعنی اللہ کی مرضی اور پسند کی باتوں کے ذریعہ اللہ کا قرب چاہنا ۔

EmaanLibrary.com

لیکن اس مطلوب و مقصود تک پہونچنے کی راہ پر سلف سے خلف تک لوگ بہت شاذ و نادر اسی پر چلے ہیں لوگ ایسی مختلف راہوں پر چلتے رہے یعنی ان راہوں پر جو سیدھی اور صراط مستقیم نہ تھی جو انہیں فوز و رضا کی بلندیوں تک پہونچا سکتی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں ان راستوں نے سیدھی راہ سے ہٹا دیا اور مقصود و مطلوب تک پہونچنے سے بھٹکا دیا، ارشاد الٰہی ہے

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا	اور یہ میری راہ ہے سیدھی پس
فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ	اسی پر چلو اور دوسری راہوں پر
فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ	مت چلو ورنہ وہ تم کو صراط مستقیم سے
ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ	جدا کر دے گی یہ وہ بات ہے جس کی
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ؎	اللہ نے تم کو تاکید کی ہے تاکہ تم ڈرو

(الانعام ۱۵۳)

ہمارا یہ موضوع بحث خالص سلفی ہے جو علمی اسلوب پر سہل اور جدید طریقے پر ابواب کی تفصیل کے ساتھ ایسا سلسلہ وار پیش کیا گیا ہے جس سے پڑھنے والا بہت آسان بسیط اور پر کشش انداز میں موضوع کو سمجھ جاتا ہے، ساتھ ہی اس میں دلائل واضح ہیں جو سلف کی حجت اور خلف کی رائے پر مشتمل ہیں۔ اس طرح پڑھنے والا خود بخود اس پہلو کو متعین کر لیتا ہے جس پر وہ دلیل سے مطمئن ہو گیا ہے اور تحقیق و تدقیق کے بعد جو راستہ اس نے اختیار کیا اس پر

EmaanLibrary.com

چل پڑتا ہے یہ سمجھ کر کے یہی اللہ کا متعین کردہ حق راستہ ہے اس کے بعد جو کچھ بھی ہے وہ سب ضلالت ہے۔

میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں نے کوئی نیا موضوع بحث چھیڑا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں یہ بحث تو اس وقت سے چل رہی ہے جب سے حق و باطل اور ہدایت و ضلالت کی کشمکش شروع ہوئی ہے اور رسالت و نبوّت کا سلسلہ بھی محض اس لئے شروع کیا گیا تھا کہ حق کی راہ کو ضلالت سے الگ کیا جائے اور انسانیت کو صراطِ مستقیم پر چلایا جائے۔ لہذا جس نے مشکاۃِ نبوّت اور مصابیح رسالت سے روشنی حاصل کی وہ گمراہی اور پستی سے بچ گیا اور جو ان راہوں پر چلتا رہا وہ صراط مستقیم سے الگ ہوگیا۔

ہماری یہ بحث بھی مقصد و اسلوب کے اعتبار سے انبیاء و مرسلین ہی کی راہ پر چل رہی ہے اور ہم اس میں انہیں کی راہ و طریقے کی تحقیق کرینگے جس کی تحقیق کی دعوت انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک دی۔

لہذا یہ بحث اسلام کی خالص دعوت ہے اگر آپ اس پر چلے تو آپ کے لئے یہ پل ثابت ہوگی جس کو عبور کر کے آپ جنتِ نعیم تک پہونچ جائیں گے، لیکن اگر آپ نے انبیاء اور مرسلین کی اس راہ کو چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کی تو آپ کو بھی انہیں ہلاکت کی پستیوں میں لے جا کر گرا دیں گی

EmaanLibrary.com

جن میں آپ سے قبل وہ سب لوگ گر کر ہلاک ہوئے جنھوں نے راہ حق چھوڑ کر ضلالت و کجروی اختیار کی ۔ اس موضوع کا حق ادا کرنے کے لئے میں نے یہ کوشش کی ہے کہ کتاب و سنت کے دلائل کو خوب واضح اور روشن کر دوں تاکہ حق و باطل کے درمیان تمیز کرنے کی علامات بالکل عیاں ہو جائیں ،

سب سے پہلے میں نے توسّل کے لغوی اور شرعی معنی کی تحقیق ہے اور اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے " مشروع اور ممنوع " اور مشروع وسیلہ کی بھی تین قسمیں کیں

۱ ۔ اللہ کی ذات اور اس کے اسماء اور صفات کا وسیلہ

۲ ۔ مومن کے اعمالِ صالحہ کا وسیلہ

۳ ۔ مومن کی غائبانہ دعا کا وسیلہ

پھر ان تینوں قسموں کی الگ الگ تعریف و تفصیل کی اور اس کو آیات قرآنی کے دلائل سے اچھی طرح ثابت کیا اور اس کی کئی کئی مثالیں دیں تاکہ اچھی طرح وہ ذہن نشین ہو جائے ۔ اسی طرح وسیلہ کے تمام اقسام کے دلائل احادیثِ صحیحہ سے بھی پیش کئے اور یہ ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے قبل انبیاء اور ان کی امّتوں کے لوگ اپنی دعاؤں سے کس طرح بارگاہِ الٰہی کا وسیلہ چاہتے تھے کیونکہ وہ سب ہمارے لئے قدوہ اور أسوہ ہیں ۔ اسی طرح ممنوع وسیلہ کی بھی تین قسمیں کیں :-

EmaanLibrary.com

۱۔ اللہ کی بارگاہ میں مخلوقات کی ذات اور شخصیت کا وسیلہ۔

۲۔ بارگاہِ الٰہی میں کسی کے جاہ، حق اور حرمت و برکت کا وسیلہ۔

۳۔ جس کا وسیلہ لیا گیا ہے اللہ پر اس کی قسم کھانا۔

اور میں نے ہر ایک کو کتاب و سنّت کے دلائل اور سیرتِ سلف صالح اور ائمہ مجتہدین کے اقوال سے پوری طرح رَد کر دیا ہے۔

ساتھ ہی ممنوع وسیلہ کے قائلین کے بھی اقوال و دلائل جو انہوں نے اپنے زعم کے مطابق قرآن و حدیث سے پیش کئے تھے سب کو نقل کر دیا اور تقریباً تیس اعتراضات اور ان کے دعاوی کو میں نے بلاکم وکاست قارئین کے سامنے رکھ دیا ہے پھر ایک ایک کر کے سب کا جواب دیا ہے۔ ان کے متن اور سند سب پر بحث کی ہے۔ یہ دلائل انہوں نے بے محل پیش کئے تھے اور احادیث ایسی ضعیف اور ناقابلِ اعتبار پیش کی تھیں جن کو کسی طرح بھی دلیل و حجت قرار ہی نہیں دیا جا سکتا۔

پھر ان کے دلائل خواہ مخواہ ضد اور ہٹ دھرمی سے رَد نہیں کئے ہیں، اللہ گواہ ہے کہ اگر ان کی ایک دلیل بھی صحیح ہوتی تو میں ضرور کھلے دل سے اس کو تسلیم کرتا، لیکن اے کاش ایک دلیل بھی صحیح ہوتی، پھر ان بے چاروں کا قصور ہی کیا انکے دلائل ہی سب بناوٹی بے محل اور بر خود غلط تھے ان کی تغلیط و تردید میں نے نہیں ماہرینِ علم حدیث اور اصحابِ جرح

EmaanLibrary.com

وتعدیل نے کی ہے۔

ان کو تو میرا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ ان کے شبہات اور مزعومات کی میں نے اچھی طرح قلعی کھول کر ان کے لئے حق وہدایت کی راہ روشن کردی اور اب جبکہ حق ان کے سامنے روشن ہوگیا اور باطل پاش پاش ہو کر ذلیل ورسوا ہوگیا تو ان کو چاہیئے کہ مومنین صادقین کی طرح اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوجائیں اور اپنے عقائد باطلہ سے صدقِ دل کے ساتھ توبہ کریں اللہ توّاب ورحیم ہے ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیگا۔

یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو یہ حضرات بھی ہماری طرح مشروع وسیلہ کے قائل ہیں لیکن قول وعمل کے تضاد کا یہ حال ہے کہ وسیلہ اختیار کرنے کے وقت کبھی بھی مشروع وسیلہ پر عمل نہیں کرتے ہم نے زندگی میں ایک بار بھی نہیں سنا کہ انہوں نے اللہ کے اسماءِ حسنیٰ اور صفاتِ عالیہ اور اپنے اعمالِ صالحہ کو وسیلہ بنایا ہو جب بھی وہ اپنے نازک وقتوں میں وسیلہ کے محتاج ہوئے تو انبیاء کے حق، اولیاء کے جاہ ومرتبہ اور صالحین کی برکت ہی کا وسیلہ لیتے ہیں حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ ہستیاں اب دنیا میں موجود نہیں ہیں اور انہیں خود اپنا بھی احساس نہیں تو اپنے پکارنے والوں سے کیسے باخبر ہوسکتی ہیں۔

ان کا یہی تضادِ عمل ہے جسنے مجھے مجبور کیا کہ میں اس کتاب کو

EmaanLibrary.com

لکھوں اور ان کو اور خود کو وسیلۂ حق سے روشناس کراؤں تاکہ باطل و فاسد عقائد مٹ جائیں اور حق ثابت اور واضح ہو جائے اور ہم سب بیک زبان پکار اُٹھیں۔

قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

وصل على محمد وعلى آله وصحبه، التابعين

وتابعيهم باحسان الى ماشاء الله وسلم تسليما كثيرا

وآخر دعونا ان الحمد لله رب العالمين۔

محمد نسیب الرفاعی

خادم الدعوة السلفية

EmaanLibrary.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وسیلہ کا لغوی اور شرعی معنیٰ

وسیلہ کا لغوی معنیٰ:۔ وسیلہ، وہ عمل ہے جس کے ذریعہ کسی کا قرب حاصل کیا جائے۔ کہا جاتا ہے: تَوَسَّلَ اِلَیْہِ بِوَسِیْلَۃٍ — اَیْ تَقَرَّبَ اِلَیْہِ بِعَمَلٍ۔ یعنی عمل کے ذریعہ اس کا تقرب حاصل کیا۔ (صحاح للجوہری)

بادشاہ کے نزدیک مرتبہ، درجہ، قربت پانا۔ (قاموس)

وسیلہ کا شرعی معنیٰ:۔ شریعت میں وسیلہ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا۔ اس کی اطاعت، عبادت اور اس کے انبیاء و رسل کی اتباع کر کے اور ہر اس عمل کے ذریعہ جس کو اللہ پسند کرے اور خوش ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے "وسیلہ قربت کو کہتے ہیں"۔

قتادہؒ نے "قربت" کی تفسیر میں کہا: "اللہ کا تقرب حاصل کرو اسکی اطاعت کر کے اور اس عمل کے ذریعہ جس کو اللہ پسند کرتا ہے"۔ اس لئے کہ شریعت نے جتنے بھی واجبات اور مستحبات کا حکم دیا ہے وہ سب تقرب کا ذریعہ اور شرعی وسیلہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف

EmaanLibrary.com

وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (المائدۃ، ۳۵)

پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو اور اُس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

نیز ارشاد فرمایا:

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ فَلَا یَمْلِکُوْنَ کَشْفَ الضُّرِّ عَنْکُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ○ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ ط اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحْذُوْرًا ○ (الاسراء ۵۶-۵۷)

"کہہ دیجئے کہ تم اللہ کے سوا جن کو معبود قرار دے رہے ہو ذرا اُن کو پکارو، وہ نہ تم سے تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ اس کے بدل ڈالنے کا۔ یہ لوگ جن کو مشرکین پکار رہے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈھ رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب بنتا ہے اور وہ اسکی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور واقعی آپ کے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کے قابل۔"

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ لغت اور شریعت دونوں ہی اعتبار سے وسیلہ کا معنی "تقرب" ہے۔ یعنی اعمالِ صالحہ کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کرنا۔

برادرانِ اسلام! سورہ مائدہ والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایمان، تقویٰ اور جہاد کے ذریعہ اپنی طرف وسیلہ تلاش کرنے کا حکم دیا ہے، اور ان اعمالِ صالحہ کے انعام میں ان کی کامیابی اور جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

اور سورہ اسراء والی دونوں آیتوں میں اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو

EmaanLibrary.com

توجہ دلائی ہے کہ مشرکین جو اشخاص و مخلوقات کے ذریعہ اللہ کا تقرب ڈھونڈتے ہیں تو اُن کا یہ عمل بے فائدہ ہے، کیونکہ یہ اشخاص، مشرکین کی تکالیف نہ دُور کر سکتے نہ ہی ٹال سکتے۔ اِن شخصیتوں کو پکارنے سے مشرکین کا نہ کوئی کام آگے ہو سکتا نہ پیچھے اور نہ ہی یہ اُن کو اُن کی منزلِ مقصود تک پہنچا سکتے۔ کیونکہ مشرکین نے اللہ تک پہنچنے کا راستہ ہی غلط اختیار کیا ہے۔

آیات کا تاریخی پس منظر:- کچھ عرب چند جنوں کی عبادت کرتے تھے۔ خوش قسمتی سے یہ جن مسلمان ہو گئے، جبکہ ان کے عبادت گذار انسانوں کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی اور وہ بدستور ان جنوں کی عبادت میں لگے رہے تو اللہ نے سورۂ اسراء کی ان دونوں آیات میں اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ ان مشرکین کو متنبہ کیجئے کہ جن جنوں کے ذریعہ یہ اللہ کا تقرب حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ تو خود اپنے اعمالِ صالحہ کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی جدّوجہد میں مصروف ہیں اور وہ تو خود ہی اللہ کی رحمت کے اُمیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں۔ بھلا وہ تمہاری تکلیفوں کو کیسے دُور کر سکتے ہیں؟ جو چیزیں تم اُن کے ذریعہ چاہتے ہو، ان چیزوں کے تو وہ تم سے زیادہ خود اپنے لئے محتاج ہیں، جو خود نادار ہے وہ بھلا دوسروں کو کیا دے سکتا ہے؟

ایک مثال:- اِس معاملے میں تمہاری مثال تو اُس مریض جیسی ہے جو علاج

EmaanLibrary.com

کی نیت سے کسی طبیب کے پاس جائے اور اُس طبیب کو اس حالت میں دیکھے کہ وہ خود بیمار ہے اور کسی دوسرے طبیب سے علاج کرا رہا ہے، تو کیا اس مریض کا فرض نہیں کہ اپنا علاج بھی اُسی طبیب سے کرالے جس کے پاس اپنے طبیب کو علاج کراتے پایا ہے۔ کیونکہ اُس کا طبیب اگر ذرا بھی مُفید ہوتا تو پہلے خود کو فائدہ پہنچاتا اور دوسرے طبیب کا محتاج نہ رہتا۔

جن شخصیتوں کو تم اپنے لئے پکار رہے ہو وہ تو خود اللہ کی رحمت کے اُمیدوار ہیں، اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اپنے اعمالِ صالحہ کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تو آخر تم بھی انھیں کی طرح کیوں نہیں کرتے، تاکہ جس طرح وہ اللہ تک پہنچ گئے، تم بھی پہنچ جاؤ۔

ذرا سوچو! جن لوگوں کو تم اپنا واسطہ بنا رہے ہو کیا انھوں نے اپنے توسّل میں کسی کو واسطہ بنایا تھا؟ یا اُنھوں نے اللہ تک پہنچنے کے لئے صرف اپنے اعمالِ صالحہ کو وسیلہ بنایا تھا؟

بلاشبہ! اس کا صرف ایک ہی جواب ہے، کہ انھوں نے اپنے اعمالِ صالحہ کو وسیلہ بنایا تھا جن کے ذریعہ وہ اللہ کا تقرب چاہتے تھے، تو آخر تم کو کیا ہوگیا ہے کہ انھیں کی طرح تم بھی اپنے نیک اعمال کو تقربِ الٰہی کا ذریعہ نہیں بناتے؛ جب تم کو ان بزرگوں سے نسبت ہے اور تم ان کی بزرگی پر پورا بھروسہ بھی رکھتے ہو تو آخر ان کی اقتدا کیوں نہیں کرتے؛ ایک طرف اُن سے عقیدت، دوسری طرف ان کی مخالفت؛ تمہاری یہ دورنگی صاف

EmaanLibrary.com

چغلی کھا رہی ہے کہ تم کو نہ ان سے محبت ہے نہ عقیدت، اگر تمہاری محبت سچی ہوتی تو ضرور تم ان کو اپنا پیشوا بناتے اور اللہ تک پہنچنے کے لیے انھیں کی راہ کو اختیار کرتے۔

وسیلہ کی قسمیں:- مطلق وسیلہ کا لفظ شرعی اور غیر شرعی دونوں پر بولا جاتا ہے، ایسی صورت میں ہمارے لئے ضروری ہے کہ صحیح دلائل سے وسیلہ کے تمام اقسام کو اچھی طرح پہچان لیں تاکہ اچھے اور برے میں تمیز کر سکیں اور اپنے لئے شرعی وسیلہ کو اختیار کر سکیں۔ پھر ہم اپنے اچھے برے عمل کے ذمہ دار ہوں گے۔ یعنی فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

وسیلہ کی دو قسمیں ہیں: مشروع اور ممنوع۔

شرعی وسیلہ کی تعریف:- شرعی وسیلہ جس کا اللہ نے ہمیں اپنی کتاب میں حکم فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی وضاحت فرمائی ہے۔ یعنی اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے شریعت کے موافق اعمالِ صالحہ اور طاعات کو ذریعہ بنانا جن کو اللہ پسند کرتا اور راضی ہے اور اللہ صرف انھیں باتوں کا حکم فرماتا ہے جنہیں پسند کرتا اور جن سے وہ راضی ہے۔

مشروع وسیلہ کی تین قسمیں ہیں:-

۱۔ مومن کا اللہ تعالیٰ سے وسیلہ چاہنا اس کی برتر ذات اس کے اسماءِ حسنیٰ اور صفاتِ عالیہ کے ذریعہ۔

۲۔ مومن کا اللہ تعالیٰ سے وسیلہ چاہنا اپنے اعمالِ صالحہ کے ذریعہ۔

۳۔ مومن کا اللہ تعالیٰ سے وسیلہ چاہنا اپنے حق میں مومن بھائی کی دعا کے ذریعہ۔

EmaanLibrary.com

مشروع وسیلہ کی پہلی قسم

اللہ کی بلند ذات، اُس کے اسماءِ حسنیٰ اور صفاتِ عالیہ کے ذریعہ اُس کا وسیلہ چاہنا

اِس مقبول ترین وسیلہ کی تعریف یہ ہے کہ اللہ رب العزت سے دُعا مانگنے سے قبل اُس کی جناب میں اُس کی بزرگی، حمد، اُس کی ذاتِ برتر کی تقدیس، اُس کے اسماءِ حسنیٰ اور صفاتِ عُلیا کو پیش کیا جائے۔ پھر جو کچھ حاجت ہو دعا کی جائے، تاکہ یہ سب تسبیحات اُس کی بارگاہ میں وسیلہ بن جائیں اور اللہ ہماری دعائیں قبول کرلے اور ہم اپنا مطلوب حاصل کرلیں۔

مذکورہ بالا وسیلہ اپنی نوعیت اور قبولیت کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ ترین دعا وسیلہ ہے، کیونکہ یہ سراپا تقدیس و تمجید اور اللہ کی ویسی ہی تعریف ہے جیسی خود اللہ نے اپنے لئے کی ہے۔ قرآن و حدیث کے صفحات اس وسیلہ کی ترغیب و فضیلت سے بھرے ہیں۔

مزید وضاحت کے لئے ہم یہاں چند مثالیں پیش کرتے ہیں، تاکہ مثال کے ساتھ ساتھ یہ اس صحیح وسیلہ کی دلیل بھی بن سکیں جس کی طرف ہم تمام مسلمانوں کو دعوت دے رہے ہیں، اور جسے ہم اس شرعی وسیلہ کے لئے صحیح طریقہ اور مثالی راہ سمجھتے ہیں جس کا حکم اللہ نے دیا اور اس کی وضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔

EmaanLibrary.com

پہلی دلیل۔ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (الاعراف۔۱۸۰)

"اور اللہ ہی کے لئے اچھے اچھے نام ہیں تو تم اللہ کو انھیں ناموں سے پکارو، اور ان کو چھوڑ دو جو اللہ کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں اُن کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اُس کو اُس کے اچھے ناموں سے پکاریں، تاکہ ان کی دعا جلد قبول ہو اور اُن لوگوں سے کچھ تعلق نہ رکھیں جو اللہ کے ناموں میں ہیرا پھیری کرتے ہیں، کیوں کہ وہ اس کی بھرپور سزا پائیں گے۔

یہاں اِلحاد کا مطلب یہ ہے کہ ان اسماءِ حُسنیٰ کے ذریعہ اللہ کو پکارنے کے بجائے غیر اللہ کو پکارا جائے جو بدترین گناہ ہے۔ جو لوگ ایسا کریں گے وہ اس کی ضرور سزا پائیں گے۔ مسلمانوں کو حکم ہے کہ ایسے لوگوں سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔ نیز معلوم ہوا کہ مشروع وسائل میں سب سے اعلیٰ و افضل وسیلہ یہی ہے کہ اللہ کے اسماءِ حُسنیٰ، اس کی مقدس ذات و صفات کو اس کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات، مخلوقات کی ذاتوں سے بزرگ، اس کے نام مخلوقات کے ناموں سے بلند اور اس کی صفات مخلوقات کی صفات سے مقدس اور اعلیٰ ہیں۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○

یہ سب سے مؤثر وسیلہ ہے۔ اللہ اس وسیلے کے ذریعہ دعا مانگنے والے کی دعا سب سے پہلے قبول کرتا ہے۔

EmaanLibrary.com

امام ابوحنیفہؒ کا مسلک:۔ امام ابو یوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ کسی بھی شخص کے لئے جائز نہیں کہ اسماءِ حسنیٰ کے بغیر اللہ سے دعا کرے۔ کیونکہ جس دعا کی اجازت اور حکم ہے وہ وہی ہے جس کی ہدایت وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا میں دی گئی ہے۔

اور انبیاء و رسل اور اولیاء اور بیت اللہ کے حق کا واسطہ دے کر دعا مانگنے کو مکروہ کہا ہے، اس لئے کہ مخلوقات کا خالق پر کوئی حق نہیں۔ اور علائی نے تاتارخانیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا فتویٰ ہے کہ کسی کے لئے جائز نہیں کہ اللہ کے ناموں کے سوا غیر اللہ سے دعا مانگے۔ اور تمام حنفی کتابوں میں موجود ہے کہ انبیاء، اولیاء اور بیت اللہ الحرام کے حق کا واسطہ دے کر دعا مانگنا مکروہ تحریمی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اس کی حرمت ایسی ہے جس کی سزا جہنم ہے۔ ان حوالوں کا جو انکار کرے وہ مذہبِ حنفی سے ناواقف ہے۔

دوسری دلیل

ابراہیم علیہ السّلام کی دعا:۔ ابراہیم علیہ السّلام نے اللہ سے دعا کرتے وقت کون سا وسیلہ استعمال کیا، اس کی ایک مثال ذیل کی آیتوں سے پیش کی جا رہی ہے:۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۔ اے ہمارے رب، بے شک تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں

وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ ۔ اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اور اللہ پر کچھ بھی پوشیدہ نہیں۔

EmaanLibrary.com

وَلَا فِی السَّمَآءِ ۝ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ	نہ زمین میں نہ آسمان میں، سب تعریف اُس اللہ کے لئے ہے
وَهَبَ لِیۡ عَلَی الۡکِبَرِ اِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ	جس نے بڑھاپے میں مجھ کو اسمٰعیل اور اسحٰق عطا کئے۔ بیشک
اِنَّ رَبِّیۡ لَسَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ۝ رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ	میرا رب دعا کا بڑا سُننے والا ہے۔ اے اللہ مجھ کو اور
مُقِیۡمَ الصَّلٰوةِ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ٭ رَبَّنَا	میری اولاد میں سے نماز کا قائم کرنے والا بنا اور میرے
وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ	رب میری دُعا قبول فرما۔ اے ہمارے رب، مجھ کو اور میرے
وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ۝	والدین کو اور سب ایمان والوں کو بخش دے حساب
(سورۂ ابراہیم - ۳۸ تا ۴۱)	قائم ہونے کے دن۔

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعاؤں میں جن وسیلوں کو استعمال کیا اُن میں سے یہ ایک نمونہ پیشِ نظر ہے۔ آپ خود غور فرمائیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اور اپنی اولاد کے لئے پابندِ نماز ہونے اور اپنی اور اپنے والدین اور تمام ایمان والوں کی مغفرت کی دُعا اللہ سے مانگتے ہیں۔ لیکن دُعا سے پہلے اللہ کے علم کو جو آسمان و زمین کو محیط ہے اور ایک ذرہ بھی اُس کے علم سے باہر نہیں، پھر اللہ رب العزت کی تعریف فرمائی کہ اُس نے ان کے بڑھاپے اور ان کی بیوی کے بانجھ پن کے باوجود بھی انھیں اسمٰعیل و اسحٰق جیسے فرزند عطا فرمائے اور یہ کہ وہی اپنی سب مخلوقات کی دُعائیں سُنتا اور قبول کرتا ہے خواہ وہ کسی بھی زبان میں ہوں اور کسی مقصد کے لئے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی حمد، سمع اور عطا جیسی اعلیٰ صفات کا وسیلہ بارگاہِ الٰہی میں پیش کر کے پھر دُعا مانگتے ہیں، رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوةِ ...... یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ۔

EmaanLibrary.com

جب ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دعا اور وسیلہ کا یہ طریقہ تھا، تو کیا ہمارا بھی فرض یہی نہیں کہ ان کی اقتداء کریں؟ ان آیات میں اسی کا حکم و اشارہ ہے۔

تیسری دلیل

قَالَ اَفَرَاَیۡتُمۡ مَّا کُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ ۝
اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُکُمُ الۡاَقۡدَمُوۡنَ ۝
فَاِنَّہُمۡ عَدُوٌّ لِّیۡۤ اِلَّا رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝
الَّذِیۡ خَلَقَنِیۡ فَہُوَ یَہۡدِیۡنِ ۝
وَ الَّذِیۡ ہُوَ یُطۡعِمُنِیۡ وَ یَسۡقِیۡنِ ۝
وَ اِذَا مَرِضۡتُ فَہُوَ یَشۡفِیۡنِ ۝
وَ الَّذِیۡ یُمِیۡتُنِیۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡنِ ۝
وَ الَّذِیۡۤ اَطۡمَعُ اَنۡ یَّغۡفِرَ لِیۡ خَطِیۡٓئَتِیۡ
یَوۡمَ الدِّیۡنِ ۝ رَبِّ ہَبۡ لِیۡ حُکۡمًا
وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ ۝ وَ اجۡعَلۡ
لِّیۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ ۝
وَ اجۡعَلۡنِیۡ مِنۡ وَّرَثَۃِ جَنَّۃِ النَّعِیۡمِ ۝

"ابراہیم نے کہا کہ تم نے دیکھا کہ جن کو تم پوجتے رہے ہو، تم بھی اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی وہ میرے دشمن ہیں لیکن خدائے رب العالمین (میرا دوست ہے) جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے رستہ دکھاتا ہے۔ اور وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفا بخشتا ہے۔ اور وہ جو مجھے مارے گا اور پھر زندہ کرے گا۔ اور وہ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے گناہ بخشے گا۔ اے پروردگار، مجھے علم و دانش عطا فرما اور مجھے نیکو کاروں میں شامل فرما۔ اور پچھلے لوگوں میں میرا ذکر نیک (جاری) کر۔ اور مجھے نعمت کی بہشت کے وارثوں میں کر۔

(الشعراء، ۷۵ تا ۸۵)

EmaanLibrary.com

اِن آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم سے بحث کر رہے ہیں اور اُن کو سمجھا رہے ہیں کہ جن بتوں کو تم اور تمہارے آباء و اجداد پوجتے رہے ہیں وہ ہرگز بندگی کے مستحق نہیں ہیں۔ عبادت کے لائق تو صرف اللہ کی ذات ہے، وہی سب کا رب ہے، وہی بندوں کو حق کی راہ دکھاتا ہے، وہی کھلاتا اور پلاتا ہے، بیمار پڑو تو وہی شفا دیتا ہے، وہی موت دیتا ہے اور زندگی بخشتا ہے، اور وہی قیامت کے دن اپنے عفو و کرم سے اپنے بندوں کی خطائیں معاف کرے گا۔

اللہ رب العزت کی اِن اعلیٰ صفات کے ذکر کو وسیلہ بنا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام اب دعا فرماتے ہیں کہ "اے میرے رب، مجھے علم و دانش عطا فرما اور نیکو کاروں میں شامل کر اور پچھلے لوگوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ اور مجھے جنت النعیم کا وارث بنا۔ آمین"

غور فرمائیے: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اِس وسیلہ کی تعلیم کس نے دی؟ ظاہر ہے کہ انھوں نے خود اپنی طبیعت سے تو ایسا کیا نہیں ہوگا، کیونکہ انبیاءِ کرام اپنی من مانی تو کہتے نہیں تھے، بلکہ ان کا قول و عمل سب اللہ کے حکم اور وحی کے مطابق ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان دعاؤں کا ذکر بھی محض اس لئے کیا ہے کہ ہم ان کے وسیلے کا طریقہ سیکھیں اور اس پر عمل کریں۔

ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ قرآن مجید میں دوسرے مشہور انبیاءِ کرام کی دُعائیں بھی اسی مشروع وسیلے اور طریقے کے ساتھ مذکور ہیں، لیکن طوالت کے خوف سے ان کا ذکر نہیں کیا جا رہا ہے۔ نیز انبیاءِ سابقین میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جو اعلیٰ مقام ہے

EmaanLibrary.com

اس کے پیشِ نظر وسیلہ کے بارے میں اُن کا نمونۂ عمل کافی ہے۔ آپ چاہیں تو قرآن مجید میں دیگر انبیاءِ کرام کی دعاؤں اور اُن کے حالات پڑھ کر حقیقتِ حال سے واقف ہو جائیں۔

اسماء و صفات و ذاتِ الٰہی کا وسیلہ احادیث کی روشنی میں

جس طرح اللہ کی ذات اس کے اسماء و صفات کا وسیلہ لینے کی مثالیں قرآن کریم سے پیش کی گئیں، اسی طرح اس بارے میں چند احادیث بھی پیش کی جا رہی ہیں جن سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں سے قبل اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کے اسماءِ حُسنیٰ اور صفاتِ عالیہ کا وسیلہ اللہ کی جناب میں پیش کرتے تھے۔ اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پیشوا ہیں اس لئے آپ کی اقتداء و اتباع ہم پر فرض ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (الاحزاب ۲۱)

"تمہارے لئے اللہ کے رسول کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔"

پہلی حدیث: عن عبد اللہ بن بُريدة عن أبيه أن رسول اللّٰهِ صلى اللّٰه عليه وسلم سمع رجلا يقول: اَللّٰهُمَّ

"حضرت عبد اللہ بن بُریدہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سُنا: اے اللہ، میں تجھ سے

EmaanLibrary.com

إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔ فَقَالَ: "فَقَدْ سَأَلْتَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ" (اخرجہ ابو داؤد والترمذی)

سوال کرتا ہوں اس بات کے ساتھ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک تو ہی اللہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو اکیلا ہے، بے نیاز ہے، جس کے کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور نہ اُس کے برابر کوئی ہے۔ آپ نے فرمایا: تو نے اللہ سے اس کے اسم اعظم کے ذریعہ سوال کیا۔" (ابو داؤد، ترمذی)

دوسری حدیث: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم جَالِسًا وَرَجُلٌ يُصَلِّي ثُمَّ دَعَا، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَقَدْ دَعَا اللّٰهَ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِي إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ وَإِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطٰى۔ (اخرجہ الامام احمد وابو داؤد وابن ماجۃ والترمذی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا پھر اس نے دعا مانگی کہ اے اللہ، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس وسیلہ سے کہ بیشک تیرے ہی لئے سب تعریف ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی احسان کرنے والا ہے، تو ہی آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنیوالا ہے، اے جلال و بزرگی کے مالک، اے زندہ رہنے والے اے بندوبست کرنیوالے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے اللہ کے اسم اعظم کیساتھ دعا مانگی جو شخص بھی اسکے وسیلہ سے دعا مانگے گا، اللہ قبول کریگا اور جب بھی اسکے ذریعہ سوال کیا جائیگا اللہ دیگا۔ (مسند احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ، ترمذی)

EmaanLibrary.com

برادرانِ اسلام! آپ کے سامنے میں نے یہ دو حدیثیں پیش کیں تاکہ ان سے آپ پر واضح ہو جائے کہ اللہ کے اسماءِ حُسنیٰ قبولیت کے لئے سب سے بہترین وسیلہ ہیں اور ان میں بھی خصوصیت سے اللہ کا اسمِ اعظم - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کے سامنے شہادت دی کہ اللہ کے اسمِ اعظم کے وسیلے سے جب بھی دعا مانگی جائے گی، اللہ قبول کرے گا اور جب بھی اس کے وسیلے سے سوال کیا جائیگا اللہ دیگا۔

دونوں ہی حدیثوں میں دعا کرنے والے نے اللہ کے اسماءِ حُسنیٰ اور اسمِ اعظم کے وسیلہ سے دعا مانگی جس کی قبولیت کی شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ لہٰذا ہر مومن کا فرض ہے کہ اپنی دعا کے اوّل میں اللہ کے اسماءِ حُسنیٰ کا ذکر کرے اور انھیں بطورِ وسیلہ بارگاہِ الٰہی میں پیش کرے، اس کے بعد دُعا مانگے تاکہ اللہ ربّ العزت اُس کی دعا جلد قبول فرمائے۔

دعا کا یہی مسنون طریقہ ہے. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور اپنی اُمّت کے لئے یہی طریقہ پسند فرمایا تھا۔ اِسی پر اُمّت کا عمل ہونا چاہئے تاکہ سب کا گوہرِ مقصود ہاتھ آئے، دعائیں قبول ہوں اور لوگ اپنی مُرادیں پائیں.

تیسری حدیث:- حضرت اُمِ سلمہ رضؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز کس چیز سے شروع کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اُٹھتے تھے تو اپنی نماز اِس دُعا سے

EmaanLibrary.com

شروع فرماتے تھے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرَائِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ، فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ: اِھْدِنِیْ لِمَا اخْتُلِفَ فِیْہِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِکَ اِنَّکَ تَھْدِیْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ (بخاری و مسلم)

"اے اللہ! جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل کے رب، آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والے غیب اور حاضر کو جاننے والے، تو ہی اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ تو مجھے ہدایت دے اس حق میں جس میں اختلاف کیا گیا۔ تو ہی جس کو چاہے سیدھی راہ کی طرف چلاتا ہے"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حق و ہدایت کی راہ پر چلنے اور توفیق پانے کی اللہ سے دعا مانگ رہے ہیں۔ کیونکہ حق کی راہ میں لوگوں نے بڑا اختلاف کیا ہے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق اللہ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ اس اہم ترین متاعِ کائنات کو اللہ سے مانگنے سے قبل آپ اللہ کی بارگاہ میں حمد و تقدیس، تمجید و تعظیم کا وسیلہ پیش کر رہے ہیں تاکہ اللہ رب العزت آپ کی دعا کو جلد قبول فرمالیں۔ اس دعا کے پردے میں اُمت کی تعلیم مقصود ہے اور انھیں مشروع وسیلہ کی ترغیب بھی دینی ہے۔

چوتھی حدیث:۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم

EmaanLibrary.com

فرماتے تھے کہ جب ہم سونے لگیں تو یہ دُعا پڑھ لیا کریں:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَرَبَّ الْاَرْضِ
وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، رَبَّنَا وَرَبَّ
كُلِّ شَيْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى
مُنْزِلَ التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْفُرْقَانِ
اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ اَنْتَ
اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ
فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ
فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ
فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ
فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ، اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ
وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ۔

"اے اللہ! آسمانوں اور زمینوں کے رب، اور عرش عظیم
کے رب، ہمارے اور ہر چیز کے رب، دانے اور
گٹھلیوں کو پھاڑنے والے
توراۃ، اور انجیل اور فرقان کے نازل کرنے والے،
تیری پناہ چاہتا ہوں ہر چیز کے شر سے جس کی
پیشانی تو پکڑے ہوئے ہے۔ اے اللہ، تو ہی اول ہے
تجھ سے قبل کچھ نہیں، تو ہی آخر ہے تیرے
بعد کچھ نہیں۔ تو ہی ظاہر ہے تیرے اوپر
کچھ نہیں۔ تو ہی باطن ہے تیرے سوا کچھ نہیں۔
ہم سے قرض ادا فرما اور ہم کو فقر سے
نجات دے۔"

(اخرجہ احمد ومسلم والترمذی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرض اور محتاجگی سے نجات پانے کی دعا فرما رہے ہیں اور اس سے اللہ کی قدرت کا حوالہ دے رہے ہیں کہ وہ ارض وسماء اور کائنات کی ہر شے کا رب ہے۔ وہی دانوں اور گٹھلیوں کو نکالنے والا، انھیں مختلف شکلیں، رنگ اور مزا بخشنے والا ہے۔ اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے اُس نے مختلف زبانوں میں توراۃ،

EmaanLibrary.com

انجیل اور قرآن کو نازل فرمایا۔

پھر آپ دنیا کی ہر شئے کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، کیونکہ کائنات کی ہر شئے اللہ ہی کے قہر و سلطان کے تابع ہے۔ وہ نرالی شان والا سب سے اوّل ہے، اُس سے قبل کوئی چیز نہیں، وہی آخر ہے اُس کے بعد کوئی چیز نہیں، وہی ظاہر ہے اُس کے اوپر کوئی نہیں، وہی باطن ہے اُس کے سوا کچھ نہیں۔ اُس کی ذات، اسماء و صفات میں نہ اُس کا کوئی شریک نہ مثیل، نہ مشابہ نہ ہمسر۔

اِن بلند ترین مقدس تسبیحات کو وسیلہ بنا کر آپ قرض کی ادائیگی اور فقر سے نجات کی دعا مانگ رہے ہیں۔ یہی آپ کا طریقہ تھا کہ اپنی دعاؤں سے قبل بارگاہِ الٰہی میں اُس کی ذات و صفات و اسماءِ حسنیٰ کا وسیلہ پیش کرتے تھے۔ یہی ہمارا بھی عمل ہونا چاہیے۔ یہی رسولؐ کی اطاعت و محبت کا تقاضا بھی ہے۔

قرآن کا وسیلہ

پانچویں حدیث:۔ عمران بن حصینؓ کا بیان ہے کہ وہ ایک قصہ گو کے پاس سے گذرے جو قرآن پڑھ کر بھیک مانگ رہا تھا تو انھوں نے اِنَّا لِلّٰہ پڑھا اور کہا:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے":

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلْيَسْأَلِ اللّٰهَ بِهٖ فَإِنَّهٗ سَيَجِيْئُ أَقْوَامٌ يَقْرَءُوْنَ

"جو شخص قرآن پڑھے اس کو چاہیے کہ قرآن کے ذریعہ اللہ سے مانگے، جلد ہی ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھ کر

EmaanLibrary.com

يَسْأَلُونَ بِهِ النَّاسَ۔ لوگوں سے بھیک مانگیں گے۔

(احمد والترمذی)

اس حدیث میں قرآن مجید کو اپنی دُعا کا وسیلہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔
اس لئے کہ قرآن اللہ کا کلام اور اس کی صفت ہے جو ذاتِ الٰہی کی طرح مقدس اور پاک ہے۔ اس کی تلاوت، اس کے معانی پر غور و تدبّر اور اپنی ذات، اہل وعیال اور اقرباد احباب کی زندگیوں کو اس کے مطابق ڈھالنا، مقبول عبادت اور اعلیٰ ترین وسیلہ ہے۔
کیوں نہ ہو، قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ اس میں تم سے پہلوں کی تاریخ ہے اور بعد والوں کی پیشین گوئی ہے۔ وہ تمہارے آپس کا فیصلہ ہے، وہ قطعی فیصلہ ہے، مذاق نہیں ہے۔
جس نے کسی ظالم کی وجہ سے اس کو چھوڑا، اللہ اس کو تباہ کردے گا۔ جس نے قرآن کے علاوہ اور جگہ سے ہدایت چاہی، اللہ اس کو گمراہ کردے گا۔ وہ اللہ کی مضبوط رسّی ہے۔
وہ حکمت بھرا ذکر ہے، وہ صراطِ مستقیم ہے۔ قرآن وہ کتاب ہے جس سے خواہشات کج نہیں ہوتیں اور نہ اس سے زبانیں مشتبہ ہوتیں اور نہ اس کے عجائبات ختم ہوں گے اور نہ علماء کبھی اس سے آسودہ ہوں گے۔ جس نے قرآن کے ذریعہ بات کی، سچ کہا، جس نے اس پر عمل کیا، ثواب پائے گا۔ جس نے اس کے ذریعہ فیصلہ کیا، انصاف کیا اور جس نے قرآن کی طرف بلایا، اسے صراطِ مستقیم کی طرف راہ نمائی کی گئی۔

جب اِن اوصافِ کریمہ کو سامنے رکھ کر قرآن کی تلاوت کی جائیگی تو قاری کو خود محسوس ہو جائے گا کہ قرآن مجید اللہ کی بارگاہ میں کتنا محبوب وسیلہ ہے اور اس

EmaanLibrary.com

وسیلہ سے مانگی جانے والی دعا ضرور قبول ہوگی، کیونکہ اللہ کے کلام کا وسیلہ دراصل اس کی صفت کا وسیلہ ہے جو اللہ کے نزدیک محبوب و پسندیدہ عمل بھی ہے اور سب سے اچھا وسیلہ بھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "ہر قرآن پڑھنے والے کے لئے ایک مقبول دعا ہے": یعنی جو شخص قرآن پڑھ کر اس کے وسیلے سے دعا مانگے گا، اُس کی دعا قبول ہوگی۔

افسوس ——— آج قرآن کی صرف لفظی تلاوت باقی رہ گئی، قاری طوطوں کی طرح رٹ کر اس کو بلا سمجھے پڑھتے ہیں۔ اس کو زندگی کا دستور، درسِ عمل، عبرت و نصیحت، امر و نہی، حلال و حرام کا قانون اور ہدایت و برہان اور حجت و نور بنانے کے بجائے تعویذ و گنڈا، جھو منتر، مُردوں پر قرآن خوانی، اس کی آیات سے ترنم و موسیقی کا سرور اور اس پر شعراء کی طرح داد اور واہ واہ کی بارش، دیواروں اور الماریوں کی تزئین وغیرہ، بس یہ ہے قرآن اور اس کا استعمال۔

اللہ ہم پر رحم فرمائے اور قرآن پر صحیح ایمان اور عمل کی توفیق بخشے اور دو رنگی و نفاق سے بچائے۔ آمین!

EmaanLibrary.com

مشروع وسیلہ کی دوسری قسم

اعمالِ صالحہ کا وسیلہ

قرآنی دلائل:- اسماءِ حسنیٰ اور صفاتِ عالیہ کے وسیلہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے وسیلہ کی ایک اور قسم کی طرف ہماری رہنمائی کی ہے اور وہ ہے "اعمالِ صالحہ کا وسیلہ"۔

صالح اور مقبول عمل کی اللہ کے یہاں دُو شرطیں ہیں:

اوّلؔ یہ کہ اعمال صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کئے گئے ہوں، نہ ان میں شرک ہو، نہ ریاء، نہ شہرت کی لالچ۔

دوّمؔ یہ کہ وہ حکم کے مطابق کئے گئے ہوں، یعنی بدعات سے پاک اور رائے و ہویٰ سے دُور بلکہ کتاب وسُنّت کی ہدایات کے بالکل موافق کئے گئے ہوں۔

یہ شرطیں پوری ہوں تو انھیں اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنا کر پیش کرنا چاہئے۔ ایسے اعمالِ صالحہ کے وسیلہ سے کی جانے والی دعائیں جلد یا بدیر قبول ہوتی ہیں۔

گذشتہ صفحات میں ہم نے جس طرح اسماءِ حسنیٰ کے وسیلہ کے دلائل قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ سے پیش کئے تھے، اسی طرح اعمالِ صالحہ کے وسیلے کے لئے بھی قرآن وسُنّت کے دلائل پیش کئے جائیں گے۔

EmaanLibrary.com

اس سلسلے میں دلائل تو بہت ہیں، لیکن ہم یہاں سب سے پہلی مثال قرآن مجید کی سب سے معروف، عظیم و جلیل سورہ "الفاتحہ" کو پیش کر رہے ہیں جو اعمالِ صالحہ کے وسیلہ پر شافی و وافی دلیل ہے۔

پہلی دلیل - الفاتحہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۝ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ ۝ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝

"سب تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے جو بڑا رحم کرنے والا، بڑی رحمت والا ہے۔ جزا کے دن کا مالک ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ دکھا ہم کو سیدھا راستہ، اُن کا راستہ جن پر انعام کیا تو نے۔ نہ اُن کا (راستہ) جن پر غضب کیا گیا اور نہ گمراہوں کا۔"

سورۂ فاتحہ کی یہ سات آیتیں نمازوں میں بار بار دہرائی جاتی ہیں۔ اس کی ابتدائی چار آیتیں اللہ کی حمد، اُس کی ثناء، بزرگی اور عبادت و استعانت کو اللہ کے ساتھ خاص کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔ اس کے بعد ہی بندہ اللہ سے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کی دُعا مانگتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

EmaanLibrary.com

"اللہ کا ارشاد ہے، میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندہ کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ بندہ جب اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے، "میرے بندے نے میری حمد کی"۔ اور جب بندہ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے، "میرے بندے نے میری ثنا کی"۔ اور جب وہ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے، "بندہ نے میری بزرگی بیان کی اور کبھی کہتا ہے، بندہ نے خود کو میرے سپرد کر دیا ہے" اور جب وہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے، "یہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے اور میرے بندہ کیلئے وہ سب کچھ ہے جو وہ مانگ لے"۔ اور بندہ جب اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ، کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، "یہ میرے بندہ کے لئے ہے اور میرے بندہ کے لئے وہ سب کچھ ہے جو وہ مانگ لے"۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ الفاتحہ کو اَلصَّلٰوۃ فرمایا۔ اِس لئے کہ نماز عمل ہے اور پوری سورہٗ فاتحہ دعوتِ عمل ہے۔ اس حدیث میں اللہ نے سورہ کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا ہے۔ نصف اوّل الحمد للہ رب العلمین سے ایاك نستعین تک ہے۔ یہ نصف اوّل تمام تر اللہ کی حمد و ثنا پر مشتمل ہے جو بندہ کا بہترین عمل ہے۔ آخر حمد و ثناء و تمجیدِ الٰہی سے بڑھ کر بندہ کا کونسا عمل ہو سکتا ہے؟

اِن چاروں آیات میں اللہ کی صفتِ رُبوبیت، رحمت، مالکیت کا بندہ کی طرف سے

EmaanLibrary.com

اقرار ہے۔ بندہ اللہ کی ان اعلیٰ صفات کا ذکر کرتے کرتے اللہ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ اسے اپنے ایمان واحسان کی آنکھوں سے اللہ کا جلوہ نظر آنے لگتا ہے اور وہ خود کو اللہ کے سامنے موجود پاتا ہے۔ اس وقت وہ اس کو براہِ راست مخاطب کر کے پکار اٹھتا ہے:

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ "اے اللہ ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں"

بندہ نے پہلے بندگی خالص کا اقرار کیا، پھر اللہ سے مدد چاہی، اس لئے کہ بندگی مقصدِ زندگی ہے اور استعانت وسیلہ ہے۔ بندہ نے شرک سے برأت کا اظہار کر کے بندگی صرف اللہ کے لئے خاص کر دی اور مدد و پناہ کے لئے صرف اسی کا سہارا حاصل کیا۔

سورہ کا نصف ثانی تمام تر سوال و دعا پر مشتمل ہے جو دراصل نصف اوّل کے وسیلہ کا تقاضا ہے۔ صراطِ مستقیم کی ہدایت کی دعا اور انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کی راہ پر چلنے کا سوال اور مغضوب و گمراہ یہود و نصاریٰ کی راہ سے بچنے کی دعا مومن کا سرمایہ حیات ہے۔

افسوس ... قرآن مجید کی اس عظیم ترین سورہ کو جو "اُمُّ القرآن" کا درجہ رکھتی ہے اور جس کے مثل تورات و انجیل اور دوسرے آسمانی صحیفوں میں کوئی سورہ نازل ہی نہیں کی گئی اور جو ہمارے لئے "شافی" اور "کافی" ہے، آج اسے صرف

EmaanLibrary.com

مروّجہ "الفاتحہ" کے لئے رسماً استعمال کیا جاتا ہے اور بس۔ فَلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

دوسری دلیل

آدم علیہ السّلام کا اعترافِ قصور، ندامت و دُعا

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا	"ان دونوں نے کہا، اے ہمارے رب، ہم نے اپنی جانوں پر ظلم
وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا	کیا اور اگر تو نے ہم کو معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم
لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝	بہت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے":

(الاعراف ۲۳)

آیتِ کریمہ کے اِن کلماتِ طیّبہ کو اللہ تعالیٰ ہی نے حضرت آدم علیہ السّلام کو سکھایا تھا کہ وہ انھیں وسیلہ بنا کر اللہ سے توبہ کریں اور معافی کی درخواست گذاریں جیسا کہ ارشاد ہے:

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ	"پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھے (اور معافی مانگی)
فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ	تو اس نے ان کا قصور معاف کر دیا۔ بیشک وہ معاف
التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝	کرنے والا رحم کرنے والا ہے":

(البقرہ ۳۷)

اور مشہور مفسّرین کا اتّفاق ہے کہ وہ سیکھے ہوئے کلمات آدم علیہ السّلام کی یہی مشہور دعاءِ استغفار ہے جس کے وسیلہ سے اُن کی دُعا اللہ نے قبول فرمائی۔

EmaanLibrary.com

اس آیت میں ظاہری وسیلہ "گناہوں کا اقرار ہے اور خطا کا اعتراف" اور اس پر "توبہ کی ندامت" بڑا عظیم اور صالح عمل ہے جو مغفرت کے لئے بڑا محبوب وسیلہ ہے۔ چونکہ اس عملِ صالح کی تعلیم خود اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو دی تھی، اس لئے یہ اللہ کا تلقین کردہ وسیلہ ہے۔ اور قرآن میں اللہ نے اسے محض اسی لئے ذکر فرمایا ہے کہ یہ وسیلہ صرف آدم علیہ السّلام کے لئے مخصوص نہیں، بلکہ عام مسلمانوں کو اس وسیلہ کی تلقین فرمائی گئی ہے، اور آدم علیہ السّلام نے بھی جب تک اس وسیلہ کو استعمال نہیں کیا، اللہ نے اُن کی توبہ قبول نہیں فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ آدم علیہ السّلام نے اللہ سے عرض کیا: "کیا تُو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا؟" فرمایا گیا: "بے شک"۔ آدم نے کہا: "اور تُو نے میرے اندر اپنی رُوح نہیں پھُونکی؟" فرمایا گیا: "بے شک"۔ آدم نے کہا: "اور کیا تُو نے مجھ پر فرض نہیں کیا کہ میں اس وسیلہ پر عمل کروں؟" فرمایا گیا: "بے شک"۔ آدم نے کہا: "اگر میں توبہ کر لوں تو کیا تُو مجھے جنت میں دوبارہ نہیں بھیجے گا؟" فرمایا گیا: "ضرور"۔ (مُستدرک حاکم)

بس، یہ ہے وہ عملِ صالح کا وسیلہ جسے آدم و حوّا نے اپنے قصور کے اعتراف و استغفار کے ذریعہ بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا اور اللہ نے اسے قبول فرمایا اور تصدیق و ترغیب کے لئے اپنی کتاب قرآن کریم میں اس کا ذکر فرمایا۔

EmaanLibrary.com

تیسری دلیل

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیت اللہ کی تعمیر کو وسیلہ بنانا

وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○ (البقرۃ ۱۲۸)

"اور جب ابراہیم اور اسمٰعیل بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے (تو دعا کئے جاتے تھے) اے ہمارے پروردگار! ہم سے یہ خدمت قبول فرما. بیشک تو سننے والا جاننے والا ہے۔ اے ہمارے پروردگار، ہم کو اپنا فرمانبردار بنائے رکھ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع بناتے رہیو اور اے ہمارے رب ہم کو ہمارے طریقہ عبادت بتا اور ہمارے حال پر توجہ فرما. بیشک تو توجہ فرمانے والا مہربان ہے"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مکہ میں "بیت اللہ" کی تعمیر کا حکم دیا. حضرت ابراہیم علیہ السلام حکم کی تعمیل کے لئے مکہ تشریف لے گئے اور ایک ٹیلے کی طرف اشارہ کر کے حضرت اسمٰعیل سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں مجھے کعبہ کی تعمیر کا حکم فرمایا ہے. چنانچہ باپ بیٹے بیت اللہ کی تعمیر میں لگ گئے. حضرت اسمٰعیل پتھر اٹھا کر لاتے اور حضرت ابراہیم تعمیر فرماتے.

بنیاد بلند ہو گئی تو ایک بڑا پتھر دیوار کے پاس لا کر رکھ دیا اور اس پر

EmaarLibrary.com

کھڑے ہو کر دیوار جوڑنے لگے۔ یہ وہی پتھر ہے جسے قرآن میں "مقامِ ابراہیم" کہا گیا ہے۔

وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى "اور مقامِ ابراہیم کو مصلیٰ بناؤ"۔

باپ بیٹے دیوار چُن رہے تھے اور دونوں کی زبان پر یہی دُعا تھی:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ، وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝

یہاں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کو اپنی دعا کا وسیلہ بنایا اور اللہ کے گھر کی تعمیر سے بڑھ کر کونسا صالح عمل ہو سکتا تھا، جو روئے زمین پر سب سے مقدس مقام ہے اور جس کی طرف لوگوں کے دل محبت و شوق سے کھنچتے ہیں، اور معمار بھی ابو الانبیاء ابراہیم خلیل اللہ تھے، جنھیں خیر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم کے جدِّ اعلیٰ ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ انھیں حق تھا کہ بیت اللہ کی تعمیر جیسے صالح عمل کو بارگاہِ الٰہی کا تقرب حاصل کرنے اور اپنی پاکیزہ دعاؤں کی قبولیت کے لئے وسیلہ بناتے۔

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی دُعا سے قبل اپنی زندگی کے سب سے محبوب اور یادگار عمل تعمیرِ کعبہ کو وسیلہ بنایا۔ ہم ان کی ذُرّیت میں "اُمّتِ مسلمہ" ہیں۔ ہمارا بھی یہی فرض ہے کہ اپنی دعاؤں سے قبل اپنی زندگی کے کسی محبوب و مبارک عمل کو وسیلہ بنائیں۔

EmaanLibrary.com

چوتھی دلیل

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کے پاس اپنے خاندان کی آبادی کو وسیلہ بنایا

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ۝

"اے پروردگار! میں نے اپنی اولاد میدان (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں، تیرے عزت والے گھر کے پاس لا بسائی ہے، اے پروردگار! تاکہ یہ نماز پڑھیں، تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ اُن کی طرف جھکے رہیں اور اُن کو پھلوں سے روزی دے تاکہ (تیرا) شکر کریں۔"

(ابراہیم، ۳۷)

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مشہور دُعا ہے جو انھوں نے بیت اللہ کی تعمیر کے بعد کی تھی۔ اُس وقت انھوں نے حکمِ الٰہی کے مطابق اس تپتی ریت اور آگ برساتی دھوپ والی بنجر اور غیر آباد زمین پر محض بیت اللہ کی آبادی اور اس میں نماز و عبادت کی ادائیگی کی پاک نیت سے اپنی محبوب بیوی ہاجرہ اور لختِ جگر اسمٰعیل علیہ السلام کو آباد کر دیا تھا۔

بلاشبہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ کی ذات پر بھرپور توکل، اطمینان اور اس کی مدد پر کامل یقین کا عظیم ترین مثالی عمل تھا جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت، کامل سپردگی

EmaanLibrary.com

اور ایثار کے لئے رہتی دنیا تک مومنین و مخلصین کے لئے اسوۂ حسنہ کا کام دے گا۔

اس اطاعت و توکل اور اللہ کے گھر کی آبادی کے اس "صالح عمل" کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں "وسیلہ" بنا کر اپنی وہ یادگار اور مقبول دعا فرمائی جس کی قبولیت کے ثمرات و نتائج سے آج تک ساکنینِ حرم مستفید ہو رہے ہیں۔ فرمایا:

فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝

"تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ ان کی طرف جھکیں اور ان کو پھلوں سے روزی دے تاکہ وہ تیرا شکر کریں۔"

ابراہیم علیہ السلام کے اس مشروع وسیلہ کو اللہ نے قبول فرمایا اور مکہ کی اس بنجر اور بے آباد سرزمین کو دنیا کے کروڑوں موحدین کا مرکزِ محبت و عقیدت بنایا۔ عقیدتمند وہاں کی خاک کو سرمۂ بصیرت بنائے ہوئے ہیں اور ہر روز لاکھوں بے قرار دل بیت اللہ کا طواف کر کے اور مقامِ ابراہیم پر نماز پڑھ کر اپنے قلوب کو تسکین دیتے ہیں، اور ہر سال موسمِ حج میں عالمِ اسلام کا قلب اذانِ ابراہیمی پر لبیک کہتا ہوا یہاں امڈ آتا ہے۔ یہ سب وسیلۂ ابراہیمی کی قبولیت اور ان کی دعا کی برکات ہیں۔

اسی طرح پوری وادیٔ مکہ ہمیشہ دنیا بھر کے عمدہ اور لذیذ پھلوں سے بھری ہوئی رہتی ہے جس کی شہادت خود اللہ نے دی ہے۔ فرمایا:

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا "کیا ہم نے ان کو حرم میں جو امن کا مقام ہے جگہ نہیں دی

EmaanLibrary.com

يُجْبٰىٓ اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا ۔ (القصص، ۵۷) جہاں ہر قسم کے پھل پہنچائے جاتے ہیں اور یہ رزق ہماری طرف سے ہے"۔

اللہ کے گھر کی تعمیر اور بنجر مقام پر محض خانۂ خدا کی آبادی اور نماز کی ادائیگی کی نیت سے بستی آباد کرنا سنتِ ابراہیمی ہے اور اللہ کی بارگاہ تک تقرب کا بہترین وسیلہ ہے جو ہم تمام بندگانِ خدا کے لئے لائقِ اتباع ہے۔

پانچویں دلیل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حمد و تسبیح و استغفار کو وسیلہ بنانے کا حکم دیا گیا

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (سورۃ النصر)

"اور جب اللہ کی مدد آپہنچی اور فتح حاصل ہو گئی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ غول کے غول اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرو اور اس سے مغفرت مانگو۔ بے شک وہ معاف کرنے والا ہے"۔

یہ قرآن مجید کی سب سے آخری سورہ ہے جس میں خبر دی گئی ہے کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی حیات خاتمہ کے قریب ہے اور جلد ہی آپ رفیقِ اعلیٰ سے ملنے والے ہیں، کیونکہ اب آپ کی دینی مہم مکمل ہو چکی ہے اور دنیا میں آپ اپنی دعوت و تبلیغِ رسالت کا کام پورا کر چکے ہیں۔ چنانچہ اس سورہ کے نزول کے چند ماہ بعد ہی

EmaanLibrary.com

آپ کی زندگی کا سورج غروب ہو گیا۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اس سورہ میں نہایت واضح الفاظ میں آپ کو سفرِ آخرت کی تیاری کا حکم دیا گیا ہے اور وہ ہے آپ کی بخشی بخشائی پاک و معصوم زندگی کے آخری حصے کو تسبیح و تحمید و استغفار کے نور سے منور کرنا تاکہ "بندہ مغفور" "عبدِ شکور" بن کر اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو۔

اور یہی حمد و تسبیح و استغفار کے نغمے بارگاہِ الٰہی میں آخری وسیلہ ثابت ہوں۔ رسول و مرشد اور قائد و شفیع صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آخری اسوۂ حسنہ کہ مومن کی اعمال صالحہ سے بھری پوری حیات مبارکہ پر آخری مُہر اسی تسبیح و حمد و استغفار کے وسیلہ کی ہونی چاہیے ——— وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ۔

چھٹی دلیل
ایمانِ خالص کا وسیلہ

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ	اے پروردگار ہم نے ایک ندا کرنے والے کو سُنا کہ ایمان کیلئے پکار رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے۔ اے پروردگار، ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیوں کو ہم سے محو کر اور ہم کو دنیا سے نیک بندوں کے ساتھ اُٹھا۔ اے پروردگار، تو نے جن جن چیزوں کے وعدے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ ہم سے کئے ہیں وہی عطا فرما

EmaanLibrary.com

وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ	اور ہمیں قیامت کے دن رُسوا نہ کر، بلاشبہ تو اپنے وعدے
لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَھُمْ	کے خلاف نہیں کرتا۔ تو اُن کے پروردگار نے ان کی دُعا
رَبُّھُمْ اَنِّىْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ	قبول کرلی اور فرمایا کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو، وہ مرد
مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ	ہو یا عورت، ضائع نہیں کرتا۔ تم ایک دوسرے کی جنس ہو
مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ ھَاجَرُوْا	تو جو لوگ میرے لئے وطن چھوڑ گئے اور اپنے گھروں سے
وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِھِمْ وَاُوْذُوْا	نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور
فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ	قتل کئے گئے، میں اُن کے گناہ دُور کردوں گا اور
عَنْھُمْ سَيِّاٰتِھِمْ وَلَاُدْخِلَنَّھُمْ	اُن کو ایسی بہشتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ۚ	نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ اللہ کے یہاں سے
ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ	بدلہ ہے۔ اور اللہ کے ہاں اچھا بدلہ ہے۔"
عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝	

(آل عمران - ۱۹۵)

یہ آیاتِ کریمہ اس بات پر روشن دلیل ہیں کہ ایمان بڑا عظیم عمل صالح ہے۔ بلکہ وہ اعمالِ صالحہ میں سب سے بلند ہے اور اس کی مضبوط بنیاد و اساس ہے، اس لئے کہ عمل چاہے کتنا ہی صالح کیوں نہ ہو، جب تک اس میں ایمان مضبوط نہ ہو وہ بیکار محض ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایمان اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا کی قبولیت کے لئے مقبول وسیلہ ہے۔

EmaanLibrary.com

اسی ۔ اِدھر حق کی یہ آواز سُن کر عقل و ہوش والے لوگ پکار اُٹھتے ہیں "اٰمَنَّا"
یعنی اے اللہ، ہم نے تیرے منادی کی آواز سُنی جو آواز دے رہا تھا "اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ"
اپنے رب پر ایمان لاؤ ۔ پس اے ہمارے رب، ہم نے تیرے منادی کی آواز پر
لبیک کہا، اس کی تصدیق کی اور دل کی گہرائیوں سے اس کی دعوت قبول کرلی ۔
اور تجھ پر ایمان لائے ۔

"اٰمَنَّا" کا یہ مختصر لفظ سُننے اور بولنے میں بڑا معمولی اور ہلکا معلوم ہوتا ہے
لیکن اس کی قدر و قیمت، ضخامت اور وزن پوری کائنات پر بھاری ہے ۔ یہ ایمان
وسیع ہے اللہ کی ذاتِ برحق پر، اُس کے فرشتوں پر، اُس کی کتابوں پر، اُس کے سب
رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور خیر و شر کی تقدیر پر ۔

اور یہ ایمان کتاب اللہ کی تعلیمات کو سمیٹ کر قلوب میں داخل ہوتا ہے
اور اس پر چھا جاتا ہے ۔ پھر ان ایمان بھرے قلوب سے اعضاء و جوارح پر ایمانی علامات و
برکات کا ظہور ہوتا ہے، ان سے اللہ کی مرضی کے اعمال صادر ہوتے ہیں ۔ احکاماتِ
الٰہی کی ان سے تطبیق ہوتی ہے، اور منہیاتِ الٰہی سے مکمل اجتناب ۔

ایمانِ کامل کی قدر و قیمت اور اللہ کے یہاں اس کی محبوبیت کا علم اُن
اربابِ دانش کو خوب ہے، اسی لئے وہ اسے وسیلہ بنا کر پہلے بارگاہِ الٰہی میں
پیش کرتے ہیں پھر دل کی مُراد زبان پر لاتے ہیں :

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝

EmaanLibrary.com

یعنی اے اللہ ہم نے تیرے رسول کی آواز پر لبیک کہا اور اُس کی حق وخیر وہدایت سے معمور دعوت قبول کی۔ اب تو اس کے وسیلہ سے ہمارے گناہ بخش دے، ہماری خطائیں معاف فرما اور ہمیں اپنے پاس بُلا کر انھیں صالح بندوں کے ساتھ شامل کر جو حق وہدایت کی انھیں راہوں پر چل کر گئے ہیں اور اپنا وعدہ ہم سے پورا فرما اور قیامت کی رُسوائی سے محفوظ رکھ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مُخلص بندوں کے اس ایمانی وسیلہ کو قبول فرمایا اور ان کی دعاؤں کی قبولیت کی بشارت اِن الفاظ میں دی۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝

اِن آیات کا ترجمہ اوپر گذر چکا ہے۔ اِن تفصیلات سے معلوم ہوا کہ ایمانِ خالص اعلیٰ ترین وسیلہ و عملِ صالح ہے۔

EmaanLibrary.com

ساتویں دلیل

دشمن کے مقابل ثابت قدمی کا وسیلہ

وَكَأَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

(آل عمران، ۱۴۸)

"اور کتنے نبی ہوئے ہیں جن کے ساتھ ہو کر اہل اللہ (خدا کے دشمنوں سے) لڑے ہیں. تو جو مصیبتیں اُن پر راہِ خدا میں واقع ہوئیں ان کے سبب انھوں نے نہ تو ہمت ہاری اور نہ بزدلی کی نہ (کافروں سے) دبے، اور اللہ صبر کرنیوالوں کو پسند کرتا ہے. اور اس حالت میں ان کے منہ سے کوئی بات نکلتی تو یہی کہ اے پروردگار، ہمارے گناہ اور زیادتیاں جو ہم اپنے کاموں میں کرتے ہیں، معاف فرما اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافروں پر فتح عنایت فرما. تو اللہ نے اُن کو دنیا میں بھی بدلہ دیا اور آخرت میں بھی بہت اچھا بدلہ دے گا اور اللہ نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے."

اِن آیتوں میں اُن لوگوں کو عتاب کیا گیا ہے جنہوں نے معرکۂ اُحد میں شکست کھائی اور محض اس افواہ پر لڑائی چھوڑ دی اور پست ہمت ہو گئے کہ کسی نے

EmaanLibrary.com

شور مچا دیا کہ معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے گئے۔

ایسے لوگوں کو عار دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ پچھلے انبیاء کے اصحاب کا حوالہ دے رہے ہیں کہ کتنے انبیاء کے ساتھ ایسا ہوا کہ نبی شہید کر دیئے گئے، لیکن ان کے ساتھ لڑنے والے صحابہ نہ تو پست ہمت ہوئے، نہ کمزور پڑے، بلکہ پوری طاقت کے ساتھ دشمن کے مقابل ڈٹے رہے اور اپنے دین کا دفاع کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ سے ثبات قدمی اور صبر و استقامت کی دعا بھی مانگتے رہے، اور میدانِ جنگ میں اپنی ثبات قدمی کو وسیلہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی ثبات قدمی کو پسند فرمایا اور اُن کی دعا قبول فرمائی۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ دشمنِ خدا کے مقابل میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہنا اور دین کی عزت کی خاطر صبر و استقامت کا ثبوت دینا بڑی عظیم نیکی اور کارِ ثواب ہے جس کو وسیلہ بنا کر اپنی مغفرت اور لغزشوں کی معافی اور فتح و نصرت کی دعا مانگنی چاہیے، جیسا کہ آیاتِ مذکورہ میں پچھلے انبیاء کے اصحاب نے کیا اور اللہ نے اُن کے اس وسیلہ اور دعا کو قبول کرنے کی بشارت دی۔

فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ "اللہ نے اُن کو دنیا میں بھی بدلہ دیا اور آخرت میں بھی اچھا بدلہ دے گا اور اللہ نیکو کاروں کو پسند کرتا ہے۔"

موجودہ دور میں بھی ہماری ذلت و نکبت کے خاتمہ اور دنیا و آخرت کے بہتر انجام کے حصول کیلئے یہ آیات اپنے اندر کتنی عبرت و موعظت رکھتی ہیں اور کتنے مؤثر وسیلہ کی ترغیب دیتی ہیں۔

EmaanLibrary.com

آٹھویں دلیل

اللہ پر توکل کا وسیلہ

وَقَالَ مُوسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ○ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○

"اور موسیٰ نے کہا، بھائیو اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اگر فرمانبردار ہو تو اسی پر بھروسہ رکھو۔ تو وہ بولے، ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار، ہم کو ظالم لوگوں کے ہاتھ سے آزمائش میں نہ ڈال اور اپنی رحمت سے ہمیں قوم کفار سے نجات بخش۔

(یونس، ۸۶)

اللہ پر توکل کرنا اس کی عظیم عبادت ہے، لیکن ضروری ہے کہ توکل ہر چیز میں کیا جائے۔ جو شخص اللہ پر پوری طرح توکل کرے گا وہ اپنی آخرت اور دنیا کی کسی بھی کوشش میں ناکام نہ ہوگا۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ توکل عمل اور اسباب کے ساتھ کیا جائے۔ جو شخص جنت میں جانے کے لئے اللہ پر توکل کرے، لیکن اس کے لئے عقیدہ، عبادت اور عمل کسی پر کاربند نہ ہو تو وہ ہرگز جنت میں نہ جا سکے گا۔ نیز اسی طرح دنیا کا کام ہو یا آخرت کا، ان کی کامیابی کے لئے صرف اعمال و اسباب پر بھی تکیہ نہیں کرنا چاہیے، بلکہ یہ ایمان و توکل رکھنا چاہیے کہ کامیابی کا مدار اللہ کی توفیق اور

EmaanLibrary.com

اُس کی رحمت پر ہے۔ مثلاً کہنا چاہئے کہ مجھے اپنی تجارت میں نفع اور کھیتی میں پیداوار اور کسی کام میں کامیابی صرف اپنی مہارت اور عمل سے نہیں ہوتی، بلکہ ان سب اعمال و اسباب کی فراوانی کے باوجود نتائج کے ظہور اور کامیابی کے حصول کے لئے میں اللہ تعالیٰ پر ایمان و توکّل رکھتا ہوں۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے:

لَا یَدْخُلُ اَحَدُکُمُ الْجَنَّۃَ بِعَمَلِہٖ "کوئی شخص محض اپنے عمل سے جنّت میں نہیں داخل ہوگا

قَالُوْا وَلَا اَنْتَ یَارَسُوْلَ اللہِ! لوگوں نے کہا، اور آپ بھی اے اللہ کے رسولؐ؟

قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ فرمایا، میں بھی نہیں۔ ہاں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت

یَّتَغَمَّدَنِیَ اللہُ بِرَحْمَتِہٖ۔ میں ڈھانپ لے"۔

پس معلوم ہوا کہ "عمل بلا توکّل اور توکّل بلا عمل" دونوں ہی غلط ہیں، بلکہ صحیح یہ ہے کہ عمل کر کے نتائج کے لئے اللہ پر توکّل کیا جائے۔ ان تفصیلات سے توکّل کی حقیقت معلوم ہوئی۔ یہی وہ توکّل ہے جس کی تاکید اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء کرام کو فرمائی ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام کی بابت فرمایا کہ وہ اپنی قوم کو نصیحت فرما رہے ہیں:

یٰقَوْمِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللہِ "میرے بھائیو، اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اس پر

فَعَلَیْہِ تَوَکَّلُوْٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ ۝ توکّل کرو، اگر تم فرمانبردار ہو تو ایسا کرو"۔

اِس لئے کہ ایمان اور اسلام کا حقیقی تقاضا یہی ہے کہ تم اللہ پر توکّل رکھو

EmaanLibrary.com

اور اپنے اُمور کو اللہ کے حوالہ کرو اور ان کے نتائج پر اطمینان کرو۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے مومنوں نے دل سے اس کی اطاعت کی، اور عملاً اللہ پر توکل کیا اور بیک زبان ہو کر بول پڑے:

عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا "ہم نے اللہ پر توکل کیا"۔

موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے دو بڑے صالح اعمال کئے:

اوّل۔ اپنے نبی کی اطاعت، دوم۔ اللہ پر توکل

پھر انھیں دونوں صالح اعمال کو وسیلہ بنا کر اللہ کے حضور میں پیش کیا اور ظالم قوم کے تختۂ مشق ہونے سے نجات کی دُعا کی:

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ "اے ہمارے رب ہم کو ظالم لوگوں کے ہاتھ سے آزمائش میں نہ ڈال"۔

برادرانِ اسلام! —— غور فرمائیے کہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے اُن کے اصحاب نے کس طرح حضرت موسیٰ ؑ کی نصیحت پر عمل کیا اور اطاعت و توکل جیسے محبوب اور صالح عمل کا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا، اور فرعون جیسے ظالم انسان اور اُس کے حواریوں سے نجات کی دعا مانگی، اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس عملِ صالح کے وسیلہ سے اُن کی دُعا قبول فرمائی اور انھیں فرعون اور اُس کے لشکریوں سے نہ صرف نجات دی، بلکہ فرعون اور فرعونیوں کو ہمیشہ کے لئے غرق اور تباہ کر کے رہتی دنیا تک کے لئے عبرت و نشانی بنا دیا۔

EmaanLibrary.com

یہ ہے اطاعتِ رسول اور توکّل کے وسیلہ اور دُعا کی برکت و قبولیت کا انعام جو مومنین صادقین کو اللہ نے عطا کیا۔ آج ہم بھی اگر اسی وسیلہ کو اپنائیں اور اطاعت و توکّل کو اپنا شعار بنالیں تو ہماری مُرادیں بھی پوری ہوں گی اور اپنے پچھلے مومن بھائیوں کی طرح ہم بھی کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔

اللہ کے بندو! — قرآن مجید اعمالِ صالحہ کے وسیلہ کی مثالوں سے بھرا ہوا ہے۔ ہم نے محض اختصار کی غرض سے یہ چند مثالیں پیش کی ہیں۔ تفصیل کیلئے پورا قرآن آپ کے سامنے موجود ہے۔ اعمالِ صالحہ کے یہ شاندار نمونے قرآن میں محض اسی لئے پیش کئے گئے ہیں کہ ہم ان پر عمل کریں اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کے لئے انھیں نمونہ بنائیں۔

اعمالِ صالحہ بھی عبادت ہیں اور اُن کا وسیلہ بھی عبادت ہے۔ یہ نُورٌ علیٰ نُور عبادت و تقرب اللہ کی رضا اور ہماری مغفرت کی ضمانت ہے۔

فَسُبْحَانَہٗ لَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ وَلَا رَبَّ سِوَاہُ۔

EmaanLibrary.com

بارگاہِ الٰہی میں مومن کے اعمالِ صالحہ کا وسیلہ اور اُس کے دلائل

صحیح احادیث کی روشنی میں

اعمالِ صالحہ کا وسیلہ لینے کی مثالیں احادیثِ صحیحہ میں بے شمار ہیں جن کے لئے کتاب کے یہ محدود اوراق کافی نہیں ہیں، لیکن نمونہ کے طور پر چند احادیث کا ایک گلدستہ آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے تاکہ اس کی خوشبو سے آپ اپنے مشامِ جاں کو معطر کرلیں اور آپ کے ساتھ دوسرے بھائی بھی لُطف اندوز ہوں اور حقیقی لذت کا سُرور تو اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب آپ کے ساتھ دوسرے احباب بھی مسرور ہوں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو علم دنیا میں نہ پھیلتا اور اس کی معرفت عام نہ ہوتی اور علماء اپنے سینوں ہی میں علم دبائے دنیا سے چلے جاتے اور ان کے مرنے سے علم بھی مر جاتا، لیکن یہ اللہ کی حکمت ہے کہ نیکی کرنے میں بھی اُس نے لذت بخشی ہے اور اس کی نشر و اشاعت کو بھی لذتوں سے معمور کر دیا ہے جس کا لُطف وہی لوگ اُٹھاتے اور جانتے ہیں جو اپنا عیش و آرام قربان کرکے رُوح و بدن میں بسی ہوئی اس کی لذت و رونق کو عام کرتے ہیں۔

اللہ تیرا شکر ہے کہ تُو نے یہ لذتِ علم و تبلیغ ہمیں بخشی۔ اب تیرے فضل و کرم اور عزت و جلال کے واسطے سے یہ دُعا ہے کہ تُو ہمیں دین کا علمِ صحیح عطا فرما اور

EmaanLibrary.com

اپنے انعام پانے والے بندوں کی صراطِ مستقیم پر نہیں چلا۔

حدیث کی شرعی حیثیت:۔ یہ یاد رہے کہ قرآن ہی کی طرح حدیث کو بھی دلیل و حُجت کا درجہ حاصل ہے، اس لئے کہ حدیث بھی شریعت ہے اور قرآن بھی شریعت ہے اور جس طرح قرآن اللہ کی طرف سے وحی ہے، حدیث بھی اللہ کی طرف سے وحی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام جس طرح قرآن لے کر حضور کے پاس آتے تھے اسی طرح احادیث بھی لے کر آتے تھے اور جس طرح آپ کو قرآن سکھاتے تھے اسی طرح حدیث بھی سکھاتے تھے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ بُعِثْتُ بِالْقُرْاٰنِ وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ۔ "اُس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں قرآن اور اس کے مثل اور چیز کے ساتھ بھیجا گیا ہوں"۔

اور "مثل" سے مُراد "حدیث" ہے۔

حدیث کی بابت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ بیان وحیِ الٰہی کے مطابق ہے۔ اس لئے کہ ارشادِ الٰہی ہے:

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی، اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ؁ "آپ نہیں بولتے اپنی طبیعت سے بلکہ قول آپ کا وحی ہے جو آپ پر کی جاتی ہے"۔

معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث استدلال میں دونوں برابر ہیں۔

علّامہ ابنِ قیّم کا بیان:۔ حجیتِ حدیث کے متعلق علّامہ ابن القیّم نے اپنی کتاب "اعلام الموقعین" جلد اوّل صفحہ ۲۹ میں آیت یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

EmaanLibrary.com

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے حکم والوں کی) کی تفسیر میں کتنی عمدہ بات لکھی ہے کہ اللہ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا اور اطاعت کے فعلِ امر کو دو مرتبہ ارشاد فرمایا تاکہ واضح ہو جائے کہ اللہ کی طرح رسول کی اطاعت بھی مستقلاً واجب ہے۔ خواہ رسول کا حکم کتاب اللہ میں موجود ہو یا نہ ہو، اس لئے کہ اللہ نے کتاب کے ساتھ ساتھ اپنے رسول کو کتاب کے مثل اور چیز بھی دی ہے اور وہ حدیث ہے، لیکن "اُولُو الامر" کی اطاعت کے لئے "اَطِیْعُوْا" کا فعلِ امر نہیں بیان کیا بلکہ اُن کی اطاعت کو رسول کی اطاعت کے تابع کر دیا۔ یعنی اُولُوا الامر رسول کی اطاعت کے مطابق جب تک حکم دیں تب تک اُن کی اطاعت جائز ہے، اور جب وہ رسول کی مخالفت کا حکم دیں تو ایسی اطاعت معصیت اور حرام ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ" خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ اور فرمایا: "اِنَّمَا الطَّاعَۃُ فِی الْمَعْرُوْفِ" یعنی اطاعت معروف کاموں میں جائز ہے۔

بہرحال احادیثِ صحیحہ سے اعمالِ صالحہ کے توسل کی چند مثالیں یہاں پیش کی جا رہی ہیں جن پر عمل اور اتباع ہمارا ایمانی فریضہ ہے۔

EmaanLibrary.com

پہلی دلیل

نمازِ تہجد کی نورانی دُعا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کی نماز کے لئے اُٹھتے تھے تو یہ دعا فرماتے تھے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ	"اے اللہ ہمارے رب! تیرے ہی لئے سب تعریف ہے، تو ہی
قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ	آسمانوں اور زمین کا اور اُن میں رہنے والوں کا قائم کرنے والا
فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ رَبُّ	ہے، اور سب تعریف تیرے ہی لئے ہے تو ہی آسمانوں اور
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ	زمین کا اور اُن میں رہنے والوں کا رب ہے، اور سب
وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ	تعریف تیرے ہی لئے ہے تو ہی آسمانوں اور زمینوں اور
وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ	اُن میں رہنے والوں کا نور ہے اور سب تعریف تیرے ہی لئے
اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ	ہے، تو حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تیری ملاقات حق ہے
حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ	اور تیرا قول حق ہے اور جنت حق ہے اور جہنم حق ہے
وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ	اور سب انبیاء حق ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں
وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ	اور قیامت حق ہے۔ اے اللہ میں تیرے لئے فرمانبردار
اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ	ہوا اور تجھ پر ایمان لایا اور تیرے ہی اوپر توکل کیا
وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ	اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیری ہی مدد سے

EmaanLibrary.com

وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ	جھگڑتا ہوں اور تیری ہی طرف فریاد لایا ہوں،
فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ	پس تو معاف کر مجھ سے جو میں نے پہلے کیا اور جو بعد میں
وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، وَمَا اَنْتَ	کیا اور جو چھپا کر کیا اور جو ظاہر میں کیا اور جن کو تُو
اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ	مجھ سے زیادہ جانتا ہے، تو ہی آگے اور پیچھے کرنے والا
اَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ۔	ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ۔

(بخاری و مسلم)

اس طویل نورانی دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی صفات، اُس کے اسماءِ حسنیٰ اور عملِ صالح کا وسیلہ اپنی دعا کے پہلے پیش کیا۔ اس طرح اس دعا میں دوہرا وسیلہ ہے، صفاتِ الٰہی اور اسماءِ حسنیٰ کا اور عملِ صالح کا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وسیلہ اللہ کی اس تعریف سے شروع کیا کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کا رکھوالا ہے، پھر آپ اپنے اس ایمان کا اظہار فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حق ہے اور ایمان والوں سے اس کا وعدہ رضا و جنت سچا ہے۔ اسی طرح کافروں کے لئے ناراضگی اور جہنم کا وعدہ بھی سچا ہے اور یہ کہ قیامت کے دن اپنے بندوں سے اللہ کی ملاقات حق ہے اور اللہ نے جو کلام اپنے رسولوں پر نازل فرمایا ہے وہ سچا اور حق ہے اور جنت کا وجود اور اس کی نعمتوں کا حصول حق ہے اور وہی اہلِ ایمان کا ٹھکانا ہے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور جہنم کا وجود اور اس کا عذاب بھی سچا ہے اور وہ مشرکین و کافرین کا

EmaanLibrary.com

ٹھکانا ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ نہ اُن کا عذاب ہلکا کیا جائے گا نہ انھیں ذرا مہلت دی جائے گی، بلکہ ان کے چمڑے جب بھی اُدھڑیں گے تو ان کی جگہ نئی جلد پیدا ہو جائے گی، تاکہ انھیں بھرپور عذاب کا مزہ ملتا رہے۔ اور تمام انبیاء سچے تھے جنھیں اللہ نے بندوں تک اپنے امر و نہی کے پہنچانے کے لئے مبعوث کیا تھا، اور اُن میں سب سے آخری اور افضل اور اللہ کے نزدیک معزز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ کی رسالت حق ہے۔ آپ ہدایت اور دینِ حق لے کر آئے، اور یہ کہ قیامت حق ہے، اس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

ان مذکورہ بالا باتوں پر صدقِ دل سے ایمان لانا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اور بلاشبہ یہ ایمان و یقین بڑا عظیم عملِ صالح ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس اسلام، ایمان، انابت، سپردگی اور اللہ پر توکل کے اِس عملِ صالح کو اپنی دعا کی قبولیت کے لئے وسیلہ بنا کر پیش کیا اور پھر اپنے اگلے پچھلے، ظاہر و چھپے بھولے بسرے سب گناہوں کی معافی کی درخواست فرمائی۔ یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ اپنی دعاؤں سے قبل اپنے اعمالِ صالحہ کا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتے تھے۔ یہی اُمت کے لئے بھی "اُسوۂ حسنہ" ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بلاکم و کاست اپنے رسول کی سُنتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

EmaanLibrary.com

دوسری دلیل

سیّدُ الاستغفار

شدّاد بن اوس انصاریؓ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "سیدالاستغفار" یہ ہے کہ بندہ کہے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ، وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، وَاَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ، فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

"اے اللہ، تو ہی میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تُو نے ہی مجھ کو پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد اور وعدے پر ہوں، جب تک مجھ میں استطاعت ہے، تیری پناہ مانگتا ہوں اُس شر سے جو میں نے کیا ہے اور مجھ پر جو تیری نعمت ہے اس کا اعتراف کرتا ہوں اور اپنے گناہ کا بھی اعتراف کرتا ہوں تو مجھے بخش دے، تیرے سوا گناہوں کو کوئی نہیں بخش سکتا۔"

جس نے پورے یقین کے ساتھ یہ دُعائیں دن کے شروع حصّے میں پڑھیں اور شام ہونے سے پہلے مرگیا تو وہ جنّتی ہوگا، اور جس نے رات کو یقین کے ساتھ کہا اور صبح ہونے سے پہلے مرگیا تو وہ بھی جنّتی ہوگا۔" اس حدیث کو امام احمد بن حنبل، بخاری، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کو "سیدالاستغفار" فرمایا ہے۔

EmaanLibrary.com

اِس لئے کہ اس میں دُعا کی قبولیت کے بہت سے اسباب موجود ہیں یعنی توحیدِ ربوبیت، توحیدِ اُلوہیت، توحیدِ اسماء وصفات کا وِرد اور عملِ صالح یعنی اللہ کے عہد کو پابندی سے نباہنے کا عزم اور بندگیٔ رب میں اخلاص کا وعدہ، نفس کے شر اور اُس کے بُرے کاموں سے اللہ کی پناہ، اللہ کی نعمت کا اعتراف، اپنے گناہوں کا اقرار اور اللہ سے اس کی مغفرت کی دعا۔ اور اللہ کے سوا کون ہے جو بندوں کی خطائیں معاف کرے؟

یہ ہے سیّد الاستغفار جو بندے کا صالح ترین عمل ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وسیلہ بنا کر اپنی دعا کی قبولیت کے لئے بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا۔ سیّد الاستغفار اپنے معانی، ایمانی جذبات، اعترافِ نعمت اور استغفار کے اعتبار سے اس لائق ہے کہ ہر فردِ مسلم اسے درسِ حیات بنا لے اور بارگاہِ الٰہی میں اپنی حاجات پیش کرنے سے قبل اسے وسیلہ بنائے۔

تیسری دلیل

غار والوں کا قصّہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے والوں میں سے تین شخص راستہ چل رہے تھے کہ شام ہو گئی اور انھیں رات گذارنے کے لئے ایک غار میں پناہ لینی پڑی۔ غار میں جب وہ داخل ہوئے

EmaanLibrary.com

تو پہاڑ پر سے ایک چٹان سرک کر غار کے منہ پر آ گری اور یہ تینوں غار میں پھنس کر رہ گئے۔
ان تینوں نے مشورہ کیا کہ اب نجات کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص
اپنے سب سے اچھے عمل کے وسیلہ سے اللہ سے دعا مانگے۔

چنانچہ اُن میں سے ایک شخص نے کہا: "اے اللہ، میرے بوڑھے والدین تھے
میری عادت تھی کہ اُن کو دودھ پلانے سے پہلے میں اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلایا کرتا تھا۔
ایک دن میں ایک درخت کی تلاش میں دُور چلا گیا اور جب واپس آیا تو میرے ماں باپ
سو چکے تھے۔ میں نے اُن کو دودھ پلائے بغیر اپنے بال بچوں کو دودھ پلانا پسند نہیں کیا،
اور دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لے کر اُن کے بیدار ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ بچے میرے
پاؤں سے لپٹ کر بلکتے رہے، یہاں تک کہ فجر کا سویرا روشن ہو گیا، تب وہ بیدار ہوئے
اور دودھ پیا۔ اے اللہ! اگر یہ عمل میں نے صرف تیری رضا کی خاطر کیا ہے تو
اس کی برکت سے اس چٹان کی مصیبت سے ہمیں نجات دے۔"

چنانچہ چٹان تھوڑی سی سرک گئی، لیکن اتنی نہیں کہ وہ اس میں سے نکل سکیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "دوسرے شخص نے کہا: اے اللہ!
میری ایک چچازاد بہن تھی جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے اُس سے اپنی
بُری نیت کا اظہار کیا تو اُس نے انکار کر دیا، یہاں تک کہ وہ قحط سالی کے ہاتھوں
مجبور ہو کر میرے پاس آئی اور میں نے اسے ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیا کہ وہ
مجھے خلوت کا موقع دے۔ وہ اس پر راضی ہو گئی اور جب میں نے اُس پر پوری طرح

EmaanLibrary.com

قبضہ جمالیا تو وہ کہنے لگی کہ عصمت کی اس مُہر کو تم ناحق مت توڑو۔ یہ سُن کر اُس پر سوار ہونے سے میں رُک گیا اور اگرچہ وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی پھر بھی میں اس کے ساتھ اپنے بُرے خیال سے باز آگیا اور وہ اشرفیاں بھی معاف کر دیں جو میں نے اُسے دی تھیں ـــــ اے اللہ! اگر میں نے یہ عمل محض تیری رضا کے لئے کیا ہے تو ہمیں اِس چٹان کی مصیبت سے نجات دے۔"

چنانچہ چٹان تھوڑی سی اور سرک گئی، لیکن اتنی نہیں کہ وہ سب اس میں سے نکل سکیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تیسرے شخص نے کہا کہ "اے اللہ! میں نے کئی مزدور اُجرت پر رکھے اور سب کی مزدوری ادا کر دی لیکن ایک مزدور اپنی اُجرت چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اُس کی مزدوری کو خوب بڑھایا یہاں تک کہ بڑھ کر کافی مال ہو گیا۔ ایک مدّت کے بعد وہ آیا اور مجھ سے اپنی اُجرت مانگی۔ میں نے کہا: یہ سب اُونٹ، گائے، بکریاں اور غلام جو تم دیکھ رہے ہو تمہارے ہیں۔ اُس نے کہا: بندۂ خدا، مجھ سے مذاق مت کرو۔ میں نے کہا: میں تم سے مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ تب اُس نے سارا مال لیا اور ہانک کر لے گیا ــــ اے اللہ، یہ عمل اگر میں نے محض تیری رضا کے لئے کیا ہے تو اس کی برکت سے ہماری اس مصیبت کو دُور فرما۔"

تب چٹان پوری سرک گئی اور وہ سب نکل کر چلے گئے۔"

EmaanLibrary.com

اِس حدیث کو بخاری، مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھلی اُمت کے تین مومن مردوں کا قصہ یہاں بیان کیا ہے جنھوں نے اپنی مصیبت میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اپنے صالح عمل کے وسیلہ سے دُعا مانگی تھی اور اللہ نے تینوں کی دعائیں الگ الگ اس طرح قبول فرمائی کہ تینوں کو اپنی اپنی دعاؤں اور وسیلہ کی قبولیت کا مشاہدہ ہو گیا۔

یہ قصہ آپ نے صحابۂ کرام کے سامنے اِس مناسبت سے ذکر کیا تھا کہ وہ تازہ بتازہ شرک وجاہلیت کی زندگی سے نکل کر اسلام میں داخل ہوئے تھے اور ابھی پوری طرح سے جاہلی عادات دل و دماغ سے نکلی نہیں تھیں۔ چنانچہ کبھی کبھی پرانی عادت کے مطابق غیر مشروع جاہلی وسیلہ اختیار کیا کرتے تھے اور بلا قصد و ارادہ سبقتِ لسانی سے لات وعزّیٰ کی قسم کھالیا کرتے تھے۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انھیں تاکید فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص غلطی سے لات وعزّیٰ کی قسم کھالے اُسے فوراً لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ کر اپنے عقیدہ کی تصحیح کرنی چاہیے۔

پچھلے زمانہ کے اہلِ ایمان کا یہ واقعہ ایک اچھی مثال اور عملِ صالح کے وسیلہ کی ترغیب کے لئے بیان فرمایا تھا۔ اِس لئے کہ پچھلی اُمتوں کے صالح اعمال ہمارے لئے نمونہ ہیں اور یہ شرعی اصول ہے کہ "پچھلی شریعت ہمارے لئے بھی شریعت ہے، جب تک ہماری شریعت اسے منسوخ نہ کرے"۔ اس لئے وسائلِ شرعیہ کے ذریعہ اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ چاہنے کا معمول حضرت آدم علیہ السّلام کے عہد سے

EmaanLibrary.com

لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک تک جاری و ساری ہے۔ اس لئے کہ عقیدۂ توحید کا بنیادی رشتہ سب کے درمیان مشترک تھا اور اس میں کبھی بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اللہ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ	"ہم نے آپ سے قبل جتنے بھی رسول بھیجے سب کو
رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ	یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس صرف
اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝	میری ہی بندگی کرو۔"

(سورۂ انبیاء - ۵۲)

اسی بنیادی اصول کے مطابق عملِ صالح سے توسل کی دلیل میں پچھلی اُمت کے اہلِ ایمان کا عمل پیش کیا جا رہا ہے، اس لئے کہ ہماری شریعت نے اسے منسوخ نہیں کیا ہے، بلکہ اس کی تاکید فرمائی ہے اور دعاؤں کی قبولیت کے لئے اس کو مؤثر ذریعہ بتایا ہے، اور تین قسم کے وسیلوں میں اس کو محدود کر دیا ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

اس تمہید سے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ وسیلہ کے متعلق اللہ اور اس کے رسول ؐ کی مراد کیا ہے اور ساتھ ہی اس تفصیل سے شیاطین کے وہ تمام چور دروازے بھی بند ہو جاتے ہیں جو بنی آدم کی گمراہی کے لئے اس لعین نے کھول رکھے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی باخبر کیا جس طرح قوم عاد و ثمود اور دوسری قوموں کا ذکر فرمایا، تاکہ آپ کی اُمت پچھلی اُمتوں کے

EmaanLibrary.com

حالات سے سبق حاصل کرے اور غار والوں کی طرح آپ کی اُمت کے لوگ بھی مصائب کے وقت اپنے صالح اعمال کو وسیلہ بنا کر اللہ سے دُعا کریں۔ غار والوں نے اس وسیلہ کی تعلیم یا تو اپنے وقت کے نبی سے حاصل کی ہو گی یا اپنے صالح والدین سے پائی ہو گی۔ اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کو اپنی اُمت کے لئے مشروع قرار دیا۔

ان میں سے تینوں ہی کے اعمال نہایت عظیم، مقبول اور پسندیدہ تھے۔ پہلے شخص نے اپنے والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کو، دوسرے نے اپنی عفت اور حرام سے اجتناب کو، اور تیسرے نے اپنی امانت اور مزدوروں کے ساتھ حُسنِ معاملہ کو وسیلہ بنایا، اور یہ سب ہی اعمال اللہ کی مرضی کے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے وسیلہ مشروع کی مثال میں اپنی اُمت کی ترغیب کے لئے پیش کیا ہے جس کی اقتدار ہم پر فرض ہے۔

چوتھی دلیل

سونے کے وقت کی دُعا کا وسیلہ

حضرت براء بن عازبؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اے شخص، جب تم اپنے بستر پر سونے کے لئے لیٹو تو یہ دُعا پڑھو:

EmaanLibrary.com

اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ، وَ وَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ، وَ اَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ، رَغْبَۃً وَّ رَھْبَۃً اِلَیْکَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجٰی مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ، اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔

"اے اللہ، میں نے خود کو تیرے سپرد کیا، اور اپنی ذات کو تیری طرف متوجہ کیا اور اپنے معاملات کو تجھے سونپ دیا، اور اپنی پیٹھ کو تیری پناہ میں دے دیا، اپنی رغبت اور تیرے خوف سے پناہ اور نجات کی جگہ تیرے سوا کہیں نہیں، میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اتاری اور اس رسول پر ایمان لایا جسے تو نے مبعوث فرمایا۔"

(مسند احمد، بخاری، مسلم)

اگر تم اسی رات مر گئے تو فطرت (اسلام) پر مرو گے، اور اگر صبح کو اٹھے تو بھلائی پاؤ گے۔"

اس پوری دعا پر غور کیجیے، کس طرح ایک بندہ مومن خود کو، اپنی ذات کو اور اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کر کے اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ میرے مولیٰ تیری کتاب اور تیرے رسول پر ایمان کی تجدید کے بعد اپنے شوق اور تیرے خوف سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ تیرے سوا نہ میری جائے پناہ ہے نہ نجات کا سہارا۔ یہ پڑھ کر وہ گہری نیند سو جاتا ہے اور اپنا وجود اللہ کے حوالہ کر دیتا ہے۔

یہ ساری تسبیحات بندہ کا صالح ترین عمل ہیں جو تقرب الٰہی کا بہترین ذریعہ اور مقبول ترین وسیلہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر دعاؤں میں تسبیحات سبحانی کا

EmaanLibrary.com

وسیلہ لیا گیا ہے۔ یہ دُعا بھی اس کا ایک بہتر نمونہ ہے۔

پانچویں دلیل

اعمالِ صالحہ کا وسیلہ

صحابۂ کرامؓ کے عمل کی روشنی میں

صحابۂ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا عملی نمونہ تھے میراثِ نبوی کے سچے محافظ اور مبلغ تھے۔ جو کچھ آپ سے سُنا اور سیکھا، اسے بلاکم وکاست اُمت تک پہنچا دیا۔ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی حقیقی اور زندہ مثال تھے۔ اعمالِ صالحہ کے وسیلہ کے سلسلے میں صحابۂ کرامؓ کا طرزِ عمل بھی حجت ہے، ان کی چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تہجد کی نماز کے بعد اس طرح دُعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اَمَرْتَنِیْ فَاَطَعْتُكَ، "اے اللہ، تُو نے مجھے حکم دیا میں نے تیری اطاعت کی،
وَدَعَوْتَنِیْ فَاَجَبْتُكَ، وَهٰذَا اور تُو نے مجھے بُلایا میں نے قبول کیا۔ یہ سحر کا
سَحَرٌ فَاغْفِرْلِیْ۔ وقت ہے تو مجھے بخش دے۔"

سحر کے وقت جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، اُٹھ کر نماز پڑھنی بڑا صالح عمل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اللہ کی اطاعت، اس کے احکامات کی تعمیل اور سحر کے وقت کی نماز و بیداری کا وسیلہ بارگاہِ الٰہی میں پیش کر کے اپنی

EmaanLibrary.com

مغفرت کی دُعا مانگتے ہیں جو مغفرت اور دعا کی قبولیت کا بہترین وقت ہے۔

حضرت عراک بن مالکؓ جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس ہوتے تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہتے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَجَبْتُ دَعْوَتَکَ، وَصَلَّیْتُ فَرِیْضَتَکَ، وَانْتَشَرْتُ، کَمَا اَمَرْتَنِیْ، فَارْزُقْنِیْ مِنْ فَضْلِکَ، وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّازِقِیْنَ۔

"اے اللہ میں نے تیری دعوت قبول کی اور فریضہ جمعہ ادا کیا اور تیرے حکم کے مطابق میں منتشر ہو گیا۔[1] اب تو مجھے اپنا فضل عطا کر اور تو ہی بہترین روزی دینے والا ہے"۔

حضرت عراک بن مالکؓ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے فضل و رزق کی دُعا مانگی، لیکن اس سے قبل اذانِ جمعہ کے جواب، فریضہ جمعہ کی ادائیگی اور جمعہ کے بعد مسجد سے منتشر ہو جانے کے خداوندی حکم کی تعمیل کا وسیلہ پیش کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○

"اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان کہی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔"

---

[1] یہ اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہؓ جمعہ کی نماز کے بعد منتشر ہو جاتے تھے اور آج کے بعض اہلِ بدعت کی طرح ظہر احتیاطی نہیں پڑھتے تھے۔

EmaanLibrary.com

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥

اور جب نماز ادا کرلی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ، اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

(الجمعۃ)

اور اپنے اس عملِ صالح کا وسیلہ پیش کرنے کے بعد دعا مانگی، فَارْزُقْنِیْ مِنْ فَضْلِكَ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ۔ "اے اللہ اپنا فضل عطا کر تو ہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔"

یہاں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عراک بن مالکؓ دو صحابۂ کرام کے عملی نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ یہی طریقہ تمام صحابۂ کرام کا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کے اِتباع اور اس کی عملی تطبیق میں تمام صحابۂ کرام پیش پیش تھے اور ہم کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّتِ مطہرہ کا علم صحابۂ کرامؓ ہی کے طریقِ عمل سے معلوم ہوا۔ مشروع وسیلہ بھی ہم نے انھیںؓ سے سیکھا۔

افسوس! بدقسمتی سے دھیرے دھیرے مسلمانوں میں بھی غیر مشروع وسیلہ کی بدعت پھیل گئی، اور اب اکثر عوام بلکہ خواص میں بھی (الاّ من شاء اللہ) وسیلہ کے وقت اللہ کی ذات، اس کے اسماءِ حُسنیٰ وصفاتِ عُلیا یا اپنے اعمالِ صالحہ کے وسیلہ کا تصوّر بھی دل میں نہیں آتا، اور مخلوقات وشخصیات کا ممنوع وسیلہ اختیار کرتے ہیں اور اسی کو نیکی اور عملِ خیر سمجھتے ہیں۔ اس طرح سُنّت بدعت بن گئی اور بدعت سُنّت ہو گئی۔ فلاحول ولا قوۃ الاّ باللہ۔

EmaanLibrary.com

اور اس سے زیادہ افسوس اس پر ہے کہ ان ناداں لوگوں کو قرآن و سُنّت کے دلائل کی روشنی میں سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے تو سمجھنے اور غور کرنے کے بجائے بھڑک اُٹھتے ہیں اور غیظ و غضب سے ان کی آنکھوں سے سُرخ شرارے پھوٹنے لگتے ہیں۔ اللہ ان پر رحم کرے اور انھیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

برادرانِ اسلام! ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو عملِ خیر کی دعوت دی جائے اور تمام چھوٹی بڑی سُنّتوں کے زندہ کرنے کے لئے جدّ و جہد کی جائے اور انھیں سمجھایا جائے کہ ایمان کی تمام شاخیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے اقرار سے لے کر راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کے ہٹانے تک سب چیزیں عملِ صالح ہیں اور مسلم معاشرے میں ان سب حسنات و اعمالِ خیر کی اشاعت کے لئے بھرپور جدّ و جہد کی ضرورت ہے، تاکہ عقیدۂ صحیحہ اور عملِ صالح اور اسلامی زندگی کا نور مسلمانوں کے گھروں، سڑکوں، بازاروں، مساجد، دوکانوں اور کارخانوں ہر جگہ پھیل جائے اور مسلمانوں کی زندگی کے تمام شعبے اسلام کے رنگ میں رنگ جائیں۔

یہی اسلامی زندگی عملِ صالح کا بہترین وسیلہ اور مسلمانوں کی فلاح و کامرانی کی ضمانت ہے اور اُمّتِ مسلمہ کا یہی شعار ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کو زندگی کی تمام شاہراہوں کے لئے مشعلِ ہدایت اور وسیلۂ نجات بنائے۔

EmaanLibrary.com

مشروع وسیلہ کی تیسری قسم

اپنے مومن بھائی کی دعا کا وسیلہ

گذشتہ صفحات میں مشروع وسیلہ کی تین قسموں میں سے دو یعنی اللہ کی ذات اور اس کے اسماء وصفات کا وسیلہ، دوم اعمالِ صالحہ کا وسیلہ۔ یہ دونوں مباحث کتاب وسنت کے دلائل کی روشنی میں پورے ہوئے۔ امید ہے کہ قارئینِ کتاب وسیلہ کی ان دونوں قسموں کے مباحث سے پوری طرح مطمئن ہوئے ہوں گے۔ اس لئے کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے بعد نہ کوئی دوسری دلیل ہے نہ حجت و برہان۔ وماذا بعد الحق الا الضلال (حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں)

اب ہم مشروع وسیلہ کی تیسری قسم کی بحث شروع کر رہے ہیں اور وہ ہے "مومن کا وسیلہ حاصل کرنا اپنے مومن بھائی کے لئے"۔ اور یہ دو طریقے سے ممکن ہے:

اوّل: ایک مومن بھائی کا دوسرے مومن بھائی سے درخواست کرنا کہ وہ اپنی دعا کے وسیلہ سے اللہ سے اس کی حاجات پوری کرنے کی استدعا کرے۔ مثلاً یوں کہے کہ "آپ میرے لئے اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے عافیت دے، یا میری فلاں ضرورت پوری فرمائے"۔

دوّم: ایک مومن دوسرے مومن کے لئے اُس کے کہے بغیر اللہ سے دعا کرے۔ مثلاً کسی بھائی کو کسی مصیبت میں مبتلا پائے اور اُس کو دیکھ کر اللہ سے

EmaanLibrary.com

کشادگی کی دعا کرے۔ خواہ وہ بھائی دعا کرنے والے کے پاس ہو یا نہ ہو۔ مثلاً اس کے پیٹھ پیچھے اس کے لئے دعا کرنا، یا نمازِ جنازہ، یا قبر کی زیارت کے وقت مسلمانوں کے لئے دعا کرنا۔ اس سے بھی کچھ فرق نہیں پڑتا کہ بڑا چھوٹے کے لئے دعا مانگے یا چھوٹا بڑے کے لئے دعا مانگے، سب جائز ہے اور اللہ چاہے تو سب مقبول ہے، اور جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم زندہ تھے تو اس وقت مسلمان استسقاء میں آنحضرت کی دعا کا وسیلہ اللہ کے سامنے پیش کرتے تھے. حضور مسلمانوں کے لئے دعا کرتے تھے اور اللہ آپ کی دعائیں قبول کرتا تھا۔

اسی طرح آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی اُمّت سے اپنے لئے اجتماعی یا انفرادی طور پر دعا مانگنے کی درخواست کرتے تھے۔ مثلاً آپ کا فرمان ہے کہ جو شخص بھی اذان سُنے وہ مؤذن کی اذان کا جواب دے۔ پھر آپؐ پر درود بھیجے اور آپ کے لئے وسیلہ، فضیلت اور اس مقام محمود کے لئے دعا کرے جس کا اللہ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے وعدہ فرمایا ہے۔

اسی طرح آپ نے حضرت عمرؓ سے ان کے عمرہ کے دن اپنے لئے دعا کی درخواست کی۔ اور قرآن وحدیث کے صفحات مومن کی دعا کے وسیلے کی مثالوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ یہاں ان کا ایک جامع اور حسین خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ آپ کو اس بارے میں اطمینان کُلّی حاصل ہو جائے اور علم ویقین کی روشنی میں حُجّت بھی قائم ہو جائے۔

EmaanLibrary.com

پہلی دلیل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کا وسیلہ

اللہ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

"اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اسی لئے بھیجا ہے کہ اذنِ خداوندی کے مطابق اس کی اطاعت کی جائے، اگر انھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوتا کہ جب یہ اپنے نفسوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو تمہارے پاس آجاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول بھی اُن کے لئے معافی کی درخواست کرتا تو یقیناً اللہ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پاتے":

(النساء - ۶۴)

یہ آیتِ کریمہ صاف وضاحت کر رہی ہے کہ اللہ سبحانہ، وتعالیٰ ہی تواب ورحیم ہے اور جب اس کے بندے خطاء وعصیاں کے مرتکب ہوں اور پھر اس نیت سے اللہ کی طرف رجوع کریں کہ پھر کبھی وہ اس گناہ کے قریب نہیں جائیں گے اور انھیں اس بات کا یقین بھی ہو کہ صرف اللہ ہی ان کی توبہ قبول کرے گا اور صرف وہی انھیں معاف فرمائے گا تو وہ انھیں معاف کر دیتا ہے۔

اللہ نے اپنی رحمت وفضل وکرم سے اس آیت کے ذریعہ وہ طریقہ بھی بتا دیا،

EmaanLibrary.com

جس کے ذریعہ بندے اللہ سے اپنی مغفرت کرا سکیں۔ اور وہ یہ ہے کہ جو لوگ حکمِ الٰہی کے مطابق رسول کی اطاعت کریں گے اُن کے لئے اللہ کے یہاں بلند درجات ہیں۔ اور جو لوگ خود پر ظلم کر کے نافرمانی کریں گے تو اُن کے لئے اللہ نے استغفار کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ وہ جب بھی اللہ کی طرف رجوع کریں گے اللہ کو تواب اور رحیم پائیں گے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ	"اور جب انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تو
جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ	ایسا کیوں نہیں کیا کہ اللہ سے استغفار کرتے اور
لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ	رسول بھی ان کے لئے استغفار کرتا تو وہ اللہ کو
تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○	تواب و رحیم پاتے"

اور وہ اس طرح سے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور آپ کی مجلس میں اللہ سے معافی کے طلبگار ہوتے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی درخواست کرتے کہ آپ بھی ان کے لئے اللہ سے استغفار کریں تو ان کا اور رسول کا استغفار دونوں ان کی توبہ کی قبولیت اور رحمتِ الٰہی کا سبب بنے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں دو وسیلوں کی طرف رہنمائی کی ہے جو اُن کے توبہ کی قبولیت اور رحمتِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

اوّل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اُن کا خود اللہ سے استغفار کرنا۔

دوم: اللہ کے رسول سے درخواست کرنا کہ آپ بھی اُن کے لئے اللہ سے

EmaanLibrary.com

مغفرت کی دُعا مانگیں۔

اِس طرح پہلا وسیلہ اعمالِ صالحہ کا وسیلہ ہوا۔ کیونکہ توبہ و استغفار بندہ کا عملِ صالح ہے۔

دوسرا، اپنے بھائی کے لئے مومن کی دعا کا وسیلہ۔

یہ دونوں ہی وسیلے اللہ کے حکم و ارشاد کے عین مطابق ہیں جو اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوئے۔ اِن دونوں وسیلوں کی مشروعیت پر اس آیت سے بڑھ کر بھی کوئی دلیل ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے مومن کے لئے اس کے مومن بھائی کی دعا کو مشروع وسیلہ قرار دیا ہے اور اپنے بندوں کو اس کی تلقین کی ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ: - یہ بات اچھی طرح یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جا کر اللہ سے استغفار کرنا اور آپؐ سے بھی اللہ سے بخشش کی دعا کی درخواست کرنا، یہ سب بلاشبہ آپؐ کی زندگی میں تو جائز تھا، لیکن اب آپؐ کی وفات کے بعد کسی کے لئے بھی جائز نہیں کہ آپؐ کی قبر کے پاس آکر آپؐ سے استغفار کی درخواست کرے، اس لئے کہ جب آپؐ اس دارِ فانی سے انتقال فرما کر رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے تو اب آپؐ کے استغفار کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا۔ لہٰذا آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ سے کسی بھی قسم کا سوال کرنا حرام ہے، اور کوئی شخص اس آیت سے یہ استدلال بھی نہیں کر سکتا کہ آیت مُطلق ہے

EmaanLibrary.com

زندگی اور موت دونوں کو شامل ہے، اس لئے کہ آیت میں صاف اشارہ موجود ہے کہ یہ آپ کے عہدِ مبارک کے منافقین کی بابت ہے۔ اللہ نے ہماری نصیحت کے لئے اس کا ذکر فرمایا ہے اور یہ ہدایت بھی دی ہے کہ ہم اپنی زندگی میں اپنے لئے کسی سے استغفار و دعا کی درخواست کریں، یا خود ہم دوسروں کے لئے کریں تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ لیکن کسی مردے کی قبر پر جاکر استغفار کی درخواست کرنا حرام و ممنوع ہے۔

دوسری دلیل

برادرانِ یوسف کا اپنے والد کی دُعا کو وسیلہ بنانا

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـئِيْنَ ۝ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

(یوسف - ۹۸)

"یوسف کے بھائیوں نے کہا، اے ہمارے باپ! ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی معافی طلب کیجیے، بیشک ہم لوگ خطاکار تھے۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا، عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت چاہوں گا، بیشک وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

یہ آیت کریمہ اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ مومن کا اپنے مومن بھائی کی دُعا کو اپنے لئے وسیلہ بنانا، ہم سے پہلی اُمتوں میں بھی رائج و معروف عمل تھا۔ دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے جنہوں نے اپنے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے

EmaanLibrary.com

معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی۔ پھر اپنے والد سے جھوٹا بیان دیا کہ بھیڑیا حضرت یوسفؑ کو کھا گیا ہے، جبکہ یہ بات حقیقت کے خلاف تھی، اور جب اصل معاملے کا پتہ چل گیا تو بھاگے ہوئے اپنے والد کے پاس آئے اور ان سے درخواست کی کہ وہ اُن کے لئے اللہ سے معافی و بخشش طلب فرمائیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ایک بزرگ نبی تھے، مستجاب الدعوۃ تھے۔ انھوں نے اللہ کے حضور اپنے خطاکار بیٹوں کی مغفرت کے لئے دعا کا وسیلہ پیش کیا جو مقبول ہوا۔

ہمیں یہاں غور کرنا چاہئے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کی درخواست پر کیا طرزِ عمل اختیار کیا، اُن کی بات مان لی یا رد کر دی، تاکہ ان کے جواب کی روشنی میں ہم بھی جواز یا عدمِ جواز کا فتویٰ دیں۔ لیکن قرآن صاف لفظوں میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے جواب کو نقل کر رہا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کی بات مان رہے ہیں اور بخشش کی دُعا کا وعدہ کر رہے ہیں:

سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ "میں عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے بخشش کی دُعا کروں گا۔"

اور بلاشبہ انھوں نے اپنا وعدہ پورا کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ان بیٹوں کی بدسلوکی پر اللہ سے ان کے حق میں مغفرت و رحم کی دُعا فرمائی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے اِس استغفار سے یہ بات ثابت ہوئی کہ

EmaanLibrary.com

دوسرے سے دُعا کی درخواست کرنا اور مومن کا دوسرے مومن بھائی کی دعا کو اپنے لئے وسیلہ بنانا مشروع ہے۔ اور اس واقعہ کا قرآن میں ذکر بھی اسی مقصد سے ہے کہ اہلِ ایمان کو اس طرف توجہ دلائی جائے کہ وہ بھی دوسروں سے دُعا کی درخواست کریں۔ نیز اس واقعہ میں اپنے مومن بھائی کی دُعا کے وسیلہ ہونے کی مشروعیت کی دلیل بھی ہے۔ اس لئے کہ تمام آسمانی دین ایک ہی عقیدہ کی بنیاد پر تھے۔ آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے عہدِ مبارک تک اس مشترک بنیادی عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

حضرت یعقوب علیہ السّلام نے اپنے بیٹوں سے اپنا وعدہ پورا کیا، اُن کے لئے اللہ سے مغفرت چاہی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعا قبول فرمائی اور اُن کے بیٹوں کو معاف فرمایا، کیونکہ وہ غفور و رحیم ہے۔

ٹھیک اسی طرح ہم مسلمانوں کو بھی سوچنا چاہئے کہ دُعا کی قبولیت، توبہ اور مغفرت کے اسباب میں سے ایک سبب، مومن کا اپنے مومن بھائی کی دعا کو وسیلہ بنانا بھی ہے، اور بلاشبہ یہ ایک مشروع وسیلہ ہے اور دوسرے مشروع وسیلوں کی طرح یہ بھی اللہ کی رحمت، مغفرت اور رضا کے حصول کا ذریعہ ہے۔

لہٰذا ہمیں بھی اس کو اختیار کرنا چاہئے۔ ان مشروع وسیلوں کو زندہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سُنّت کو زندہ کرنا ہے جو ایک روشن شریعت ہے جس کی رات بھی دن کی طرح پُرنور ہے، اور ہر قسم کے ممنوع وسیلوں کو

EmaanLibrary.com

ترک کر دینا چاہیئے، کیونکہ وہ سب بدعت و ضلالت ہیں جن کا آخری انجام جہنم ہے۔ فنعوذ باللہ من ذلک۔

تیسری دلیل
مومن کی دعا کا وسیلہ

سَیَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا، یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ قُلْ فَمَنْ یَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا، بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ۝

(الفتح، ۱۱)

"جو دیہاتی پیچھے رہ گئے وہ عنقریب تم سے کہیں گے کہ ہم کو ہمارے مال اور اہل و عیال نے روک رکھا، آپ ہمارے لئے اللہ سے بخشش مانگیں۔ یہ لوگ اپنی زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو اُن کے دل میں نہیں ہے۔ کہدو کہ اگر اللہ تم کو نقصان پہنچانا چاہے یا فائدہ پہنچانے کا ارادہ فرمائے تو کون ہے جو اس کے سامنے تمہارے لئے کسی بات کا کچھ اختیار رکھے (کوئی نہیں)، بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے واقف ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان دیہاتیوں کی غلط بیانی کا ذکر فرمایا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جانے کے بجائے جان بوجھ کر بلا عذر اپنے گھروں میں بیٹھے کاروبار میں مصروف تھے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

EmaanLibrary.com

اور صحابۂ کرامؓ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو یہ سب دیہاتی حضورؐ کے پاس آ آ کر جھوٹا عذر کرنے لگے کہ ہم کو ہمارے مال وعیال نے جہاد میں شرکت سے روک رکھا اور محض آپ کو خوش کرنے کے لئے بناوٹی طور پر آپؐ سے درخواست کرتے تھے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ سے ان کی بخشش کی دعا فرمائیں۔

اگرچہ یہ دیہاتی بناوٹی عذر کر رہے تھے اور اللہ سے اپنی معافی کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغفار کی دعا کی درخواست بھی محض تقیہ اور بناوٹ تھی۔ لیکن اس سے قطع نظر، یہ بات صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا ایک مشروع اور معروف چیز تھی۔ اگر یہ بات غیر مشروع ہوتی تو آپ ان دیہاتیوں کو اس دعا کی درخواست کرنے سے فوراً روک دیتے۔ لیکن آپ کا ان کی درخواست کو قبول فرمالینا اور انھیں اس سے منع نہ کرنا اس کے مشروع ہونے کی دلیل ہے۔

اور اسی دلیل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مومن کا اپنے مومن بھائی کی دعا کو اللہ کے یہاں وسیلہ بنانا مشروع ہے اور اس کی مشروعیت پر اس آیت سے استدلال کرنا بھی صحیح ہے اور اسی مقصد سے یہ آیت ہم نے پیش بھی کی ہے۔

اس کے علاوہ دوسرے اور بھی مشروع وسیلوں کا ذکر قرآن میں موجود ہے، مثلاً موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اپنے اوپر سے طوفان اور ٹڈی اور مینڈک، اور خون وغیرہ کے عذاب کو ہٹانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو

EmaanLibrary.com

وسیلہ بنایا۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا	"اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے کہ اے موسیٰ
يَا مُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا	ہمارے لئے اپنے پروردگار سے دعا کرو جیسا کہ اس نے
عَهِدَ عِندَكَ لَئِن كَشَفْتَ عَنَّا	تم سے وعدہ کر رکھا ہے کہ اگر تم ہم سے عذاب کو
الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ	ٹال دو گے تو ہم تم پر ایمان بھی لائیں گے اور بنی اسرائیل کو
مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۝	بھی تمہارے ساتھ جانے کی (اجازت) دیں گے"

(۱۳۴ - الاعراف)

یہاں ہم نے مومن کی دعا کے وسیلے کی مشروعیت کیلئے موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے وسیلے کی دلیل کی طرف محض اشارہ کر دینا کافی سمجھا ہے، اور پچھلے صفحات میں جو قرآنی دلائل اس سلسلے میں پیش کئے گئے ہیں وہ بھی بہت کافی وشافی ہیں۔

اب ذرا آپ اس بحث کے ابتدائی حصے پر غور فرمائیے کہ، مومن کا اپنے بھائی کی دعا کو وسیلہ بنانے کی دو قسم ہے:

اوّل:۔ مومن اپنے بھائی کی دعا کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنا کر اپنی حاجات پوری کرانے کی درخواست کرے۔ اس قسم کے متعلق ہم نے بہت سی قرآنی دلیلیں پیش کیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ عام مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ، مومن اپنے مومن بھائی کے لئے غائبانہ طور پر بلا طلب دعا کرے، مثلاً اس کو کسی مصیبت میں پھنسا دیکھے اور اللہ سے دعا کرے کہ

EmaanLibrary.com

اس کی مصیبت دُور ہو جائے۔ کچھ ضروری نہیں کہ دُعا کرنے والا موجود ہو یا غائب۔

اب ہم چاہتے ہیں کہ وسیلہ کی اس دوسری قسم کے دلائل بھی قرآن سے پیش کریں جس سے اس کی مشروعیت کا ثبوت ملتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تاکید بھی فرمائی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اس مشروع وسیلہ کو اختیار کریں اور اللہ سے اس کے ذریعہ اپنی مرادیں مانگیں۔

چوتھی دلیل

ملائکہ مقربین کی دعا کا وسیلہ

اللہ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ﹰالَّتِیْ

"جو لوگ عرش کو اُٹھائے ہوئے اور جو اس کے گرداگرد (حلقہ باندھے) ہیں (یعنی فرشتے) وہ اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور مومنوں کے لئے بخشش مانگتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار، تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے، تو جن لوگوں نے توبہ کی اور تیرے راستے پر چلے اُن کو بخش دے اور دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے پروردگار ان کو ہمیشہ رہنے کے بہشتوں میں داخل کر جن کا تو نے

EmaanLibrary.com

وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ٥

اُن سے وعدہ کیا ہے اور اُن کے باپ دادا، اُن کی بیویوں اور اُن کی اولاد میں سے جو نیک ہوں ان کو بھی بے شک تُو غالب حکمت والا ہے۔"

(المومن - ۸)

اس میں شک نہیں کہ "توبہ" ایسا عمل ہے کہ توبہ کرنے والا بارگاہِ الٰہی تک پہنچ جاتا ہے اور وہاں سے دعاؤں کی قبولیت اور رحمت و مغفرت کا انعام و اعزاز لے کر واپس ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے خاص مقرب فرشتوں کو جو اس کے عرش کے آس پاس حمد و تسبیح میں مصروف ہیں، حکم دیتا ہے کہ وہ ان توبہ کرنیوالوں کی مغفرت اور صراطِ مستقیم پر چلنے اور ثابت قدم رہنے، ان کے گناہوں کی معافی اور عذاب سے بچنے کی دعا مانگیں، اور اپنی دعا کو ان کے لئے وسیلہ بنائیں، اور یہ سب دعائیں ان کی اولاد، ان کے آباء و ازواج سب کی بھلائی و فلاح کے لئے بھی وسیلہ بنیں۔

غور فرمائیے کہ ملائکہ مقربین کس طرح اپنی دعاؤں سے اللہ کا تقرب حاصل کر رہے ہیں اور دعا کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو ثابت قدم رکھے، ان کو بخش دے، ان پر رحم فرمائے اور ان کے باپ، دادا، بیوی بچوں، سب کے سمیت اُن کو جنت عدن میں داخل فرمائے۔

معلوم ہوا کہ مومنانِ صادقین کے لئے ملائکہ کی دعا کا وسیلہ مشروع ہے

EmaanLibrary.com

اس لئے کہ ملائکہ کا ہر عمل صحیح ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے، اور ملائکہ اللہ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ اور جب اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو یہ حکم فرمایا ہے کہ وہ اپنے مومن بھائیوں کے لئے غائبانہ طور پر دعا مانگیں تاکہ ان کی دعاؤں کے وسیلہ سے توبہ کرنے والے مومنوں کی مغفرت ہو، تو یہ بات کتنی آسانی سے ثابت ہو گئی کہ ایک مومن کی دعا، دوسرے مومن کے لئے وسیلہ ثابت ہوتی ہے اور اس کو وسیلہ بنانا مشروع امر ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اپنے مومن بھائیوں کے لئے ان کے غائبانہ میں ان کی مغفرت و رحمت کی دعا مانگیں تاکہ فرشتے ہماری دعاؤں پر آمین کہتے ہوئے ہمارے حق میں بھی انھیں دعاؤں کو دہرائیں، اور ان کی دعائیں ہماری مرادوں کے لئے وسیلہ بن جائیں۔

پانچویں دلیل

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

"اور جو ان مہاجرین" کے بعد آئے، دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب، ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے، گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے پروردگار، تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔"

(الحشر۔ ۵۹)

EmaanLibrary.com

وہ مہاجر صحابہ جنھوں نے اپنا مال اور وطن دونوں کو محض اللہ کی رضاء کی خاطر اور اس کے رسول کی مدد کے لئے قربان کر دیا اور اپنے قول وعمل میں سچے ثابت ہوئے۔ اور وہ انصاری صحابہ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، اور جب اللہ کے رسول ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو آپ کو اور اپنے مہاجر بھائیوں کو پناہ دی، اپنا مال ان میں تقسیم کیا اور اپنے اوپر تنگی برداشت کر کے ان کو ہر طرح راحت پہنچائی، اور ان کے بعد جو مخلص اور سچے تابعدار مسلمان، مہاجرین وانصار کے صحیح جانشین پیدا ہوئے وہ اپنے پیشرو مہاجرین وانصار کے حق میں دعا کیا کرتے تھے۔ کیونکہ دین دراصل مہاجرین و انصار ہی کی بدولت بعد والوں کو پہنچا، اس لئے اس نعمتِ کبریٰ کے اپنی حقیقی حالت میں پانے کے شکرانے میں بعد والے سچے مسلمان ان مومنین سابقین کے لئے دُعائے مغفرت کرنا اپنا اخلاقی اور دینی فرض سمجھتے تھے، اور آج صدیاں گذر جانے کے بعد بھی بعد والے مومنین صادقین اپنے مہاجر وانصار دینی بھائیوں کی مغفرت کے لئے دعائیں کر رہے ہیں اور انشاء اللہ یہ سلسلہ قیامت تک قائم رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اُن کے اس پاکیزہ عمل کو پسند فرمایا اور مہاجرین وانصار کے حق میں ان کے بھائیوں کی دعا کو ہمیشہ کے لئے یادگار بنا دیا اور بعد والوں کو بھی اس کی ترغیب فرمائی اور اللہ رب العزت کی تائید ہی

EmaanLibrary.com

اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ ایک مومن کا دوسرے مومن کے لئے دعا کرنا اور اس کی دعا کو وسیلہ بنانا مشروع ہے، اور انشاءاللہ یہ وسیلہ اہلِ ایمان قیامت تک استعمال کرتے رہیں گے، جو سلفِ صالحین کے اعمالِ حسنہ کو ان کے اخلاف کی طرف سے خراجِ تحسین بھی ہے اور جزائے خیر بھی۔

مومن کی دُعا کا وسیلہ

صحیح احادیث کی روشنی میں

گذشتہ صفحات میں ایک مومن کا دوسرے مومن کی دُعا کو وسیلہ بنانے کی مشروعیت کا ذکر اور قرآن سے اس کے دلائل کا بیان مفصل طور پر کیا گیا۔ اب آئندہ صفحات میں احادیث سے اس کی مشروعیت کے دلائل بیان کئے جارہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ احادیث قرآن پاک کی شرح ہیں۔ جن باتوں کو قرآن میں مجمل بیان کیا گیا ہے انھیں باتوں کی احادیث میں تفصیل ہے۔

مومن کی دعا بارگاہِ الٰہی میں ایک بہترین وسیلہ ہے۔ یہاں احادیث سے اس کی مشروعیت کی چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں :۔

EmaanLibrary.com

پہلی دلیل

اذان کے بعد کی دُعا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انھوں نے یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے:-

"جب تم مؤذّن کو (اذان دیتے ہوئے) سُنو تو تم بھی ویسے ہی کہو جیسے مؤذّن کہتا ہے۔ اس کے بعد مجھ پر درُود بھیجو، اس لئے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درُود بھیجے گا، اللہ اس پر دس مرتبہ درُود بھیجے گا، پھر میرے لئے اللہ سے وسیلہ مانگو، اس لئے کہ وسیلہ جنّت میں ایک درجہ کا نام ہے جو صرف ایک ہی بندۂ خدا کے لئے مناسب ہے، اور مجھے اُمید ہے کہ وہ ایک بندہ میں ہوں گا۔ پس جو شخص میرے لئے (اللہ سے) وسیلہ مانگے گا اُس کے لئے میری شفاعت حلال ہو گی"۔

(مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائیؒ)

اِس حدیث سے ثابت ہوا کہ مؤذّن کی اذان کے جواب کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود بھیجنے اور آپ کے لئے اللہ سے وسیلہ مانگنے کا ثواب یہ ہے کہ آنحضورؐ پر ایک مرتبہ درُود بھیجنے والے پر اللہ تعالیٰ دس بار درُود بھیجے گا، اور آنحضورؐ کے لئے وسیلہ مانگنے والے کے لئے آپ کی شفاعت واجب ہو جائے گی۔

اِس حدیث پر غور فرمائیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمّت کو

EmaanLibrary.com

حکم فرمارہے ہیں کہ لوگ، آپ کے لئے اللہ سے وسیلہ مانگیں۔ آپ فرماتے ہیں: "ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ" میرے لئے اللہ سے وسیلہ مانگو اور وسیلہ جنت کے ایک بلند درجہ کا نام ہے۔

اِس حدیث سے یہ بات کتنی صاف طور پر واضح ہوگئی کہ مومن کی دعا دوسرے مومن کے لئے بارگاہِ الٰہی میں بہترین وسیلہ ہے۔ اِسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کو حکم فرمارہے ہیں کہ آپ کے لئے اللہ سے جنت کا سب سے بلند مقام (مقام محمود) مانگیں۔ اور اس کے لئے اذان اور اس کے جواب کے بعد اور درود شریف پڑھ کر یہ اہم دعا مانگنے کی ہدایت کی گئی، کیونکہ یہ دعا کی قبولیت کا خاص وقت اور درود مؤثر ذریعہ ہے۔

اِس حدیث سے ایک بات اور بھی معلوم ہوئی کہ اعلیٰ شخصیت کے لئے ادنیٰ شخص کی دعا بھی وسیلہ بن سکتی ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی سب سے اشرف مخلوق اور اللہ کے نزدیک اس کی مخلوقات میں سب سے معزز ہستی ہیں، اور اسی لئے جنت کے سب سے بلند مقام، مقامِ محمود کا اُمیدوار و حقدار بھی آپ صرف اپنے کو قرار دے رہے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اذان سُننے کے بعد کہے گا:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ "اے اللہ! اس پوری دعا کے رب اور کھڑی ہونے والی

EmaanLibrary.com

وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَانِ — نماز کے رب، عطا فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو "وسیلہ"

الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ — اور فضیلت اور بھیج ان کو مقامِ محمود میں جس کا

مَقَامًا مَّحْمُوْدًا، الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ — تُو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے" تو اس دعا مانگنے والے

حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ. — کے لئے میری شفاعت حلال ہوگی"

(رواہ البخاری، ابوداؤد، الترمذی، النسائی، ابن ماجہ)

یہ دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے لئے ایک ترغیب ہے۔ جس کو یہ بات محبوب ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اس کی شفاعت فرمائیں تو اس کو چاہئے کہ ہمیشہ ہر اذان کے بعد یہ دعا پڑھ لیا کرے۔

اذان کے بعد اس دعا کو پڑھنے کی تاکید اس لئے کی گئی کہ یہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے، جیسا کہ حضرت انس رضؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلدُّعَاءُ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ — "اذان اور اقامت کے درمیان کی دعا

لَا يُرَدُّ. — رد نہیں کی جاتی۔

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے لئے فلاحِ دارین کا کتنا بہتر نسخہ تجویز فرمایا کہ ایک طرف وہ اپنے ہادی اور پیغمبر کے لئے دعا کریں اور اُمت کی دعا۔ آپ کے درجات کی بلندی اور مقامِ محمود کے حصول کے لئے

EmaanLibrary.com

بارگاہِ الٰہی میں مقبول "وسیلہ" بن جائے اور اس دعا کی برکت سے آپ کی شفاعت آپ کی اُمّت کے لئے حلال ہو جائے۔ انشاء اللہ، اللہ کا وعدہ پورا ہوگا اور اُمّت کی دعائیں آپ کے حق میں وسیلہ ثابت ہوں گی، اور قیامت کے دن آپ مقامِ محمود میں داخل ہوں گے۔

مومن کے لئے دوسرے مومن بھائی کی دعا کے مشروع وسیلہ ہونے کی اس سے بہتر دلیل آپ کو اور کہاں مل سکتی ہے؟

دُوسری دَلیل

حضرت عمرؓ سے دُعا کی فرمائش

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عُمرہ کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا:

لَا تَنْسَنَا یَا اُخَیَّ مِنْ دُعَائِکَ ، "میرے بھائی، اپنی دُعاؤں میں مجھے نہ بھولنا"

وَفِیْ رِوَایَۃٍ ایک دوسری روایت یوں ہے،

اَشْرِکْنَا یَا اَخِیْ فِیْ دُعَائِکَ ، "اے بھائی، اپنی دعاؤں میں مجھے بھی شریک رکھنا"

(ترمذی)

مومن کی دعا کے مشروع وسیلہ ہونے کی یہ دوسری دلیل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے حضرت عمرؓ کی دعا کو وسیلہ بنایا اور ان سے اپنے لئے

EmaanLibrary.com

دعا کی فرمائش کی، لہٰذا آپ کا یہ عمل ہمارے لئے درس و تعلیم ہے جس کی اقتدار ہم پر فرض ہے۔ حضرت عمرؓ کو آپ کی اس فرمائش سے اتنی خوشی ہوئی کہ بقول ان کے حضورؐ کی اس فرمائش کے مقابلے میں ان کے لئے دنیا و مافیہا سب ہیچ ہے۔

یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ دین کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و عمل شریعت و قانون ہے جس کے لئے آپ اور آپ کی اُمت دونوں ہی پابند ہیں، لہٰذا آپ کا حضرت عمرؓ سے یہ فرمانا کہ "بھائی اپنی دعاؤں میں ہمیں نہ بھولنا"۔ دراصل یہ بتانا ہے کہ آپ کو حضرت عمرؓ کی دُعا سے اپنے لئے خیر و برکت کی اُمید تھی اور اُمت کو یہ نمونہ پیش کرنا مقصود تھا کہ اسی طرح وہ اپنے لئے بھی اپنے مومن بھائیوں سے دُعا کی تاکید کریں، تاکہ اہلِ ایمان کی دعائیں دوسرے مومنوں کے لئے بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنیں، اور مومن آپس میں ایک دوسرے کو اپنی دعاؤں کی برکت سے فیض پہنچا سکیں۔ اس طرح حضرت عمرؓ کو اپنے لئے دعا کی تاکید فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مومن کی دعا کو دوسرے مومن کے لئے وسیلہ ہونے کی مشروعیت کی طرف اشارہ فرمایا۔

اس سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ ادنیٰ شخص کی دعا اعلیٰ شخص کے لئے وسیلہ ہو سکتی ہے، اور اعلیٰ شخص کی دعا ادنیٰ شخص کے لئے تو بدرجہا بہتر وسیلہ ہو سکتی ہے۔

— ٭ —

EmaanLibrary.com

تیسری دلیل

صحابۂ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

حدیث عکاشہ

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب اور اپنی امت سے اپنے لئے دعا کی فرمائش کرتے تھے اور ان کی دعاؤں کو اپنے لئے بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بناتے تھے، اسی طرح صحابۂ کرام بھی آپ سے اپنے لئے دعا کی درخواست کرتے تھے اور آپ کی دعا کو بارگاہِ الٰہی میں اپنے لئے وسیلہ بناتے تھے۔

یہاں اس دوسری نوع کی دعاؤں کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں، اور اس کی ابتدا حضرت عکاشہ رضؓ کی دعا سے کی جاتی ہے۔

حضرت حصین بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن جبیر رضؓ کے پاس موجود تھا کہ انھوں نے پوچھا کہ رات جو ستارہ ٹوٹا تھا اس کو کس نے دیکھا؟ میں نے عرض کیا، "میں نے"۔ لیکن میں اس وقت نماز نہیں پڑھ رہا تھا، بلکہ مجھے بچھو نے ڈنک مار دیا تھا۔ حضرت سعید بن جبیر رضؓ نے پوچھا، "پھر آپ نے کیا کیا؟" میں نے کہا، "جھاڑ پھونک کرا لیا"۔ انھوں نے کہا، "ایسا کیوں کیا؟" میں نے کہا، بریدہ بن حصیب نے ہم سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ:

لَا رُقْيَةَ اِلَّا مِنْ عَيْنٍ اَوْ حُمَةٍ "جھاڑ پھونک صرف نظر بد یا زہر و ڈنک سے ہے"

EmaanLibrary.com

فرمایا، ٹھیک کہا۔ البتہ ہم سے عبداللہ بن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ، "میرے سامنے تمام امتیں پیش کی گئیں، میں نے دیکھا کہ کسی نبی کے ساتھ ایک جماعت ہے، اور کسی نبی کے ساتھ صرف ایک اور دو آدمی ہیں اور کسی نبی کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے۔ اسی دوران میرے سامنے ایک عظیم گروہ پیش کیا گیا۔ میں نے سمجھا شاید یہ لوگ میری امت کے ہوں۔ لیکن مجھ سے کہا گیا کہ نہیں، یہ حضرت موسیٰ اور اُن کی قوم والے ہیں۔ پھر میں نے دوسرے بڑے عظیم گروہ کو دیکھا، تب مجھ سے کہا گیا کہ یہ آپ کی اُمت کے لوگ ہیں اور ان میں ستر ہزار ایسے لوگ ہیں جو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ یہ فرما کر آپ اُٹھے اور مکان کے اندر تشریف لے گئے اور مجلس کے لوگ اس ستر ہزار کے بارے میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ کچھ لوگوں نے کہا، شاید یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے رسول اللہ کی صحبت اُٹھائی ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا، شاید یہ وہ لوگ ہوں گے جو اسلام پر پیدا ہوئے، اور اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا۔ کچھ لوگوں نے اور بھی کچھ کہا، تب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تشریف لائے اور لوگوں نے اپنی قیاس آرائیوں کا ذکر آپ سے کیا تو آپ نے فرمایا، "یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کراتے ہوں گے اور نہ آگ سے داغواتے ہوں گے، اور نہ فال لیتے ہوں گے، بلکہ اپنے رب پر توکل کرتے ہوں گے۔"

EmaanLibrary.com

تب حضرت عکاشہ بن محصن اُٹھے اور عرض کیا، "آپ میرے لئے دُعا فرمایئے کہ میں انھیں میں سے ہو جاؤں"۔ آپ نے فرمایا، "آپ انھیں میں سے ہوں گے"۔ پھر دوسرا شخص اُٹھا، اُس نے بھی کہا، "آپ میرے لئے دُعا فرمایئے کہ میں بھی انھیں میں سے ہو جاؤں"۔ آپ نے فرمایا، "عکاشہ تم پر سبقت لے گئے"۔

(اس حدیث کو بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔)

اس حدیث میں حضرت عکاشہؓ بن محصن کے قول پر غور کیجئے۔ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ یعنی آپ اللہ سے دُعا فرمائیں کہ وہ مجھے اُن ستّر ہزار خوش نصیب لوگوں میں رکھے"۔ آپ نے جواب دیا، اَنْتَ مِنْهُمْ "آپ انھیں میں سے ہوں گے"۔ اور بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ "اے اللہ، عکاشہ کو انھیں لوگوں میں سے کر دے"۔ یعنی حضرت عکاشہؓ نے آپ سے دعا کی درخواست کی اور آپ نے اُن کے لئے دعا فرمائی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مومن اپنے لئے دوسرے مومن کی دعا کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنا سکتا ہے اور یہ امر مشروع ہے، کیونکہ صحابیِ رسولؐ حضرت عکاشہ نے آپ سے دعا کا وسیلہ لیا۔

اور صحابۂ کرامؓ میں یہ ایک عام رائج بات تھی کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دُعا کی درخواست کرتے تھے اور آپ اُن کے لئے اللہ سے دُعا فرماتے تھے۔ صحابۂ کرام یہ جانتے تھے کہ آپ کی دُعا رد نہیں کی جائے گی، کیونکہ آپ مستجابُ الدّعوۃ تھے۔ چنانچہ ایک نابینا نے آپ سے دعا کرائی کہ اس کی آنکھ روشن ہو جائے۔ اللہ تے

EmaanLibrary.com

اس کی بصارت لوٹا دی۔ ایک عورت کو مرگی کا مرض تھا اور دورہ پڑتا تو وہ بے ستر ہو جاتی تھی۔ اس نے دعا کی درخواست کی کہ دورہ کے وقت بے ستری نہ ہو۔ آپ نے دعا فرما دی۔ صحابۂ کرامؓ نے قحط سالی کے موقع پر بارش کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ کی دعا کی برکت سے بارش ہوئی۔ اسی طرح کی بہت سی مثالیں ہیں، جن سے صاف واضح ہے کہ مومن کی دعا دوسرے مومن کے لئے وسیلہ ہے اور یہ وسیلہ مشروع ہے۔

چوتھی دلیل

اندھے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو وسیلہ بنانا

حضرت عثمان بن حنیفؓ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا، "آپ میرے لئے دعا فرما دیں کہ اللہ مجھے عافیت دے"۔ آپ نے فرمایا، "اگر تم چاہو تو میں دعا کر دوں، ورنہ چاہو تو صبر کرو اور صبر ہی بہتر ہے"۔ نابینا نے کہا، "آپ دعا ہی فرما دیجئے"۔ آپ نے اسے اچھی طرح وضو کرنے اور یہ دعا مانگنے کا حکم دیا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ	"اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف
اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ	متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی حضرت محمد صلعم کے ذریعہ جو
یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ	نبی رحمت ہیں، اے محمد صلعم متوجہ کرتا ہوں آپ کو

EmaanLibrary.com

إِلَىٰ رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ لِتَقْضِيَ — میرے رب کی طرف میری اس حاجت میں تاکہ تو پوری

اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ۔ — کرا دے، اے اللہ، میرے بارے میں آپکی شفاعت قبول فرما:

(ترمذی، نسائی، مستدرک حاکم)

نابینا دعا سے فارغ ہوا اور اس کی روشنی لوٹ آئی۔

اس اندھے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی اور اللہ سے آپ کی دعا کی قبولیت کے لئے خود بھی دعا کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اصرار پر خود بھی دعا فرمائی اور اس سے بھی دعا کرائی۔ اللہ نے اس کے بارے میں آپ کی دعا قبول فرمائی اور وہ اندھا فوراً اسی مجلس میں بینا اور روشنی کا مالک ہو گیا۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن اپنے دوسرے مومن بھائی کی دعا کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنا سکتا ہے۔ یہ ایک مشروع کام ہے۔

اس حدیث سے کچھ لوگوں کو زبردست غلط فہمی ہو گئی ہے جس کے متعلق آئندہ مفصل بحث آ رہی ہے۔

EmaanLibrary.com

پانچویں دلیل

صحابۂ کرام بارش طلب کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی دعا کو وسیلہ بناتے تھے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لاتے، تواضع، سادگی، خشوع، نرم رفتاری اور عاجزی کی حالت میں اور عید کی دو رکعت کی طرح دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور تمہارے اس خطبہ کی طرح خطبہ نہیں دیتے تھے۔ (رواہ الخمسة)

۲۔ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش رک جانے کی شکایت کی، آپ نے حکم دیا تو مصلیٰ میں آپ کے لئے منبر رکھا گیا اور ایک دن سب کے جمع ہونے کا وقت مقرر کیا، اور جب آفتاب کی روشنی نمودار ہوئی تو آپ نکلے اور منبر پر بیٹھے، پہلے اللہ کی بڑائی بیان کی اور اس کی تعریف کی، اس کے بعد فرمایا، آپ لوگوں نے اپنے شہر کی خشک سالی کی شکایت کی ہے اور اللہ نے آپ لوگوں کو حکم دیا ہے کہ اس سے دعا مانگیں اور آپ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ آپ لوگوں کی دعائیں قبول کرے گا، اس کے بعد فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ، لَآ اِلٰهَ — سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے، بڑا رحم کرنے والا، بڑی رحمت والا ہے، جزا کے دن کا مالک ہے، اس کے سوا

EmaanLibrary.com

اِلَّا اللّٰہُ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ، اَللّٰھُمَّ	کوئی معبود نہیں، جو چاہتا ہے کر گذرتا ہے، اے اللہ!
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، اَنْتَ الْغَنِیُّ وَنَحْنُ	تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تُو غنی ہے اور ہم سب فقیر
الْفُقَرَاءُ، اَنْزِلْ عَلَیْنَا الْغَیْثَ، وَ	ہیں، ہم پر بارش نازل فرما، اور جو کچھ تُو ہم پر نازل فرمائے
اجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ عَلَیْنَا قُوَّۃً وَّ	اسے ایک مدت کے لئے قوت اور پہنچنے کا ذریعہ
بَلَاغًا اِلٰی حِیْنٍ۔	بنا دے۔

پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور دعا فرمائی، یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی چمک نظر آئی۔ پھر آپ نے لوگوں کی طرف اپنی پُشت پھیری، اور اپنی چادر کو پلٹا، جبکہ آپ کے ہاتھ بدستور اُٹھے رہے۔ پھر لوگوں کی طرف رُخ پھیرا، اور منبر سے اُترے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے بدلی پیدا کی، جو گرجی پھر چمکی، پھر اللہ کے حکم سے برسی۔ آپ اپنی مسجد تک پہنچے بھی نہ تھے کہ سیلاب کے دھارے بہنے لگے۔ جب آپ نے دیکھا کہ لوگ تیزی سے پناہ گاہوں کی طرف بھاگ رہے ہیں تو ہنس پڑے، یہاں تک کہ آپ کے دانت چمک اُٹھے اور فرمایا:

اَشْھَدُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ	"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور میں
قَدِیْرٌ وَ اَنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ	اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں"

(حاکم، ابوداؤد)

نمبر ۳:۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو استسقاء کی دعا کے وقت دیکھا کہ آپ نے بہت لمبی دعا مانگی اور بہت دیر تک

EmaanLibrary.com

سوال کرتے رہے، اس کے بعد قبلہ کی طرف مُڑ گئے اور اپنی چادر بھی پلٹ دی اور اس کے نیچے کی تہہ کو اوپر کر دیا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ ہی رُخ پھیر لیا۔ (مسند احمد)

۱۰۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجدِ نبوی میں آیا، آپ اس وقت خطبہ دے رہے تھے، اسی حالت میں وہ کہنے لگا: "اے رسولِ خدا! مال تباہ ہو گئے، راستے بند ہو گئے۔ آپ اللہ سے دعا فرمائیے کہ ہمیں بارش عطا فرمائے۔" آپ نے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اُٹھائے اور فرمایا: "اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا، اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا، اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا۔ (اے اللہ ہماری فریاد سُن لے، اے اللہ ہماری فریاد سُن لے، اے اللہ، ہماری فریاد سُن لے۔")

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ اُس وقت تک نہ ہم نے آسمان میں کوئی بدلی دیکھی نہ بادل کا کوئی ٹکڑا، اور ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان نہ کوئی گھر تھا نہ مکان۔ یکایک سلع پہاڑ کے پیچھے سے ڈھال کی طرح ایک بدلی نمودار ہوئی اور آسمان کے بیچ میں آتے آتے پھیل گئی، پھر برس پڑی۔ بخدا، ہم نے ایک ہفتہ تک سورج نہیں دیکھا۔

پھر اگلے جمعہ اُسی دروازے سے وہی شخص آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ہی دے رہے تھے کہ وہ شخص سامنے آ کر کہنے لگا: "اے رسولِ خدا! مال تباہ ہو گئے، اور راستے بند ہو گئے، اللہ سے دعا فرمائیے کہ ہم سے بارش روک دے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا:

EmaanLibrary.com

اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا، اَللّٰھُمَّ "اے اللہ، ہمارے آس پاس بارش ہو، ہمارے اوپر نہ ہو،

عَلَی الْاٰکَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ اے اللہ! ٹیلوں، پہاڑوں، نالوں اور

الْاَوْدِیَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ۔ جنگلوں میں برسا۔"

بارش بند ہوگئی اور ہم دھوپ میں چلتے ہوئے نکلے۔" (بخاری و مسلم)

یہاں آپ کے سامنے چار صحیح حدیثیں نقل کی گئیں جن سے ثابت ہوا کہ صحابۂ کرامؓ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے درخواست کرتے تھے کہ آپ بارش کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ کا معمول تھا کہ آپ فوراً دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیتے اور اللہ تعالیٰ سے بارش طلب فرماتے اور اللہ تعالیٰ ہر بار آپ کی دعا قبول فرما کر بارش برساتا۔

معلوم ہوا کہ بارش کے لئے صحابۂ کرامؓ آپ کی دعا کو وسیلہ بناتے اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی دعا کے وسیلہ کو قبول فرما کر بارش نازل فرماتا، صحابۂ کرامؓ نہ حضورؐ کی ذات کو وسیلہ بناتے، نہ کسی اور نبی یا مخلوق کی ذات کو، بلکہ وسیلہ صرف آپ کی دُعا کا مانگتے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ سے دعا کی درخواست کرتے۔ آپ مستجاب الدعوة تھے، اس لئے آپ کی دعا اللہ تعالےٰ فوراً قبول فرماتے۔

اِن احادیث میں کہیں بھی نہ آپ کے جاہ، نہ مرتبہ، نہ ذات، نہ منصب نہ شخصیت کے وسیلہ کا اشارہ ہے، نہ حکم۔ وسیلہ ہے تو صرف دُعا کا

EmaanLibrary.com

جو مشروع وسیلہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابۂ کرام رضؓ نے آپ کا وسیلہ ترک کر دیا

پچھلی بحث سے ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک حیات تھے، صحابۂ کرامؓ استسقاء اور دوسری ضروریات کے لئے آپ ہی کی دعا کو وسیلہ بناتے تھے۔ لیکن جب آپ وفات پا گئے اور رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے تو قحط سالی اور دوسری آفات کے موقع پر اُن حضرات کو دُعا کے لئے تلاش کرتے تھے جن کے زُہد و تقویٰ اور صلاح و سیرت پر سب کا اعتماد ہوتا تھا، البتہ ان اوصاف کے علاوہ خاندانِ نبوّت سے رشتہ و قرابت کو بھی ترجیح دی جاتی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ صاحبِ زُہد و وَرع اور کون ہو سکتا تھا، چنانچہ آپ کی زندگی میں تو صحابۂ کرامؓ آپ کی دعا کا وسیلہ لیتے تھے، لیکن آپ کی وفات کے بعد آپ سے دُعا کی درخواست ممکن ہی نہ تھی، اس لئے کہ انسان جب مر جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے، اور دعا بلاشبہ عمل اور عبادت ہے جس کا کرنا موت کی وجہ سے ممکن نہیں۔

چنانچہ حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ سے استسقاء کی دعا کی درخواست کرتے تھے، جیسا کہ حضرت

EmaanLibrary.com

انسؓ سے روایت ہے کہ جب قحط پڑتا تو حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ سے دعا کی درخواست کرتے ہوئے فرماتے تھے:

اَللّٰھُمَّ کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِیْنَا وَ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ فَیُسْقَوْنَ۔ (بخاری)

"اے اللہ، ہم اپنے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو وسیلہ بنا کر دعا کرتے تھے تو تو ہمیں بارش دیتا تھا۔ اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ لے کر بارش مانگتے ہیں، تو ہمیں سیراب فرما حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ اس وقت بھی بارش ہوتی تھی۔"

اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ نے آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد آپ کے چچا حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنا کر بارش کی دعا کرائی، اور صحابۂ کرامؓ میں سے کسی نے بھی حضرت عمرؓ کے اس عمل پر اعتراض نہیں کیا، کیونکہ سب کو اس بات کا علم تھا کہ استسقاء کے لئے وسیلہ دعا ہی کے ذریعہ ممکن تھا۔ جب تک آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم زندہ تھے آپ دعا فرمایا کرتے تھے، آپ کی وفات کے بعد یہ ممکن ہی نہ رہا کہ آپ سے دعا کرائی جائے، اور آپ کی جگہ کسی دوسرے کو تلاش کرنا ضروری تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے آپ کے چچا حضرت عباس کو اس کے لئے منتخب کیا۔

حضرت عباسؓ کا انتخاب اس لئے مناسب تھا کہ آپ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے چچا تھے۔ اس قرابت کا خاص لحاظ رکھا، ورنہ زہد و ورع میں

EmaanLibrary.com

حضرت عباسؓ سے بڑھ کر دوسرے صحابہؓ موجود تھے۔ حضرت عمرؓ کے اس انتخاب کو تمام صحابہؓ نے بالاتفاق تسلیم کیا، کسی نے بھی مخالفت نہیں کی۔ یہ ایک طرح سے صحابہؓ کا اجماع تھا، اور اجماع دلیل و حجت میں شریعت کا چوتھا جزء ہے۔ اس طرح حضرت عمرؓ کے اس عمل سے ثابت ہوا کہ مومن کی دعا کا وسیلہ مشروع ہے۔

اصل بحث سے ذرا ہٹتے ہوئے یہاں ہم اُس دعا کو بھی نقل کر دینا چاہتے ہیں جسے حضرت عباسؓ نے اس موقع پر حضرت عمرؓ کے حکم کے مطابق مانگی تھی۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے "فتح الباری" میں زبیر بن بکار کی روایت سے حضرت عباسؓ کی دعا نقل کی ہے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ إِنَّهُ لَمْ يَنْزِلْ بَلَاءٌ إِلَّا بِذَنْبٍ، وَلَمْ يُكْشَفْ إِلَّا بِتَوْبَةٍ، وَقَدْ تَوَجَّهَ الْقَوْمُ بِي إِلَيْكَ، لِمَكَانِي مِنْ نَبِيِّكَ، وَهٰذِهِ أَيْدِينَا إِلَيْكَ بِالذُّنُوبِ، وَنَوَاصِينَا إِلَيْكَ بِالتَّوْبَةِ، فَاسْقِنَا الْغَيْثَ، فَأَرْخَتِ السَّمَاءُ مِثْلَ الْجِبَالِ۔

"اے اللہ، بلاء کا نزول صرف گناہ کے سبب سے ہوتا ہے اور وہ صرف توبہ ہی کے ذریعہ دُور بھی کی جاتی ہے، اور قوم نے مجھے تیری طرف متوجہ کیا، کیونکہ تیرے نبی سے میرا رشتہ ہے۔ ہمارے یہ ہاتھ جو تیری طرف اُٹھے ہیں گناہوں سے بھرپور ہیں، اور ہماری پیشانیاں تیری بارگاہ میں توبہ سے جھکی ہوئی ہیں۔ تو ہمیں بارش سے سیراب فرما۔ اس کے بعد بارش پہاڑوں کی طرح موسلا دھار آئی۔"

حضرت عباسؓ نے گناہوں کے اعتراف اور اُن سے توبہ کو وسیلہ بنایا جو بلاشبہ عظیم صالح عمل ہے۔ حضرت عباسؓ دعا مانگ رہے تھے اور تمام مسلمان

EmaanLibrary.com

آپ کی دعا پر آمین کہہ رہے تھے۔ ابھی لوگوں کے ہاتھ دعا سے جھکے بھی نہ تھے کہ موسلا دھار بارش آئی۔

استسقاء کے بارے میں ہمارے سلفِ صالحین کا یہی طریقہ تھا کہ خشک سالی کے وقت وہ شہر سے باہر نکل جاتے تھے اور اپنے سب سے صالح شخص کے ذریعہ بارش کی دعا مانگتے تھے۔ چنانچہ حضرت معاویہؓ کے زمانے میں حضرت یزید بن الاسود کے ذریعہ مسلمانوں نے دعا مانگی اور اسی پر آج تک اُمّت کا عمل و اتفاق ہے۔

ان احادیث میں صرف بزرگوں کی دعا کے وسیلہ کا اثبات ہے۔ انکی شخصیت اور ذات کو وسیلہ بنانے کا وہم بھی اس سے نہیں ہوتا۔

مومن کی دعا اپنے مومن بھائی کے لئے ایک مشروع وسیلہ ہے۔

استسقاء کے لئے بزرگوں کی دعا کو وسیلہ بنانا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم، آپکے اصحاب اور سلفِ صالح سے ثابت اور معمول بہ امر ہے۔ آج بھی مشکلات اور مصائب، قحط سالی، بدامنی، ظلم و بربریت کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی التجا، دعا و مناجات پیش کرنے کے لئے اپنے میں سے کسی مردِ صالح کو دعا کے لئے آگے بڑھایا جائے اور اس سے دعا کی درخواست کی جائے۔ صلحائے اُمّت کی دعا سب کے لئے وسیلہ ہوگی۔

EmaanLibrary.com

نواں دلیل

حاجی کی دعا کا وسیلہ

ابوالزبیر صفوان بن عبداللہ بن صفوان سے روایت کرتے ہیں کہ شام آیا اور ابو درداء رضی اللہ عنہ کے گھر گیا تو اُن کو موجود نہیں پایا، البتہ اُمِّ درداء رضی اللہ عنہا ملیں اور مجھ سے پوچھا کہ "اس سال تم حج کا ارادہ رکھتے ہو"؟ میں نے کہا "ہاں"۔ اُمِّ درداء نے کہا، "پھر ہمارے لئے دعائے خیر کرنا۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، مسلمان کی دعا اپنے بھائی کے لئے اس کے غائبانہ قبول ہوتی ہے۔ دعا کرنے والے کے پاس ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے جو دعا کرنے والے کے لئے کہتا ہے، تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو اور اس کی دعا پر آمین کہتا ہے" صفوان کہتے ہیں کہ میں بازار کی طرف نکلا تو ابو درداء رضی اللہ عنہ بھی مل گئے اور انھوں نے بھی اُمِّ درداء رضی اللہ عنہا ہی کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے روایت کرتے ہوئے کہا۔" (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہم اپنے بھائی کی دعا کا وسیلہ بارگاہِ الٰہی میں لیں، اور جو لوگ اپنے بھائی کے لئے غائبانہ طور پر دُعا مانگتے ہیں، اُن کے اس عملِ صالح کا یہ ثواب ہے کہ خود اُن کی دعا پر فرشتے آمین کہہ کر اُن کے لئے بھی اسی قسم کی دعا کرتے ہیں۔

اس طرح اُمِّ درداء رضی اللہ عنہا نے حضرت صفوان کی دعا کو وسیلہ بنایا اور

EmaanLibrary.com

صفوانؓ نے اپنے لئے فرشتوں کی دعا کو وسیلہ بنایا۔ معلوم ہوا کہ مومن کی دعا اپنے بھائی کے لئے مشروع وسیلہ ہے، اور صحابۂ کرامؓ میں اس کا رواج عام تھا۔

حضرت اُمّ سلیم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو حضرت انسؓ کے لئے وسیلہ بنایا۔ مرگی کی مریض عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو وسیلہ بنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کو اُویس قرنی کی دعا کو وسیلہ بنانے کا حکم دیا تھا۔

اس طرح اس مضمون کی متعدد احادیث کا خلاصہ آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا جس سے اس مشروع وسیلہ کی وضاحت کما حقہ، ہو گئی، مشروع وسیلے کی تینوں اقسام کا تفصیل سے ذکر کر دیا گیا اور استطاعت بھر اس کی مشروعیت کا ثبوت پیش کر دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین،

EmaanLibrary.com

ممنوع وسیلہ کا بیان

اس کتاب کی تالیف کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ ممنوع وسیلہ کی تعریف اور اس کا تفصیلی بیان کیا جائے۔ لیکن ممنوع وسیلہ کے بیان سے قبل مشروع وسیلہ کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ لوگ اس کے مضبوط دلائل پڑھ کر یقین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ صرف اسی وسیلہ و تقرب کو قبول کرتا ہے جو اس نے خود مشروع کیا ہے، اور "مشروع وسیلہ" کو اسی لئے "مشروع" کہا بھی گیا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے۔ لہٰذا تمام اہلِ ایمان کا فرض ہے کہ اسی وسیلہ کو اختیار کریں، اپنی من مانی نہیں، بلکہ اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے مشروع و مامور سمجھ کر اختیار کریں۔

جب ہم مشروع وسیلہ کا بیان، اُس کے مضبوط اور روشن دلائل کا ذکر کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اسی وسیلہ کو اللہ تعالیٰ سے سیکھا تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء نے اسی وسیلہ کو اختیار کیا اور قیامت تک یہی وسیلہ اُمت کے لئے مشروع و مقبول ہے، تو ہم محسوس کرتے ہیں کہ اس سے عام مسلمانوں پر گہرا اثر پڑے گا۔

جو لوگ ممنوع وسیلہ کے قائل ہیں وہ مشروع وسیلہ کے مضبوط دلائل اور الہامی حجت و براہین کو پڑھ کر اپنے بے بنیاد و غلط معتقدات پر نظر ثانی

EmaanLibrary.com

کے لئے مجبور ہوں گے اور جب دلائلِ محمدیہ اور براہینِ مصطفویہ کی طاقت و زور کے سامنے اپنے کمزور و پھسپھسے تصورات کی بے وقعتی کا مشاہدہ کریں گے تو وہ مشروع وسیلہ کی اسی روشن اور حق و ہدایت سے معمور شاہراہ پر چل پڑیں گے۔

اور جو لوگ مشروع وسیلہ پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس کے دلائل پڑھ کر مزید اطمینان حاصل کریں گے۔ اُن کے قلوب حق کے نور سے مزید روشن ہوں گے اور انھیں مشروع وسیلہ کی حقانیت و مقبولیت پر اور زیادہ جماؤ اور رُسوخ حاصل ہوگا۔ اور وہ اپنے اُن بھائیوں کی طرف محبت اور جوش کے ساتھ لپکیں گے جنہوں نے مشروع وسیلہ کے ایمان افروز دلائل پڑھ کر اپنے قلوب کو روشن کیا اور حق کی اسی شاہراہ پر چل پڑے جس پر یہ پہلے سے چلتے آرہے تھے اور دونوں مل کر حق و ہدایت کے لئے توفیق پانے پر اللہ کا شکر ادا کریں گے۔

بس اس کتاب کی تالیف کا حقیقی مقصد ہی یہ ہے کہ اُمتِ مسلمہ کی صف بندی کی جائے اور حق و ہدایت کے مرکز پر سب کو جمع کیا جائے اور اُمتِ محمدیہ کے انتشار و افتراق کو ختم کر کے سب میں "ایک اُمت" ہونے کا جذبہ پیدا کیا جائے، اور غلط عقائد کی بنیاد پر خود ساختہ دلائل کی آڑ لے کر جو لوگ اُمتِ مسلمہ میں اختلاف و گروہ بندی پیدا کر رہے ہیں اُن کا منھ بند کیا جائے۔ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ اُس نے اس دین کی حفاظت کا انتظام کیا ہے اور حق کی راہ خوب روشن کر دی ہے۔ جن کی آنکھیں کھلی ہونگی وہ نورِ حق کی روشنی میں صراطِ مستقیم ہی پر چلیں گے اور جو ہٹ دھرمی پر قائم رہیں گے اُن کے لئے خسران و ضلال کے سوا کچھ نہیں۔

EmaanLibrary.com

ممنوع وسیلہ کی تعریف

ممنوع وسیلہ کی تعریف یہ ہے کہ بندہ اللہ کا تقرب ایسے عمل کے ذریعہ حاصل کرنا چاہے جو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سُنّت کے خلاف ہو۔

مثلاً، آسمان وزمین میں اللہ کی جو مخلوقات ہیں اُن کی ذات کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جائے۔ جیسے فرشتے، انبیاء، صالحین۔ ان بزرگوں کے صالح اعمال کی اتباع کئے بغیر صرف اُن کی ذات کو وسیلہ بنائے۔ اسی طرح مقدس مقامات کا وسیلہ لے۔ مثلاً کعبۃ اللہ، مشعر الحرام، رمضان المبارک، شب قدر، ذی الحجہ اور دوسرے حرمت والے مہینوں کو وسیلہ بنائے، لیکن ان میں جن اعمال کے ادا کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اُس کی پروا نہ کرے۔

ممنوع وسیلہ کا حکم

ممنوع وسیلہ حرام ہے۔ البتہ اس کی حُرمت، وسیلہ کی نوعیت اور اس کے طریقوں کے اعتبار سے سمجھی جائے گی۔

حرام وسیلہ کی اعلیٰ قسم تو کفر ہے، اور سب سے ادنیٰ قسم وہ ہے جس میں کسی شرعی عمل کی مخالفت ہوتی ہو۔

حرام وسیلہ اختیار کرنے والے کو روکنا چاہئے۔ پہلے اُس سے توبہ کرانی چاہئے۔

EmaanLibrary.com

ورنہ مسلمانوں کے امام و پیشوا کو اختیار ہے کہ ہر اُس حد کو جاری کر سکتا ہے جس سے حرام وسیلہ اختیار کرنے والے کو ارتکاب جُرم سے باز رکھا جا سکے۔ البتہ سزا سے قبل اس کو دلائل و براہین سے قائل کیا جائے اور وعظ و نصیحت کر کے اس کو فعلِ حرام سے بچنے کی تلقین کی جائے۔ لیکن اگر کوئی شخص ممنوع و حرام وسیلہ کا مرتکب ہی ہو جائے تو خواہ جان بُوجھ کر کیا ہو یا جہالت و لاعلمی سے کیا ہو، بھول چُوک سے کیا ہو یا قصداً جان بُوجھ کر کیا ہو، جس درجہ و نوعیت کا وسیلہ اختیار کیا ہو گا اسی قسم کی سزا و حکم کا مستحق ہو گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے اور ضلالت کی راہ پر بھٹکنے سے بچائے اور حق سننے اور اُس پر عمل و اتّباع کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین

ممنوع وسیلہ کے اقسام

جو لوگ ممنوع و حرام وسیلہ کو حلال سمجھتے ہیں وہ اسے تین طریقے سے کرتے ہیں:۔

اوّل:۔ کسی ذات اور شخص کو وسیلہ بنانا۔ مثلاً کسی مخصوص آدمی کا نام لے کر کہے کہ اے اللہ، میں تیری بارگاہ میں فلاں شخص کو وسیلہ بنا کر پیش کرتا ہوں کہ تُو اس کے وسیلے سے میری حاجت پوری فرما دے۔ وسیلہ لینے والے کے دل میں "فلاں شخص" سے اس شخص کی ذات مراد ہو۔

EmaanLibrary.com

دوّم :- کسی کے جاہ، حق، حُرمت اور برکت کا وسیلہ لینا۔ مثلاً، وسیلہ لینے والا کہے: "اے اللہ، فلاں شخص کا تیرے پاس جو مرتبہ ہے اُس کو وسیلہ بناتا ہوں، یا فلاں شخص کا تجھ پر جو حق ہے اس کو وسیلہ بناتا ہوں، یا اس شخص کی حُرمت اور برکت کو وسیلہ بناتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری فرما دے۔"

سوّم :- کسی کے وسیلہ سے اللہ پر قسم کھانا۔ مثلاً کہنے والا کہے: "اے اللہ، فلاں شخص کے وسیلہ سے تجھ پر قسم کھاتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری فرما دے۔"

ممنوع وسیلہ کو حلال سمجھنے والے انھیں تین طریقوں پر وسیلہ لیتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ تینوں ہی طریقے باطل اور اصولِ دین کے مخالف ہیں۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ وسیلہ کے مذکورہ بالا تینوں طریقے شرع کے خلاف اور ممنوع و حرام ہیں، لہٰذا کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ ان میں سے کسی بھی طریقہ کو استعمال کرے، اور ان تینوں کو حلال سمجھنے والے انھیں تقربِ الٰہی کا بہتر ذریعہ سمجھتے ہیں اور ان کو دعا کی قبولیت کا مؤثر وسیلہ سمجھتے ہیں تو آخر یہ تضاد اور اختلاف کیسے ختم ہو؟ لیکن یہ کچھ مشکل بات نہیں۔

اختلافات کوئی نئی چیز نہیں، اور صرف ہمارے ہی اندر اختلاف نہیں ہوا ہے۔ اختلافات کا ہونا بالکل قدرتی بات ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے دُور کرنے کی بھی راہ متعین فرما دی ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب ہم کسی بات میں

EmaanLibrary.com

اختلاف کریں تو اللہ اور اس کے رسول کو یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سُنّت کو حاکم بنالیں اور اپنا اختلاف ان کے سامنے پیش کردیں، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ، فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝ (النساء - ۵۹)	"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبِ حکومت ہیں اُن کی بھی۔ اور اگر کسی بات پر تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اُس کے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔"

ظاہر ہے کہ اس آیت کی روشنی میں اختلاف کرنے والے دونوں ہی گروہ اللہ اور اس کے رسول کو حاکم بنانے اور ان کے فیصلے کو برحق ماننے اور اُن پر عمل کرنے کے لئے پابند ہیں، کیونکہ اگر ایسا نہیں تو پھر ایمان ہی نہیں۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ (النساء - ۶۵)	"تیرے رب کی قسم، یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اُس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں، تب تک مومن نہیں ہوں گے۔"

EmaanLibrary.com

لہٰذا جب دونوں ہی فریق اللہ اور اُس کے رسول کی عدالت میں اپنا مقدمہ پیش کرنے اور اُن کا فیصلہ ماننے اور عمل کرنے پر متفق اور راضی ہیں تو آئیے، دونوں ہی فریق اپنا اپنا مقدمہ اپنے دلائل کے ساتھ پیش کریں۔

جہاں تک ہمارا تعلق ہے، ہم نے شروع ہی میں مشروع وسیلہ کی وضاحت کردی ہے، اور قرآن وحدیث، نیز صحابۂ کرامؓ اور سلفِ صالحین کے اعمال سے اس کے مشروع ہونے کے دلائل دے دیئے ہیں اور یہ بھی بتادیا کہ شارع علیہ السلام نے اسی مشروع وسیلہ کو اختیار کرنے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دی ہے۔

البتہ ہم نے کتابُ اللہ وسُنّتِ رسول اللہ میں کہیں بھی اس ممنوع وسیلہ کا ذکر نہیں پایا جس کے حلال ومشروع ہونے کا ہمارے مخالفین دعویٰ کررہے ہیں۔ اگر یہ وسیلہ بھی مشروع ہوتا تو اس کا ذکر شارع علیہ السلام ضرور کرتے اور اس پر بھی عمل کرنے کی ترغیب دیتے۔ یہ بات عقل کے خلاف ہے کہ اتنی اہم بات کو اللہ رب العالمین بیان نہ فرماتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تبلیغ سے باز رہتے اور صحابۂ کرامؓ بھی اس پر عمل نہ کرتے! معلوم ہوا کہ کتابُ اللہ اور سُنّتِ رسول اللہ میں اس کا ذکر نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ وسیلہ مشروع ہی نہیں۔ اور جب مشروع نہیں تو صاف واضح ہے کہ یہ ممنوع اور حرام ہے۔

اگرچہ مذکورہ بالا تفصیلات سے فریقِ مخالف کے ممنوع وسیلہ کا غیر شرعی ہونا

EmaanLibrary.com

ثابت ہو گیا، لیکن ہم چاہتے ہیں کہ اس کے ممنوع و حرام ہونے کے مزید دلائل بھی بیان کر دیں۔

ممنوع وسیلہ کی پہلی قسم

کسی شخص و ذات کا وسیلہ

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی کی ذات اور شخصیت کا وسیلہ لینا ایک غیر شرعی عمل ہے جس کا نہ اللہ نے حکم دیا ہے، نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تبلیغ فرمائی ہے، بلکہ اللہ نے عمل اور اتباع سے خالی اس وسیلہ کی مذمت بھی فرمائی ہے۔ جیسا کہ اس مذموم وسیلہ کے مرتکب مشرکین کی بابت اللہ نے فرمایا ہے:

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ	"دیکھو خالص عبادت اللہ ہی کے لئے ہے، اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم انکو اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں، تو جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں اللہ ان میں ان کا فیصلہ کر دے گا۔ بے شک اللہ اس شخص کو جو جھوٹا، ناشکرا ہے، ہدایت نہیں دیتا۔"

(الزمر-۳)

اس آیت میں کسی شخص کی ذات کو وسیلہ بنانے کو اللہ نے رد کر دیا ہے اور

EmaanLibrary.com

اسے قبول نہیں فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں دو باتوں پر مذمت فرمائی ہے۔

اوّل :- اللہ کے سوا دوسروں کی بندگی پر۔

دوم :- اشخاص اور مخلوقات کو اللہ کی بارگاہ میں تقرب کا ذریعہ بنانے پر۔

کیونکہ یہ دونوں ہی باتیں عیب اور گناہ، باطل اور جھوٹ اور گمراہی ہیں۔

اللہ کا اِرشاد ہے ؛

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِىْ	"اور تمہارا مال اور اولاد ایسی چیز نہیں کہ تم کو ہمارا مقرب
تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ	بنادیں۔ ہاں (ہمارا مقرب وہ ہے) جو ایمان لایا اور
وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ	عملِ نیک کرتا رہا۔ ایسے ہی لوگوں کو ان کے اعمال کے
جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ	سبب دُگنا بدلہ ملے گا۔ اور وہ خاطر جمع سے
فِى الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ۝	بالاخانوں میں بیٹھے ہوں گے"

(سبا - ۳۷)

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ جو اللہ کے نزدیک مقرب ہوتے ہیں اور بڑے بڑے رُتبے پاتے ہیں اور جن کی نیکیوں کا اجر بڑھایا جاتا ہے تو یہ سب کچھ اُن کے اعمالِ صالحہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اُن کے مرتبہ اور واسطے سے کچھ نہیں ملتا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا اِرشاد :- شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ سے یہ پوچھا گیا کہ دو آدمیوں نے آپس میں مناظرہ کیا۔ ایک نے کہا: اللہ اور ہمارے

EmaanLibrary.com

درمیان واسطہ ہونا ضروری ہے، کیونکہ ہم اس کے بغیر اللہ تک نہیں پہنچ سکتے "۔

اِس کا جواب حضرت شیخ الاسلام نے یہ دیا:

" الحمدللہ رب العالمین! اگر سائل نے واسطہ سے مراد یہ لی ہے کہ ایسا واسطہ ضروری ہے جو ہمیں اللہ کا حکم پہنچائے تو یہ حق اور درست ہے۔ اس لئے کہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ کی مرضی اور پسند کیا ہے؟ کس چیز کا اس نے حکم دیا اور کس سے منع کیا؟ اور اپنے دوستوں کے لئے کیا انعام واکرام تیار کر رکھا ہے، اور اپنے دشمنوں کے لئے کس عذاب کا وعدہ کیا ہے؟ لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کن اسماءِ حُسنیٰ اور صفاتِ عُلیا کا حقدار ہے جن کو جاننے سے عقل عاجز ہے۔ یہ سب باتیں صرف انھیں رسولوں کے ذریعہ معلوم ہو سکتی ہیں جنھیں اللہ نے اپنے بندوں کی طرف بھیجا ہے۔ تو جو لوگ رسولوں پر ایمان لاتے ہیں، اُن کی اتباع کرتے ہیں، وہ ہدایت پر ہیں۔ انھیں اللہ اپنے نزدیک کرتا ہے، ان کے درجات بلند کرتا ہے، انھیں دنیا اور آخرت میں عزت دیتا ہے، اور جو لوگ رسولوں کی مخالفت کرتے ہیں، وہ ملعون ہیں، اپنے رب سے دُور اور محروم ہیں۔

لیکن اگر سائل کی مراد واسطہ سے یہ ہے کہ یہ واسطہ نفع حاصل کرنے، نقصان دُور کرانے کے لئے ہے۔ مثلاً یہ واسطہ لوگوں کو روزی دلانے، اُن کی مدد اور ہدایت کے لئے ہے اور اسی کا لوگ اُن سے سوال کرتے ہیں اور اسی کیلئے

EmaanLibrary.com

اُن کے پاس جائیں، تو یہ وہ عظیم ترین شرک ہے جس کی بناء پر اللہ نے مشرکین کو کافر کہا ہے۔ کیونکہ ان مشرکین نے اللہ کے علاوہ دوسروں کو سفارشی بنایا تھا، انھیں سے نفع حاصل کرنے اور نقصان دُور کرنے کی درخواست کرتے تھے۔"

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا ارشاد:- "دُرِ مختار" اور "تاتار خانیہ" میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا فرمان ہے کہ کسی کے لئے جائز نہیں کہ اللہ کو اس کی ذات کے سوا کسی اور ذریعہ سے پکارے، اور جس دُعا کا حکم اور اجازت دی گئی ہے وہ اس آیت کے مطابق ہے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا "اور اللہ کے اچھے نام ہیں انھیں ناموں سے اُس کو پکارو۔" (الاعراف - ۱۸۰)

ابنِ عربی کا قول:- مشہور صوفی ابنِ عربی نے "فتوحاتِ مکیّہ" میں کہا، "اللہ نے اپنی حجّت بندوں پر قائم کر دی ہے اور ان کو اللہ پر حجّت قائم کرنے کا موقع نہیں دیا ہے۔ لہٰذا اللہ کے پاس اُس کی ذات کے سوا کسی اور چیز کا وسیلہ لینا جائز نہیں۔ اس لئے کہ وسیلہ کہتے ہیں "قُرب حاصل کرنے کو"۔ اور اللہ نے ہمیں خبر دی ہے کہ وہ ہم سے قریب ہے اور اُس کی خبر سچّی ہے۔"

EmaanLibrary.com

ممنوع وسیلہ کی دوسری قسم

اللہ کے یہاں کسی کے مرتبہ یا حق یا حرمت وغیرہ کا وسیلہ چاہنا

اللہ کے یہاں کسی کے مرتبہ یا اُس کی حُرمت و عزت کا وسیلہ لینا غیر شرعی عمل ہے۔ اللہ نے نہ اسے مشروع کیا، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہم تک پہنچایا، نہ اس کا حکم دیا، نہ تاکید کی، اور نہ ہی صحابہ کرامؓ میں سے کسی کا عمل اس پر ثابت ہوا۔

جو لوگ اس قسم کے وسیلہ کو جائز سمجھتے ہیں ہم اُن کے سامنے ایک سوال پیش کرتے ہیں، کہ جس شخص کے جاہ و مرتبہ اور حُرمت کے وسیلہ سے تم اللہ سے سوال کرتے ہو، اللہ کے نزدیک ان کو یہ مرتبہ اور یہ عزت کیسے مل گئی؟ کیا یہ سب عزت و مرتبہ انھیں محض اس لئے نہیں ملا کہ انھوں نے اپنے رب کی اطاعت کی، اس کے احکامات پر عمل کیا، اس کی منع کی ہوئی باتوں سے باز رہے، انھوں نے اچھے بھلائی کے کام کئے، اللہ کی راہ میں جہاد کیا، لوگوں میں اُس کی دعوت کو پھیلایا، اللہ کی راہ میں تکالیف برداشت کیں۔ کیا ایسا نہیں ہوا؟ اگر انھوں نے ایسا نہ کیا ہوتا تو نہ انھیں یہ جاہ و عزت ملتی اور نہ یہ مرتبۂ بلند نصیب ہوتا۔

EmaanLibrary.com

جب حقیقت یہی ہے تو بتاؤ کہ ان کے ان اعمالِ حسنہ میں سے کیا تم کو بھی کچھ حصّہ ملے گا؟ ظاہر ہے کہ تم یہی جواب دو گے کہ ہم کو ان کی نیکیوں میں سے کچھ نہیں ملے گا، بلکہ ان کا عمل صرف انھیں کے لئے ہے، اور کسی کو بھی اس میں سے کچھ نہیں ملے گا۔۔۔۔ ہم کہیں گے کہ آپ کا یہ جواب بالکل حق اور درست ہے۔

جب آپ لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ یہ عزت و مرتبہ انھیں محض ان کی اپنی کوشش سے حاصل ہوا، اور اُن کی کوشش کا پھل صرف انھیں کو ملے گا، کسی کو اُن میں سے کچھ نہیں ملنے والا ہے، تو بتاؤ کہ جس جاہ و مرتبہ کے تم مالک نہیں ہو اُس کو اللہ کے یہاں وسیلہ کیوں بناتے ہو؟ جب تمہارا اس پر ذرہ برابر حق نہیں تو اس حق کا واسطہ کیوں دیتے ہو؟ اللہ کا تو ارشاد ہے:

وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی، ”اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

وَ اَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی، ثُمَّ اور یہ کہ اُس کی کوشش دیکھی جائے گی، پھر اس کو اُس کا

یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ۝ پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔“

(النجم - ۴۱)

مذکورۂ بالا تفصیلات سے ثابت ہوا کہ غیر مشروع وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں مردود ہے۔ کیونکہ وہ شرع و حکمِ الٰہی کے مطابق نہیں۔ نیز یہ حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی بھی ہے، اس لئے اس پر سزا بھی ہوگی۔ کیونکہ حکمِ الٰہی کی مخالفت گناہ ہے، اور گناہ کی سزا لازم ہے۔

EmaanLibrary.com

اُمت کے جو صالح افراد اپنے اعمالِ صالحہ کے ساتھ اللہ کو پیارے ہو گئے وہ انشاء اللہ، اللہ کی رحمت و مغفرت، عفو و کرم اور انعام و رضا کی وسیع جنت میں لطف اندوز ہو رہے ہوں گے، کیونکہ یہ اُن کی نیکیوں کی جزا اور کوششوں کا پھل ہے۔ کسی اور کو حق نہیں پہنچتا کہ اُن کی نیکیوں کو اپنے لئے وسیلہ بنائے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحہ نے فرمایا۔ کسی کے لئے جائز نہیں کہ اپنے اسلاف کی نیکیوں کا احسان اللہ پر جتائے اور اس پر بھروسہ کرے۔ کیونکہ یہ نیکیاں اُس کا ذاتی عمل نہیں ہیں جن کے ثواب کا وہ مستحق ہو۔ غار میں پناہ لینے والے تینوں اشخاص کی مثال سامنے ہے کہ انہوں نے اپنے اسلاف کے اعمال کا وسیلہ نہیں لیا، بلکہ خود اپنے اعمال کو وسیلہ بنایا۔

بزرگانِ دین کے اعمالِ صالحہ کا وسیلہ لینے والوں سے ہم کہیں گے کہ آپ لوگ بھی ویسے ہی اعمال کیوں نہیں کرتے جیسے آپ کے بزرگ کیا کرتے تھے اور جس طرح وہ اپنے اعمال کا وسیلہ لیا کرتے تھے آپ لوگ بھی اپنے اعمال کا وسیلہ کیوں نہیں لیتے، تاکہ جس طرح انھیں قربِ الٰہی حاصل ہوا، آپ کو بھی حاصل ہو۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

لَسْنَا وَإِنْ أَحْسَابُنَا كَرُمَتْ ✿ يَوْمًا عَلَى الْأَبَاءِ نَتَّكِلُ

ہمارا خاندان اگرچہ بڑا شریف ہے ✿ لیکن ہم خاندانی شرافت پر ایکدن بھی بھروسہ نہیں کر

EmaanLibrary.com

نَبۡنِیۡ كَمَا كَانَتۡ اَوَائِلُنَا ۞ تَبۡنِیۡ، وَنَفۡعَلُ مِثۡلَ مَا فَعَلُوۡا

ہمارے بزرگوں نے جس طرح اعمال کئے ویسے ہی ہم بھی کرتے ہیں۔

شارحِ عقیدہ طحاویہ کا بیان: دعا کی قبولیت اور صاحبِ وسیلہ کی نیکی کے درمیان کیا تعلق ؟ مثلاً وسیلہ لینے والا کہے گا کہ " اے اللہ! تیرے فلاں بندہ کے صالح ہونے کے سبب سے میری دعا قبول فرما " آخر دعا سے اس کا کیا تعلق ؟ یہ تو دعا میں ایک طرح کی ہٹ دھرمی ہوئی، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اُدۡعُوۡا رَبَّكُمۡ تَضَرُّعًا وَّ خُفۡيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُعۡتَدِيۡنَ ۝ " لوگو اپنے رب سے چپکے چپکے اور عاجزی سے دعائیں مانگا کرو، وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا "

(الاعراف - ۵۵)

یہ اور اس قسم کی دعائیں اہلِ بدعت ہی کا وظیفہ ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام، تابعین عظام، ائمہ مجتہدین غرض کسی سے بھی اس قسم کی دعائیں منقول نہیں ہیں، بلکہ ان کا رواج تعویذ گنڈے والے اصحابِ طریقت ہی کے یہاں ہے۔

دعا تو افضل ترین عبادت ہے اور عبادت کی بنیاد سنّت اور اتباع پر ہے، ہوئی و بدعات پر نہیں۔

EmaanLibrary.com

ممنوع وسیلہ کی تیسری قسم

اللہ پر صاحبِ وسیلہ کی قسم کھانا

قسم اور حلف کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ کے نام سے لی جائے۔ کیونکہ قسم عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کی جائز نہیں۔ صحیحین میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، "جس کو قسم کھانی ہو وہ اللہ کے نام کی قسم کھائے ورنہ چپ رہے" اور ترمذی میں ہے کہ "جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اُس نے شرک کیا"۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب مخلوق کی قسم مخلوق پر حرام ہے تو پھر کسی مخلوق کے نام کی قسم خالق پر کیسے جائز ہو سکتی ہے؛ مثلاً کوئی کہے کہ "اے اللہ! تجھ پر فلاں بزرگ کی قسم کھاتا ہوں، یا فلاں کے حق کے وسیلے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری حاجت پوری کر" ایسا کہنا سراسر حرام ہے۔

مخلوق کے بارے میں تو آپ سوچ سکتے ہیں کہ اگر اُس کے سامنے کسی بڑے یا معزز شخص کی قسم کھائی جائے تو وہ اس سے متاثر ہو کر اپنا ارادہ بدل سکتا ہے اور آپ جیسی کر سکتا ہے، لیکن اللہ ربّ العالمین کسی کی قسم سے متاثر ہو کر اپنا ارادہ نہیں بدلتا۔ نہ اللہ پر کوئی اپنی جیسی مسلط کر سکتا نہ اس کے ارادے سے کوئی اس کو باز رکھ سکتا ہے۔ وہ ان باتوں سے بہت بلند ہے۔ اس کا تو ارشاد ہے:

EmaanLibrary.com

وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ "اور وہ پناہ دیتا ہے اور اُس کے مقابل کوئی پناہ نہیں دے سکتا"

(المومنون - ۸۸)

اللہ تو اُس عظمت کا مالک ہے کہ جس سے بڑا کوئی ہے ہی نہیں۔ اُس کے حکم کو ٹالنے والا کوئی نہیں، نہ کوئی اس کی مخالفت کر سکتا نہ اسے روک سکتا ہے۔ جو اُس نے چاہا، ہوا، جو نہیں چاہا، نہیں ہوا۔ جب اللہ کی یہ عظیم شان ہے تو بھلا اُس پر کسی مخلوق کی قسم کیسے کھائی جا سکتی ہے؟ اس کی ذات تو ایسی برتر و مقدس و اعلیٰ ہے کہ مخلوق پر اس کی قسم کھانی چاہیئے، نہ کہ اُلٹے مخلوق کی قسم اس پر کھائی جائے۔

ذرا سوچیئے! اللہ پر کسی مخلوق کی قسم کھانی صرف شرک ہی نہیں، بلکہ شرک کے ذریعہ اللہ کا تقرّب حاصل کرنا ہے۔ اور تقرّب کے لئے تو ضروری ہے کہ ایسی چیز کے ذریعہ حاصل کیا جائے جس سے تقرّب دینے والا خوش ہو، اور یہ بات کوئی عقل مند آدمی سوچ بھی نہیں سکتا کہ کسی کا تقرّب اس کی ناپسندیدہ چیز سے حاصل کیا جائے۔

یہ حضرات اللہ پر اُس کی مخلوق کی قسم کھاتے ہیں اور اسی قسم کے ذریعہ اس کا تقرّب حاصل کرتے ہیں، جبکہ اللہ کو یہ پسند نہیں کہ اس کے ساتھ بندوں کو شریک کیا جائے۔ یہ لوگ نہ صرف یہ کہ شرک کرتے ہیں، بلکہ شرک کو تقرّب الٰہی کا ذریعہ بھی بناتے ہیں — ایسی عقل پر ماتم کرنا چاہیئے۔

ہم یہ بھی پوچھتے ہیں کہ جب قسم عبادت ہے تو بتاؤ کہ جس کی قسم کھائی جائے

EmaanLibrary.com

وہ بڑا ہوتا ہے یا جس پر قسم کھائی جائے وہ بڑا ہوتا ہے؛ سب یہی کہیں گے کہ جس کی قسم کھائی جائے وہ بڑا ہوتا ہے۔ تو سوچو کہ جب ہم کسی مخلوق کی قسم اللہ پر کھاتے ہیں تو ایسی صورت میں مخلوق خالق سے بڑی ہو گئی۔ (اس شرک اور کفر سے اللہ کی پناہ) علماء نے مخلوق کی قسم کھانے سے شدت کے ساتھ روکا ہے اور اس پر سخت تنبیہ کی ہے، کیونکہ اس میں شرک کے ساتھ ساتھ الوہیتِ ربانی کے ساتھ زبردست ٹکراؤ بھی ہے۔

شارحِ عقیدۂ طحاویہ کا بیان ہے کہ کسی کے حق کی اللہ پر قسم کھانی حرام ہے، کیونکہ مخلوق کی قسم مخلوق پر تو جائز نہیں، پھر بھلا خالق پر کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَکَ "جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اُس نے شرک کیا"۔

امام ابوحنیفہؒ اور ان کے صاحبینؒ کا قول ہے کہ "دعا کرنے والے کے لئے یہ حرام ہے کہ وہ یوں دعا کرے: "اے اللہ، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں فلاں کے حق کے واسطے سے، تیرے نبیوں کے اور رسولوں کے حق کے واسطے سے، بیت اللہ الحرام اور مشعر الحرام کے حق کے واسطے سے"، ایسا کہنا بھی حرام ہے کہ "اے اللہ، تیرے نزدیک فلاں کے مرتبہ کے واسطے سے سوال کرتا ہوں، تیرے انبیاء اور اولیاء کے واسطے سے سوال کرتا ہوں"۔

اگر یہ وسیلے صحابۂ کرامؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں

EmaanLibrary.com

لیتے تھے تو ایسا ہی وہ آپ کی وفات کے بعد بھی کرتے۔ حالانکہ وہ آپ کی زندگی میں آپ کی دعا کا وسیلہ لیتے تھے، آپ سے دعا کی درخواست کرتے تھے اور پھر آپ کی دعا پر سب مل کر آمین کہتے تھے، جیسا کہ استسقاء وغیرہ میں ان کا معمول تھا۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور لوگ استسقاء کے لئے نکلے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: "اے اللہ، جب ہم قحط سالی کا شکار ہوتے تھے تو ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبیؐ کو وسیلہ بناتے تھے اور تُو ہمیں سیراب کرتا تھا، اور اب ہم تیرے نبیؐ کے چچا کا وسیلہ لیتے ہیں"۔ یعنی تیرے نبیؐ کی زندگی میں اُن کی دعا وسیلہ ہوتی تھی اور اب ان کی وفات کے بعد اُن کے چچا کی دعا ہمارے لئے وسیلہ ہے۔ یہ ہرگز نہیں کہتے تھے کہ ہم تجھ پر تیرے نبیؐ کی یا تیرے نبیؐ کے چچا کی قسم کھاتے ہیں، یا اُن کے جاہ و حق کے واسطے سے دعا کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر حضرت عباسؓ کی دعا کو وسیلہ بنانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ آپ کے چچا سے بہر حال بلند تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے اس طرح دعا مانگی: "اے اللہ! میرے باپ دادا کا تجھ پر جو حق ہے اس کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں"۔ اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے وحی کے ذریعہ پوچھا: "داؤد! تیرے باپ دادا کا مجھ پر کیا حق ہے؟"

شیخ ابوالحسن القدوری کا بیان ہے کہ غیر اللہ کے نام سے سوال کرنا حرام

EmaanLibrary.com

ہے، کیونکہ غیر اللہ کا اللہ پر کوئی حق نہیں۔ حق تو اللہ کا اس کی مخلوق پر ہے۔ جب مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں تو اس حق کے واسطے سے سوال کرنا کس طرح جائز ہے؟

ابن بلاجی نے "شرح المختار" میں کہا ہے کہ "اللہ سے صرف اسی کے نام سے دعا مانگی جائے اور یوں نہ کہا جائے کہ اے اللہ تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے فرشتوں یا تیرے انبیاء کے واسطے سے۔ کیونکہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں"۔

اور شیخ نعمان خیر الدین حنفی نے "جلاء العینین" میں کہا کہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ کسی کے لئے جائز نہیں کہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام سے دعا مانگے۔ اور تمام حنفی کتابوں میں یہ صراحت موجود ہے کہ انبیاء، اولیاء اور بیت اللہ کے حق کا واسطہ دے کر دعا مانگنا مکروہ تحریمی ہے اور یہ ایسی حرمت ہے جس کی سزا جہنم ہے۔

مخلوقات کی ذات کو وسیلہ بنانے کی حرمت اور اس کے غیر شرعی ہونے کے دلائل کو اب ہم یہاں ختم کر رہے ہیں۔ اس ممنوع وسیلہ کے تمام اقسام کے باطل و حرام ہونے کو ہم نے الحمد للہ پوری طرح ثابت کر دیا اور یہ واضح ہو گیا کہ یہ وسیلے کتاب و سنت کے خلاف اور حق و صواب سے دور و نفور ہیں۔

اور اب ہم اس ممنوع وسیلہ کو حلال سمجھنے والوں کو موقع دیتے ہیں کہ وہ اپنے دلائل پیش کریں۔ اگر ان کے دلائل فی الواقع قرآن اور سنتِ صحیحہ کے مطابق ثابت ہوئے تو ہم کھلے دل سے وعدہ کرتے ہیں کہ ان کے دلائل کی حقانیت ثابت ہوتے ہی ہم حق کے سامنے جھک جائیں گے۔

EmaanLibrary.com

اسی طرح ہم اُن سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے دلائل کے باطل ہونے کا ثبوت پاتے ہی حق کا ساتھ دیں، اور اپنے فاسد عقیدہ سے توبہ کریں، اور اللہ سے معافی کے طلبگار ہوں، تاکہ دونوں ہی صورتوں میں حق کی فتح ہو، اور باطل شکست خوردہ اور مغلوب ہوجائے، اور ہم دونوں ہی مل کر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تھام لیں اور آپ کی اس وراثت کو حاصل کرلیں جس کا حضورؐ نے ہمیں وارث بنایا ہے۔ یعنی اللہ کی کتاب اور آپؐ کی سُنّت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا، کِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِیْ۔

"میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑ دی ہیں، جب تک تم ان کو مضبوط تھامے رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اللہ کی کتاب اور میری سُنّت"

آؤ، ہم اس روشن اور مبارک عہد کی طرف لوٹیں جو قیامت تک کے لئے خیر القرون ہے۔ اگرچہ ہم اور ہماری اولاد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی صحبت نہیں پائی، لیکن آپ کی پاک سانس جو اِن سطروں میں خوشبو پھیلا رہی ہے اس سے ضرور مشرف ہوئے ہیں۔ سچ ہے ؎

اَهْلُ الْحَدِیْثِ هُمُوْ اَهْلُ النَّبِیِّ وَاِنْ ۔۔۔ لَمْ یَصْحَبُوْا نَفْسَهٗ اَنْفَاسَهٗ صَحِبُوْا

"اہلِ حدیث ہی حقیقت میں نبیؐ کے ساتھی ہیں۔ انہوں نے آپکی صحبتِ ذاتی اگرچہ نہیں پائی لیکن آپکے مبارک سانسوں (ارشاداتِ طیبہ) کی صحبت ضرور پائی"۔

لیجیے، اب ہمارے دوستوں سے ان کے دلائل سُنئے، آپ کو معلوم ہوجائیگا کہ حق وصواب پر کون ہے؟

EmaanLibrary.com

ممنوع وسیلہ کا بیان

قائلین کے دلائل

جو لوگ ممنوع وسیلہ کے قائل ہیں وہ اپنی تائید میں قرآن مجید کی ان آیات کو عموماً پیش کرتے ہیں :-

۱- یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (المائدہ - ۳۵)	"اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ"
۲- قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ فَلَا یَمْلِکُوْنَ کَشْفَ الضُّرِّ عَنْکُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ۝ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحْذُوْرًا ۝ (الاسراء - ۵۷)	"کہو (کہ مشرکو) جن لوگوں کی نسبت (تمہیں معبود ہونے کا) گمان ہے اُن کو بُلا دیکھو۔ وہ تم سے تکلیف دُور کرنے یا اس کو بدل دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے یہ لوگ جن کو (خدا کے سوا) پکارتے ہیں وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعہ (تقرب) تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون ان میں (خدا کا) زیادہ مقرب ہے اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بیشک تمہارے پروردگار کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے"

EmaanLibrary.com

۳۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

(النّسآء - ۶۴)

"اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔ اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے اگر تمہارے پاس آتے اور اللہ سے بخشش مانگتے اور رسولِ خدا بھی ان کیلئے بخشش طلب کرتے تو اللہ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے۔"

ان آیاتِ قرآنی کے علاوہ بہت سی احادیث کو بھی وہ اپنی دلیل میں پیش کرتے ہیں جنہیں ترتیب کے ساتھ یہاں بیان کیا جا رہا ہے۔

۱۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْتِهٖ اِلَى الصَّلٰوةِ فَقَالَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ السَّآئِلِيْنَ وَبِحَقِّ مَمْشَايَ هٰذَا، فَاِنِّيْ لَمْ اَخْرُجْ اَشَرًا وَّلَا بَطَرًا وَّلَا رِيَآءً وَّلَا سُمْعَةً، خَرَجْتُ اِتِّقَآءَ سَخَطِكَ، وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِكَ، اَسْئَلُكَ اَنْ تُنْقِذَنِيْ مِنَ النَّارِ، وَاَنْ تَغْفِرَ لِيْ ذُنُوْبِيْ، اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ،

"جو شخص اپنے گھر سے نماز کے لئے نکلے اور یہ کہے: اے اللہ، تجھ سے سوال کرتا ہوں، سوال کرنے والوں کے حق کے واسطے سے اور اپنے اس چلنے کے حق سے، کیونکہ میں گھر سے نہ تکبر سے نکلا، نہ اتراتے ہوئے، نہ دکھاوے کے لئے، نہ پروپیگنڈے کے لئے، بلکہ نکلا ہوں تیری ناراضگی سے بچنے کیلئے، اور تیری رضا کی طلب میں۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھ کو جہنم کی آگ سے بچا لے، اور میرے گناہ معاف کر دے، تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں،

EmaanLibrary.com

إِلَّا وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ سَبْعِيْنَ أَلْفَ مَلَكٍ يَسْتَغْفِرُوْنَ لَهٗ، وَأَقْبَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ بِوَجْهِهٖ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهٖ۔

تو اللہ تعالیٰ اُس پر ستر ہزار فرشتوں کو مقرر کر دیگا جو اُس کے لئے استغفار کریں گے اور اللہ عز وجل اُس کی طرف متوجہ ہوگا، یہاں تک کہ وہ شخص اپنی نماز سے فارغ ہو جائے"

(ابن ماجہ)

۲۔ بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "آدم علیہ السلام نے جب غلطی کی تو انھوں نے کہا:

يَا رَبِّ أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ إِلَّا مَا غَفَرْتَ لِيْ۔

"اے میرے رب، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے آدم! تم نے محمدؐ کو کیسے پہچانا؟ میں نے تو ابھی انہیں پیدا ہی نہیں کیا۔ آدم علیہ السلام نے کہا: میرے رب! تو نے جب مجھے پیدا کیا اور میں نے اپنا سر اُٹھایا تو عرش کے پایوں پر لکھا ہوا پایا، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ جس سے میں نے یقین کر لیا کہ تو اپنے نام کے ساتھ صرف اسی کا نام بڑھا سکتا ہے جو تیری مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو گا۔ اللہ نے فرمایا: آدم، تم نے سچ کہا، محمدؐ میری مخلوق میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ جب تم نے اُن کے حق کے واسطے سے سوال کیا ہے تو میں نے تم کو بخش دیا۔ اور محمدؐ نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا" (مستدرک حاکم)

EmaanLibrary.com

۳ - ابو جعفر المنصور نے امام مالکؒ سے پوچھا، "ابو عبداللہ! میں دعا قبلہ رُخ ہو کر مانگوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہو کر" امام مالکؒ نے جواب دیا، "تم اپنا رُخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کیوں پھیرو گے، جب کہ آپ قیامت تک کے لئے تمہارے بھی وسیلہ ہیں اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کے بھی، آپ ہی کی طرف رُخ کرو اور آپ سے شفاعت چاہو۔"

۴ - فاطمہ بنت اسدؓ کی حدیث :-

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ، وَهُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ، اِغْفِرْ لِاُمِّیْ فَاطِمَةَ بِنْتِ اَسَدٍ وَلَقِّنْهَا حُجَّتَهَا وَوَسِّعْ عَلَیْهَا مَدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِیِّكَ وَالْاَنْبِیَاءِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِیْ فَاِنَّكَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ○	"اللہ جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے کبھی نہیں مرے گا۔ میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور انہیں ان کی حجت کی تلقین فرما، اور ان کی قبر کو وسیع کر دے، اپنے نبی اور ان تمام انبیاء کے حق کے واسطے سے جو مجھ سے پہلے گذرے، بے شک تو ارحم الراحمین ہے۔"

۵ - عثمان بن حنیفؓ سے روایت ہے کہ ایک نابینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے اندھے پن سے عافیت دے۔ آپ نے فرمایا: "اگر چاہو تو میں دعا کر دوں اور چاہو تو صبر کرو، اور صبر تمہارے لئے بہتر ہے۔" اندھے نے کہا: "آپ دعا ہی فرما دیجئے۔" آپ نے اسے حکم فرمایا کہ خوب اچھی طرح وضو کر کے آئے اور یہ دعا پڑھے:

EmaanLibrary.com

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ لِتَقْضِیَ، اَللّٰھُمَّ شَفِّعْہُ فِیَّ۔

"اے اللہ، سوال کرتا ہوں تجھ سے اور متوجہ ہوتا ہوں تیری طرف تیرے نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے، اے محمد، میں متوجہ ہوتا ہوں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی ضرورت کے بارے میں تاکہ آپ اسے پوری کر دیں۔ اے اللہ ان کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما۔"

روشنی لوٹ آئی اور وہ دیکھنے لگا۔ ابن حنیف کا بیان ہے کہ ابھی ہم مجلس سے اُٹھے بھی نہ تھے اور گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ وہ ہمارے پاس اس حالت میں آیا کہ لگتا تھا کہ وہ کبھی اندھا ہی نہ تھا۔"

۶۔ ایک شخص حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس ان کی خلافت کے زمانے میں اپنی ایک ضرورت لے کر برابر آیا کرتا تھا، لیکن حضرت عثمانؓ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ اس شخص نے عثمان بن حنیف سے اس کی شکایت کی۔ انہوں نے اس کو مشورہ دیا کہ وضو خانے میں جا کر وضو کرو اور مسجد میں آکر نماز پڑھ کر یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ لِتَقْضِیَ، وَ تَذْکُرُ حَاجَتَکَ۔

"اے اللہ تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے۔ اے محمد، میں اپنے رب کی طرف آپ کے واسطے سے توجہ کرتا ہوں تاکہ میری فلاں حاجت تو پوری کر دے۔"

اس کے بعد تم اپنی حاجت کو دہراؤ۔"

EmaanLibrary.com

وہ شخص گیا اور ایسا ہی کیا، پھر حضرت عثمان بن عفان رض کے دروازے پر آیا تو دربان گھر سے نکلا اور اس شخص کا ہاتھ پکڑا اور حضرت عثمان رض کے پاس لے جا کر بٹھا دیا۔ حضرت عثمان رض نے اس سے کہا: "اپنی ضرورت بیان کرو۔" اس نے بیان کیا۔ آپ نے فوراً پوری کر دی اور فرمایا: "جو بھی ضرورت رہا کرے کہہ دیا کرنا۔ وہ شخص وہاں سے نکل کر سیدھے ابن حنیف کے پاس گیا اور کہا: "اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ وہ تو پہلے میری ضرورت سنتے ہی نہ تھے۔ جب آپ نے ان سے کہا تب سنا۔" ابن حنیف نے کہا: "بخدا! میں نے حضرت عثمان رض سے بات تک نہیں کی۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تھا، وہاں آپ کے پاس ایک نابینا آیا اور حضور سے اپنی بصارت ختم ہو جانے کی شکایت کی"۔ اس کے بعد اوپر والی حدیث پوری بیان کر دی۔

٧ - إِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوا بِجَاهِي فَإِنَّ جَاهِي عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ۔ "جب تم اللہ سے مانگو تو میری جاہ کے وسیلے سے مانگو، کیونکہ میرا مرتبہ اللہ کے نزدیک بڑا ہے۔"

٨ - إِذَا أَعْيَتْكُمُ الْأُمُوْرُ فَعَلَيْكُمْ بِأَصْحَابِ الْقُبُوْرِ۔ "جب مسائل تم کو تنگ کریں تو قبر والوں سے مدد لو۔"

٩ - بیہقی اور ابن شیبہ نے روایت کیا ہے کہ "حضرت عمر رض کے عہد خلافت میں قحط پڑا تو حضرت بلال رض بن حارث جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے آپ کی قبر کے پاس آئے اور کہا: "یا رسول اللہ! اپنی امت کے لئے پانی طلب کیجئے، لوگ

EmaanLibrary.com

تباہ ہو رہے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں ان کے پاس آئے اور انھیں بشارت دی کہ عنقریب لوگوں کو پانی دیا جائے گا۔

۱۰۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضؓ کا معمول تھا کہ جب لوگ قحط کا شکار ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضؓ کے ذریعہ پانی طلب کرتے اور کہتے:

اَللّٰھُمَّ کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا وَ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ فَیُسْقَوْنَ۔

"اے اللہ، ہم تیری طرف تیرے نبی کا وسیلہ لیتے تھے تو تو ہمیں سیراب کرتا تھا، اور اب ہم تیرے نبی کے چچا کے وسیلہ سے پانی طلب کرتے ہیں تو ہمیں سیراب فرما۔ راوی کا بیان ہے کہ لوگ سیراب کئے جاتے تھے۔"

۱۱۔ مسند دارمی میں ابو الجوزاء سے روایت ہے کہ اہلِ مدینہ سخت قحط میں مبتلا ہوئے اور حضرت عائشہ رضؓ کے پاس شکایت لے کر گئے۔ آپ نے فرمایا کہ "رسول اللہ کی قبر کی طرف دیکھو اور قبر کے پاس سے آسمان تک ایک روشندان بناؤ، اس طرح کہ قبر اور آسمان کے درمیان چھت باقی نہ رہے۔" لوگوں نے ایسا ہی کیا، جس کے بعد بارش ہوئی، یہاں تک کہ ہریالی اگ آئی اور اونٹ فربہ ہو گئے اتنے کہ چربی سے لد گئے۔ اسی مناسبت سے اس سال کا نام ہی "عام الفتق" پڑ گیا۔

۱۲۔ حضرت علی رضؓ بن ابی طالب کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر دینے کے تین دن بعد ہمارے پاس ایک دیہاتی آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

EmaanLibrary.com

قبر پر اپنے کو ڈال دیا اور اپنے سر پر مٹی بہانے لگا اور کہا، اے رسول اللہ! آپ نے کہا اور ہم نے آپ کی بات سُنی۔ آپ نے اللہ کی طرف سے یاد کیا، ہم نے آپ کی طرف سے یاد کیا۔ اللہ نے جو آیات آپ پر اُتاریں اُن میں یہ بھی تھی:۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

"اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے، اگر تمہارے پاس آتے اور اللہ سے بخشش مانگتے اور رسولِ خدا بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتے تو اللہ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے"۔

(النساء - ۶۴)

اور میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت طلب فرمائیں۔ قبر سے آواز آئی، "اللہ نے تم کو بخش دیا"۔

۱۳۔ "الجوھر المنظم" میں روایت ہے کہ ایک دیہاتی قبر شریف پر کھڑا ہوا، اور کہا:۔

"اے اللہ! یہ تیرے حبیب ہیں، اور میں تیرا بندہ ہوں، اور شیطان تیرا دشمن ہے۔ اگر تُو نے مجھے بخش دیا تو تیرا حبیب خوش ہوگا، اور تیرا بندہ کامیاب ہو جائے گا اور تیرا دشمن غضبناک ہوگا۔ اور اگر تُو نے مجھے نہیں بخشا تو تیرا حبیب غصہ ہوگا، اور تیرا دشمن خوش ہوگا، اور تیرا بندہ ہلاک ہو جائے گا"۔

اور اے میرے رب! تُو اس بات سے کریم ہے کہ تیرا حبیب غصہ ہو،

EmaanLibrary.com

اور تیرا دشمن خوش ہو، اور تیرا بندہ ہلاک ہو۔

اے اللہ! عرب میں جب کوئی سردار مرتا ہے تو اُس کی قبر پر غلام آزاد کرتے ہیں، اور یہ سید العالمین ہیں اے ارحم الرّاحمین، مجھے ان کی قبر پر آزاد کر دے "

حاضرین قبر میں سے کسی نے اس دیہاتی سے کہا: "اے عرب بھائی! تیرے اس بہترین سوال پر اللہ نے تجھے بخش دیا"

۱۴۔ بیہقی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دیہاتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بارش طلب کرنے کے لئے آیا اور یہ اشعار پڑھے:

أَتَيْنَاكَ وَالْعَذْرَاءُ يُدْمِي لَبَانُهَا ٭ وَقَدْ شُغِلَتْ أُمُّ الصَّبِيِّ عَنِ الطِّفْلِ

ہم آپ کے پاس اس حالت میں آئے کہ کنواریوں کے سینے خون آلود تھے، اور بچے کی ماں اپنے بچے سے بے پروا ہو چکی تھی "

وَلَيْسَ لَنَا اِلَّا اِلَيْكَ فِرَارُنَا ٭ وَاَنَّى فِرَارُ الْخَلْقِ اِلَّا اِلَى الرُّسُلِ

"اور ہمارے لئے تیری طرف بھاگ آنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا، اور لوگ رسولوں کے سوا کس کے پاس بھاگ کر جائیں؟"

اِن اشعار پر آپ نے کوئی اعتراض نہیں کیا، بلکہ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ جب دیہاتی نے یہ اشعار پڑھے تو آپ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے منبر پر تشریف لائے اور خطبہ دیا، اور لوگوں کے لئے دُعا کرتے رہے۔

EmaanLibrary.com

یہاں تک کہ بارش ہونے لگی۔

۱۵۔ اور صحیح بخاری میں ہے کہ جب اعرابی آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قحط کی شکایت کی تو آپؐ نے دعا فرمائی اور آسمان بارش سے پھٹ پڑا آپ نے فرمایا اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں (خوشی سے) ٹھنڈی ہو جاتیں، ہمیں ان کا یہ شعر کون سنائے گا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، شاید آپ ان کے اس شعر کی بابت فرما رہے ہیں

وابیض یستسقی الغمام بوجهه

ثمال الیتامی، عصمة للارامل

ترجمہ: اور وہ حسین شخص جس کے چہرے کے واسطے سے بدلیوں سے بارش مانگی جاتی ہے یتیموں کا کفیل بیواؤں کا محافظ۔

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور کھلکھلا اٹھا اور نہ تو اس شعر ہی پر آپ نے ناگواری فرمائی اور "یستسقی الغمام بوجهه" کے فقرے پر اگر ایسا کہنا حرام اور شرک ہوتا تو ضرور آپ انکار فرما دیتے اور یہ شعر سننے کی خواہش نہ فرماتے۔

۱۶۔ طبرانی نے "الکبیر" میں روایت کی ہے کہ سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ قصیدہ پڑھا جس میں وسیلہ کا ذکر ہے اور آپ نے اس پر انکار نہیں کیا، اس قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں:

EmaanLibrary.com

واشهد ان اللّٰہ لا رب غیرہ
وانک مامون علی کل غائب

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں ؛
اور بے شک آپ محفوظ ہیں ہر پوشیدہ بات سے ؛

وانک ادنی المرسلین وسیلة
الی اللّٰہ یا ابن الاکرمین الاطائب

اور تمام پیغمبروں میں آپ ہی بارگاہِ الٰہی میں سب سے قریبی وسیلہ ہیں ، اے شریف پاکیزہ والدین کے بیٹے ؛

فمرنا بما یاتیک یا خیر مرسل
وان کان فیما فیہ شیب الذوائب

اے خیر مرسل ، آپ کے پاس جو حکم آتا ہے اسکا ہم کو حکم فرمادیں اگرچہ اس کی تعمیل میں پہاڑوں کی چوٹیاں کیوں نہ سر کرنی پڑیں ؛

وکن لی شفیعا یوم لا ذو شفاعة
بمغن فتیلا عن سواد بن قارب

اور آپ میرے شفیع اس دن کے لئے بن جائیں ، جس دن سواد بن قارب کو کوئی شفاعت والا ذرا بھی فائدہ نہ پہنچا سکیگا ؛

۱۸ - امام نوویؒ نے "الاذکار" میں ذکر کیا ہے کہ " نبی صلی اللہ علیہ وسلم

EmaanLibrary.com

نے حکم فرمایا کہ بندہ فجر کی نماز کے بعد تین مرتبہ یہ دعا پڑھے :۔

" اللّٰھم ربّ جبرائیل ومیکائیل واسرافیل و محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم أجرنی من النّار "

۱۸۔ اگر رکوع کرنے والے بندے اور چرنے والے جانور نہ ہوتے تو عذاب تم پر اُبل پڑتا۔

۱۹ - عبدالملک بن ہارون بن عنترہ اپنے والد اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور کہا میں قرآن سیکھتا ہوں اور وہ مجھ سے بھاگتا جاتا ہے، آپ نے فرمایا۔ اس طرح کہو " اے اللہ تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تیرے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور تیرے نبی حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور تیری روح اور کلمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے سے اور موسیٰ کی توراۃ اور عیسیٰ کی انجیل اور داؤد کی زبور اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرقان اور ہر اس وحی کے واسطے سے جو تو نے کی اور ہر اس فیصلہ کے واسطے سے جو تو نے کیا "

۲۰۔ دعاء حفظ القرآن :

صاحبِ تفسیر موسیٰ بن عبدالرحمٰن الصنعانی نے اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

EmaanLibrary.com

سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: "جو چاہتا ہو کہ اللہ اُسے قرآن حفظ کرادے اور علم کے تمام اقسام بھی اُسے یاد ہو جائیں تو اسے چاہئے کہ یہ دُعا شیشے کے ایک برتن میں شہد اور زعفران اور بارش کے پانی سے لکھے اور نہار مُنھ اسے پیئے اور اسے تین دن روزہ رکھنا چاہئے اور اسی سے افطار بھی کرنا چاہئے اور نمازوں کے بعد یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّكَ مَسْئُوْلٌ لَمْ یُسْئَلْ مِثْلُكَ وَلَا یُسْئَلُ وَاَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ نَبِیِّكَ وَاِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلِكَ وَمُوْسٰی نَجِیِّكَ وَعِیْسٰی رُوْحِكَ وَكَلِمَتِكَ وَوَجِیْھِكَ	اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس واسطے کہ تو مسئول ہے، تیری طرح نہ پہلے سوال کیا گیا نہ آئندہ کیا جائیگا، اور سوال کرتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تیرے خلیل ابراہیم اور تیرے ہمکلام موسٰی اور تیری روح اور کلمہ اور وجیہہ عیسٰی کے حق کے واسطے سے۔

۲۱۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ خیبر کے یہودی قبیلہ غطفان سے لڑا کرتے تھے۔ جب یہودی شکست کھاتے تو اس دُعا کے ذریعہ پناہ مانگتے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ وَعَدْتَنَا اَنْ تُخْرِجَهُ لَنَا اٰخِرَ الزَّمَانِ اِلَّا نَصَرْتَنَا عَلَیْھِمْ ۝	اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں نبی امّی محمدؐ کے حق کے واسطے سے جن کے بارے میں تُو نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ آخر زمانے میں تو انہیں ہمارے لئے مبعوث کریگا اور ان کفار پر تو ہمیں فتح دے گا۔

EmaanLibrary.com

یہودی جب بھی یہ دُعا مانگتے تو غطفان شکست کھا جاتے، لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو انھوں نے آپ کا انکار کیا۔ اسی کی بابت اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا — "اور وہ اس سے پہلے کافروں پر مدد مانگا کرتے تھے"

۲۲:۔ ترمذی میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ "قیامت کے دن آپ میری شفاعت فرمائیں"۔ آپ نے فرمایا "کروں گا"۔

۲۳:۔ صفیہ بنت عبدالمطلب نے آپ کی وفات کے بعد آپ کی شان میں مرثیہ لکھا جس میں انھوں نے کہا تھا:

أَلَا يَا رَسُولَ اللهِ أَنْتَ رَجَاؤُنَا — وَكُنْتَ بِنَا بَرًّا وَلَمْ تَكُ جَافِيًا

اے اللہ کے رسول آپ ہماری اُمید ہیں — اور آپ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے ظالم نہ تھے

اس مرثیہ میں آپ کی وفات کے بعد آپ کو "انت رجاؤنا" کہہ کر پکارا گیا ہے۔ اس شعر کو صحابۂ کرام نے سُنا لیکن کسی نے اعتراض و انکار نہیں کیا۔

۲۴:۔ **ترمذی کا خواب**:۔ طاہر بن ہاشم باعلوی نے اپنی کتاب "مجمع الاحباب" میں امام ابوعیسیٰ الترمذی صاحب السنن کے ذکر میں

EmaanLibrary.com

لکھا ہے کہ انھوں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور پوچھا کہ "ایمان زندگی بھر کیسے سلامت رہ سکتا ہے"، تو اللہ نے فرمایا: "کہو":

اِلٰهِی بِحُرْمَةِ الْحَسَنِ وَاَخِیْهِ وَجَدِّهٖ	ترجمہ:
وَبَنِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ نَجِّنِیْ مِنَ الْغَمِّ	"اے اللہ! حسن، اُن کے بھائی، اور اُن کے نانا،
اَلَّذِیْ اَنَا فِیْهِ، یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ	اور اُن کے بیٹوں اور اُن کی ماں اُن کے باپ کی
یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَسْاَلُکَ	عزت کے صدقہ میں مجھے اس غم سے نجات دے جس میں پھنسا ہوں۔
اَنْ تُحْیِیَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ یَا اللّٰهُ	اے زندہ رہنے والے، اے قیوم، اے جلال و بزرگی والے
یَا اللّٰهُ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۝	تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرا دل اپنی معرفت کے نور سے زندہ کر دے۔ یا اللہ، یا اللہ، یا ارحم الراحمین۔

۲۵ :- امام شافعی کا آلِ بیت سے وسیلہ لینا : ابنِ حجر مکی نے "الصواعق المحرقة لاخوان الضلال والزندقة" میں ذکر کیا ہے کہ امام شافعی نے آلِ بیت نبوی کا وسیلہ لیا، جیسا کہ انھوں نے اپنے اشعار میں کہا:

آلُ النَّبِیِّ ذَرِیْعَتِیْ ۔۔۔ وَهُمْ اِلَیْهِ وَسِیْلَتِیْ ۝

اَرْجُوْ بِهِمْ اُعْطٰی غَدًا ۔۔۔ بِیَدِی الْیَمِیْنِ صَحِیْفَتِیْ

"نبی کے آل میرا ذریعۂ نجات ہیں، وہی لوگ اللہ تک میرا وسیلہ ہیں۔

میں اُمیدوار ہوں کہ کل انھیں کے ذریعہ میرے داہنے ہاتھ میں میرا صحیفۂ عمل دیا جائیگا۔"

۲۶ :- امام شافعی کا امام ابوحنیفہ کی قبر کے پاس آ کر ان کا وسیلہ لینا :

ابنِ حجر مکی نے "الخیرات الحسان" کی پچیسویں فصل میں امام ابوحنیفہ کے مناقب کا

EmaanLibrary.com

ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب امام شافعی بغداد میں مقیم تھے تو آپ حاجات پوری کرنے کے لئے امام ابو حنیفہ کی قبر پر اُن کے وسیلہ سے دعا مانگتے تھے۔

ممنوع اور حرام وسیلہ کو جائز کہنے والے حضرات انھیں دلائل کا سہارا لیتے ہیں اور عوام النّاس کو انھیں شبہات کا شکار بنا کر ممنوع وسیلہ اختیار کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم علم اور تحقیق کی نگاہ سے جب ان دلائل کا (جنھیں دلائل کے بجائے شبہات کہنا بہتر ہوگا) مطالعہ کرتے ہیں تو ان حضرات کے علمی افلاس پر بڑا ترس آتا ہے۔ ہم اگلے صفحات میں تفصیل کے ساتھ ان میں سے ایک ایک شبہ پر خالص علم وتحقیق کی روشنی میں بحث کریں گے۔ ہم نے پوری وسعتِ نظری کے ساتھ ان کے تمام چھوٹے بڑے دلائل کو یہاں جمع کر دیا ہے اور بلاکم وکاست ناظرین کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ ناظرینِ کتاب سے گذارش ہے کہ وہ ان دلائل کو پڑھیں اور اس کے بعد ہمارا جواب ملاحظہ فرمائیں۔ انشاء اللہ صواب وخطا اور حق وضلالت ان پر پوری طرح واضح ہو جائے گا۔

مخلوقات کا وسیلہ لینے والے حضرات نے تین آیاتِ قرآنی اور ۲۶ اقوال واحادیث اپنے ثبوت میں پیش کئے ہیں۔ عوام کو قرآن اور احادیث سُنا دینا ہی کافی نہیں، بلکہ یہ بتانا چاہئے کہ یہ آیات کس موقع

EmaanLibrary.com

اور محل کے لئے ہیں اور ان سے کیا ثابت ہو رہا ہے؟ جب تک آیات کا وہ مفہوم نہ پیش کیا جائے جس پر جمہور مفسرین متفق ہیں تب تک اُن سے استدلال کرنا ہی غلط ہے۔ اور احادیث کے متعلق تو تمام اہلِ علم جانتے ہیں کہ وہ سب صحیح نہیں ہیں، بلکہ ان میں صحیح، ضعیف، موضوع، جھوٹی اور بے اصل ہر طرح کی ہیں۔ احادیث سے استدلال کرنے والے بالعموم ان کے درجات سے بے خبر ہوتے ہیں۔ انھیں صحیح اور غلط کا فرق معلوم ہی نہیں رہتا۔ اور اگر صحیح احادیث کبھی پیش بھی کرتے ہیں تو انھیں ان کے صحیح مفہوم اور موقع و محل کا پتہ نہیں رہتا۔ ان کو یہ بھی معلوم نہیں رہتا کہ ان حدیثوں سے کیا ثابت ہو رہا ہے اور ان کا تاریخی پس منظر کیا ہے؟

سب سے پہلے ہم اُن کی پیش کردہ آیاتِ قرآنی پر بحث کر رہے ہیں:

پہلی دلیل

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○	"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اُس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں اپنے مومن بندوں کو تقویٰ کا حکم دیا ہے یعنی اللہ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ حرام اور ممنوع چیزوں سے بچنا اور وسیلہ

EmaanLibrary.com

تلاش کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ "وسیلہ اُن نیک اعمال کو کہتے ہیں جن سے اللہ کا قرب حاصل ہو"۔ اور یہی قول مجاہد، ابو وائل، حسن، قتادہ اور سدی کا بھی ہے۔ تمام مفسرین یہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وسیلہ کے اعمال کو متعین فرمادیا ہے اور وہ ہیں، اللہ پر ایمان، اُس کا تقویٰ، اُس کی اطاعت، اُس کی راہ میں جہاد۔ اور یہی وہ اعمال ہیں جن سے فلاح و رشد کی راہیں کھلتی ہیں، اور مومن جنت الفردوس کا حقدار ہوتا ہے۔

آیت کے اِس حقیقی مفہوم پر غور فرمایئے کہ اس میں مخلوقات اور صالحین کی ذات کے وسیلہ کا ذکر کہاں ہے؟ اِس میں تو صرف اُس شرعی وسیلہ کا ذکر ہے جو نیک اعمال کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے، اور یہی حکمِ خداوندی ہے جس سے کسی مومن کو انکار کی مجال نہیں! انکار تو اُس حرام اور ممنوع وسیلہ سے ہے جو مخلوقات اور شخصیات کی ذاتوں کا لیا جائے۔ اِس آیت میں نہ اس کا کوئی ذکر ہے نہ تعلق۔ بلکہ ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ کا حکم فرما کر اللہ تعالیٰ نے اعمالِ صالحہ کے شرعی وسیلہ کو متعین فرمادیا ہے۔ لہٰذا مخلوقات کی ذات کے وسیلہ پر اس آیت سے استدلال کرنا غلط ہے۔ اور اعمالِ صالحہ کو وسیلہ بنانے کی مشروعیت کا جو دعویٰ ہم نے پچھلے صفحات میں کیا ہے، اس کی مکرر تائید ہوئی۔

EmaanLibrary.com

دوسری دلیل

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۚ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝ (۵۷۔ الاسراء)

"کہو (کہ مشرکو) جن لوگوں کی نسبت تمہیں معبود ہونے کا گمان ہے اُن کو بُلا دیکھو، وہ تم سے تکلیف کے دُور کرنے یا اُس کو بدل دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے۔ یہ لوگ جن کو خدا کے سوا پکارتے ہیں وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعہ تقرب تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون ان میں خدا کا زیادہ مقرب ہوتا ہے اور اُس کی رحمت کے اُمیدوار رہتے ہیں اور اُس کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں۔ بیشک تمہارے پروردگار کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے"۔

یہ دونوں آیتیں عرب کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئیں جو جنوں کے ایک گروہ کی عبادت کرتی تھی۔ بعد میں یہ جن مسلمان ہو گئے لیکن عرب عبادت گذاروں کی اس جماعت کو جنوں کے اسلام کا علم نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ آپ ان مشرکین سے کہہ دیں کہ جن جنوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کر رہے ہو، ذرا اُن کو پکار کر دیکھو کہ وہ تمہارے کسی کام کے نہیں ہیں۔ تم جو ان سے تکلیف دور کرنے اور نفع حاصل کرنے کی درخواست کر رہے ہو تو ان کو اس کا اختیار نہیں ہے۔ یہ حق اور خصوصیت تو صرف اللہ کو حاصل ہے۔

EmaanLibrary.com

اور ان مُشرکین کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ جن جنھیں یہ معبود بنائے ہوئے ہیں وہ تو مسلمان ہو کر اللہ کی بندگی میں لگ گئے ہیں اور اطاعت و فرمانبرداری میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اُن میں سے ہر ایک جن اپنے اعمالِ صالحہ کے ذریعہ اس دُھن میں لگا ہے کہ کون اللہ سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، اور پھر بندگی کر کے بھی وہ رحمتِ الٰہی کے اُمیدوار اور عذابِ الٰہی سے ڈر رہے ہیں۔

یہ ہے ان دونوں آیتوں کا صحیح مفہوم، جن میں مشرکین کو یہ حقیقت سمجھائی جا رہی ہے کہ جن جنوں کی تم عبادت کر رہے ہو اُن سے سبق حاصل کرو۔ وہ اللہ پر سچے دل سے ایمان لا چکے ہیں۔ انھوں نے خود کو شرک سے بچا لیا ہے اور اللہ کی مرضی حاصل کرنے کے لئے عملِ صالح کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں، اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اپنے اس عملِ صالح کو وسیلہ بنائے ہوئے ہیں۔ ان کی اس حالت کو دیکھ کر تم کو سمجھنا چاہئے کہ یہ معبود نہیں ہیں۔ اگر یہ معبود ہوتے تو اللہ کی بندگی کیوں کرتے؟ اللہ کی رحمت کے طالب کیوں ہوتے؟ اللہ کے عذاب سے ڈرتے کیوں؟ یہ باتیں کسی عابد کی ہوتی ہیں یا معبود کی؟ تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ عبادت کون کرتا ہے، عابد یا معبود؟ بھلا معبود بھی دوسروں کے عذاب سے ڈرتا ہے اور اُس کو بھی کسی کی رحمت کا سہارا لینا پڑتا ہے؟

EmaanLibrary.com

غرض اس آیت کا تعلق تو شرک کی مذمت اور توحید کی ترغیب سے ہے۔ مخلوقات کی ذات کو وسیلہ بنانے سے اس کا کیا تعلق؟ شاید ان بیچاروں کو اس بات سے دھوکہ ہوا ہے کہ آیت میں "الوسیلۃ" کا لفظ آگیا ہے، پس وسیلہ کا لفظ پڑھتے ہی سمجھ بیٹھے کہ وسیلہ سے مراد مخلوقات کا وسیلہ ہے۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

تیسری دلیل

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْٓا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

(۶۴- النساء)

"اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے اگر تمہارے پاس آتے اور اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول بھی ان کیلئے بخشش طلب کرتے تو خدا کو معاف کرنے والا مہربان پاتے۔"

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ رسول جن لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں اُن پر رسولوں کی اطاعت فرض ہے اور یہ اطاعت بھی وہی لوگ کرتے ہیں جن کو اس کی توفیق نصیب ہو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کفار و منافقین کی بابت فرماتے ہیں کہ اگر یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آتے اور رسول ان سے

EmaanLibrary.com

درخواست کرتے کہ آپ ان کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا مانگیں اور وہ خود بھی آنحضرت کے سامنے اللہ سے توبہ و استغفار کرتے تو اللہ ان کی مغفرت فرماتا اور اُن کی توبہ قبول فرماتا۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا: "لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا" یعنی اللہ کو توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا پاتے۔

ہر مسلمان اور قرآن کا پڑھنے والا سمجھ سکتا ہے کہ یہ آیت اور اس کا مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تک کے لئے تھا۔ آپ کی مجلس میں آنا اور آپ کا استغفار کرنا یہ سب اُمور زندگی سے متعلق ہیں۔ استغفار اور توبہ یہ سب عمل ہیں جو زندگی ہی میں کئے جا سکتے ہیں۔ مرنے کے بعد ان کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ، صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ، وَعِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهِ، وَوَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ۔	"جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے، سوائے تین راستے کے. صدقہ جاریہ، علم نافع، دعا کرنے والی صالح اولاد"۔

یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شامل ہے۔ کیونکہ آپ بھی "ابنِ آدم" تھے۔ اللہ نے آپ کو بھی موت دی اور آپ رفیقِ اعلیٰ کو جا ملے۔

لیکن معلوم ہوا کہ اس آیت میں جتنے اعمال کا ذکر ہے مثلاً گنہگاروں کا آپ کی مجلس میں آنا، وہاں آکر اللہ سے توبہ و استغفار کرنا اور ان کا

EmaanLibrary.com

آپ سے درخواست کرنا کہ آپ بھی اُن کے لئے اللہ سے مغفرت کی دُعا فرمائیں۔ یہ سب آپ کی زندگی تک کے لئے تھا۔ اب آپؐ کی وفات کے بعد یہ سب احکامات ختم ہو گئے۔ کیونکہ تمام عمل خواہ وہ دُعا کرنی ہو یا استغفار، بات چیت ہو یا سُننا، یا دیکھنا۔ غرض زندوں کی تمام خصلتیں زندگی تک محدود ہیں۔ مرتے ہی سب ختم ہو جاتی ہیں۔

آپ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ کے سامنے بڑے بڑے سنگین مسائل کھڑے ہوئے جن کا تقاضا تھا کہ اصحابؓ کرام آپ کی قبر پر آتے، وہاں اللہ سے استغفار کرتے پھر آپ سے بھی استغفار کی دُعا کراتے۔ لیکن تاریخِ صحابہ شاہد ہے کہ ایسا کسی نے نہیں کیا، کیونکہ اُن کو خوب معلوم تھا کہ آپ وفات پا چکے ہیں اور زندگی کے اِن اعمال کو مرنے کے بعد نہیں کر سکیں گے۔ یہ ایسی موٹی اور عام بات ہے جسے ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے، اور جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے اُن کے سامنے تو کتاب اللہ کی یہ آیت موجود ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ط

"اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو صرف (خدا کے) پیغمبر ہیں۔ اُن سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو گزرے ہیں بھلا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ؟ (یعنی مرتد ہو جاؤ؟)

اور یہ آیت: كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ط

EmaanLibrary.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میں کسی مسلمان کو شک نہیں۔ اسی لئے تمام مسلمان مسجدِ نبویؐ کی زیارت کے بعد قبرِ نبویؐ کی زیارت بھی کرتے ہیں اور آپ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔

یہ ہے اس آیت کا خلاصہ جس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے منافقین کا حال بیان فرمایا ہے اور اُن کی بابت یہ ارشاد ہے کہ یہ منافقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انکار و انحراف کرتے اور جب مجبور ہوتے تو آنحضورؐ کے پاس آکر معذرت و مغفرت چاہتے۔ اللہ نے بھی اُن کے حال کی رعایت کرتے ہوئے اُن کی معافی کا دروازہ کھلا رکھا اور انکی مغفرت کے لئے یہ طریقہ بتایا کہ اگر وہ آنحضورؐ کی مجلس میں آکر خود بھی توبہ و استغفار کریں اور آنحضورؐ سے درخواست کریں کہ آپ اُن کے لئے مغفرت کی دُعا فرمادیں تو اللہ توبہ قبول کرے گا۔

بھلا اس میں مخلوقات کے توسّل کا کہاں ذکر ہے؟ اس کا تو اس میں کہیں اشارہ تک موجود نہیں۔ جب مخلوقات کی ذاتوں سے وسیلہ لینا اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا تو اس کے لئے اس آیت کو دلیل بنانا ہی غلط ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جس طرح عہدِ نبویؐ میں لوگوں نے آپ سے استغفار کی درخواست کی، ہم بھی آج آپ سے درخواست کرتے ہیں۔ جس طرح آپ کی حیات میں لوگ آپ کے پاس جاتے تھے اسی طرح ہم بھی آج آپ کے پاس جاتے ہیں۔

EmaanLibrary.com

تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت سے یہ ثابت ہی نہیں ہوتا کہ یہ منافقین آپ کے پاس توبہ و استغفار کے لئے آئے اور آپ نے اُن کی درخواست پر اُن کے لئے مغفرت کی دُعا کی ہو۔ آیت میں تو لفظ "لَو" یعنی "اگر" استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ رسول اللہ کی مجلس میں آتے اور استغفار و توبہ کرتے اور اگر آپ سے استغفار کی دُعا کے لئے درخواست کرتے اور آپ دُعا فرما دیتے تو بے شک اللہ سے معافی پاتے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ رسول اللہ کی مجلس میں آئے اور استغفار کیا؟ کیا رسول اللہ نے اُن کے لئے مغفرت کی دُعا کی؟ اِن سوالوں کا جواب اس آیت سے نہیں ملتا۔ تو محض قیاس اور تخیّل پر ایک عقیدہ کی بُنیاد رکھ دی گئی۔!

اِن حقائق کے علاوہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اِس آیت سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ منافقین اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آکر اللہ سے استغفار کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے تو اللہ ضرور انھیں بخش دیتا اور ان پر رحم کرتا، بلکہ جو بھی ایسا کرتا اُس کے لئے توبہ و رحمت کا دروازہ کھُلا ملتا۔

لیکن یہ سب کب ممکن ہوتا، ظاہر ہے کہ یہ سب آپ کی زندگی میں ہوتا۔ کیونکہ آپ کی مجلس میں حاضری، آپ کا دُعا فرمانا، یہ سب زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن اب تو آپ وفات پا چکے ہیں، اب نہ آپ کی مجلس موجود

EmaanLibrary.com

نہ آپ سے کلام و درخواست ممکن، نہ آپ کا دُعائے مغفرت کرنا ممکن۔ یہ سب اعمال وافعال آپ کی زندگی تک کے لئے خاص تھے۔ وفات کے بعد انسان کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ یہی آیت کا صحیح مطلب ہے۔ اس کے خلاف نہ کسی صحابی نے سمجھا، نہ تابعی نے، نہ ہی طریقۂ نبوی کی اتباع کرنے والے کسی عالمِ ربّانی نے ایسا سمجھا۔ اس لئے اِس آیت سے مخلوقات کی ذات سے وسیلہ لینے پر استدلال کرنا بے محل اور بالکل غلط ہے۔

پھر اس آیت میں تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دعائے استغفار کرانے کا ذکر ہے۔ آپ کی ذات وشخصیت کو وسیلہ بنانے کا کہاں ذکر ہے ؟ اِس لئے آیت کو دلیل بنانا چاہئے رسول کی دُعا کو وسیلہ بنانے پر نہ کہ رسول کی شخصیت و ذات کو۔

اور مومن کی دعا کے وسیلہ کی بابت تو ہم شروع وسیلہ کی بحث میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ یہ جائز اور مشروع ومسنون ہے۔ اس میں تو کسی مسلمان کو اختلاف نہیں، لیکن آیت کے مضمون سے ہٹ کر اس سے مخلوقات کی شخصیتوں اور ذاتوں کو وسیلہ بنانے پر استدلال کرنا محض بے عقلی اور جہالت ہے۔

آیات واحادیث سے بے محل اِستدلال

تینوں آیات پر آپ نے غور کر لیا۔ اِس سے آپ پر یہ بات واضح ہو گئی ہے

EmaanLibrary.com

کہ اِن آیاتِ کریمہ سے مخلوقات کی ذات کا وسیلہ لینے پر استدلال کرنا کتنا بے محل اور غلط ہے اور ان آیات کا اِس موضوع سے کوئی دُور کا بھی تعلّق نہیں۔ لہٰذا ہمارے ان دوستوں کا دعویٰ خود بخود باطل اور ساقط ہو جاتا ہے۔ اِن آیات کے علاوہ ۲۲ حدیثیں اور صفیہ بنت عبدالمطّلب (رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پھوپھی) کے مرثیہ کا ایک شعر اور امام ترمذیؒ کا خواب اور امام شافعیؒ کے دو واقعات بھی مخلوقات کی ذات کا وسیلہ لینے کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔

ہم آئندہ صفحات میں تفصیل سے ان احادیث پر بحث کریں گے اور جرح وتعدیل کے اصول پر ان احادیث کی تحقیق کریں گے۔ جو احادیث ان اصولوں کے مطابق صحیح ثابت ہوں گی ہم انھیں بلا چون وچرا قبول کر لیں گے اور جو غلط اور موضوع ثابت ہوں گی ان کے اسباب و وجوہات آپ کے سامنے پیش کر دیں گے۔

ہمارا مقصود حق کی تلاش ہے۔ ہم حق کو بلند دیکھنا چاہتے ہیں۔ حق سب پر بلند ہے۔ ساری عظمتیں حق پر قربان ہیں۔ اگر ایک طفلِ مکتب بھی حق کی آواز بلند کرے گا تو ہم اُس کی تائید و مدد کریں گے اور اگر کوئی بڑی سے بڑی عظیم شخصیت بھی باطل کا پرچار کرے گی تو ہم اُس کا مقابلہ کریں گے، اس لئے کہ حق ہی اس بات کا حقدار ہے کہ اُس کی حقّانیت کے آگے سر جھکایا جائے اور اُس کی بھرپور تائید و مدد کی جائے۔

EmaanLibrary.com

اَللّٰھُمَّ بِحَقِّ السَّائِلِینَ عَلَیکَ

۱۲ ۔ حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص گھر سے نماز کے لئے نکلا اور یہ دعا پڑھی:

اَللّٰھُمَّ اِنّی اَسألُکَ بِحَقِّ السَّائلِینَ عَلَیکَ وبحقِّ مَمشایَ، فَاِنّی لم اَخرج اَشَراً ولا بَطَراً ولا رِیاءً ولا سُمعَۃً، خرجتُ اِتقاءَ سخطِکَ وابتغاءَ مرضاتِکَ، اَسألُکَ اَن تُنقِذَنی من النّار، واَن تَغفرَ لِی ذُنوبی انہ لا یَغفرُ الذّنوبَ اِلّا اَنتَ، الّا وکّل اللّٰہ بہٖ سبعین اَلفَ مَلَکٍ یستغفرون لہٗ واَقبلَ اللّٰہُ عزّ وجلّ علیہ بوجھہٖ حتّٰی یَفرُغَ مِن صلاتہٖ ۔ (ابنِ ماجہ)

"اے اللہ! تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ پر سائلین کے حق سے اور میرے اس چلنے کے حق سے، کیونکہ میں گھر سے نہ تکبر سے نکلا نہ اتراتے ہوئے، نہ دکھاوے کے لئے، نہ پروپیگنڈے کیلئے، بلکہ نکلا ہوں تیری ناراضگی سے بچنے کے لئے اور تیری رضا کی طلب میں۔ تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھ کو جہنم کی آگ سے بچالے، اور میرے گناہ معاف کردے، تیرے سوا گناہوں کو معاف کرنے والا کوئی نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس پر ستر ہزار فرشتوں کو مقرر کر دے گا جو اس کے لئے استغفار کریں گے اور اللہ اس کی طرف متوجہ ہو گا، یہاں تک کہ وہ شخص نماز سے فارغ ہو جائے۔"

یہ حدیث ضعیف ہے۔ اہلِ علم نے اِس پر سخت کلام کیا ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث کی سند میں

EmaanLibrary.com

"عطیہ بن سعید العوفی" ہے جس کے بارے میں امام ذہبی نے فرمایا ہے کہ "وہ ضعیف ہے" امام ابوحاتم کا بیان ہے کہ "عطیہ ضعیف حدیثیں لکھا کرتا تھا" سالم المرادی کا بیان ہے کہ "وہ شیعہ ہے" امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ "وہ ضعیف الحدیث ہے، اور عطیہ، کلبی کے پاس جایا کرتا تھا، اس سے تفسیر پڑھتا تھا، اور وہ اپنی کنیت "ابوسعید" رکھے ہوئے تھا اور ابوسعید کے نام سے روایت کرتا تھا جس سے دھوکہ ہوتا تھا کہ یہ مشہور صحابی حضرت ابوسعید خدری ہے" امام نسائی کا بیان ہے کہ وہ "ضعیف" ہے۔ ابن حجر کا بیان ہے کہ "وہ صدوق ہیں لیکن کثرت سے غلطی کرتے ہیں، نیز شیعہ ہیں، تدلیس بھی کرتے ہیں۔ تیسرے طبقہ میں سے ہیں۔ ۱۱۱ھ میں ان کا انتقال ہوا"

یہ ہے اس حدیث کی حقیقت۔ جس حدیث کا راوی شیعہ ہو جس کے ضعف پر محدثین و علماء رجال کا فتویٰ صادر ہو چکا ہو اس حدیث کو عقیدہ کی بحث میں حجت بنانا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

اسی حدیث کو ابوبکر السنی نے اپنی کتاب "عمل الیوم واللیلۃ" میں بعض لفظی تبدیلیوں کے ساتھ ایک دوسری سند سے نقل کیا ہے۔ امام نوویؒ نے "الاذکار" میں لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کے ایک راوی "وازع بن نافع" کے ضعف اور منکر الحدیث ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے "الاذکار" کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ حدیث

EmaanLibrary.com

کمزور ہے": دارقطنی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ ابن معین اور نسائی نے کہا کہ یہ "ثقہ" نہیں ہے۔ ابوحاتم نے کہا "یہ متروک ہے": حاکم نے کہا "یہ موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے": ابنِ عدی نے کہا "اس کی سب حدیثیں غیر محفوظ ہیں": امام بخاری نے کہا "یہ حدیث منکر ہے": ھیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا "ضعیف اور متروک ہے":

معلوم ہوا کہ حدیث کے دونوں طُرق میں ضعف بلکہ ایسا شدید ضعف ہے جس کی وجہ سے اس حدیث کو حُجت میں پیش ہی نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اس حدیث سے مخلوقات کی ذات کا وسیلہ صحیح ثابت نہیں ہوتا۔

بعض اہلِ علم کا قول ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح بھی مان لی جائے تو اس سے مخلوقات کی ذات کا وسیلہ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ "اَللّٰھُمَّ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ" کہنے والا اللہ کی صفتِ اجابت کا وسیلہ لیتا ہے۔ کیونکہ سوال کرنے والوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ اللہ اُن کی دعائیں سُن لے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ "مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا"

اور "اجابت" اللہ کی ایک صفت ہے اور صفاتِ الٰہی کا وسیلہ اعلیٰ ترین مشروع وسیلہ ہے۔ یہاں ایک شُبہ ہو سکتا ہے کہ جب "بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ" کہنا صحیح ہو سکتا ہے تو "بِحَقِّ نَبِیِّکَ" "بِحَقِّ فُلَانٍ" کہنا کیوں صحیح نہیں ہو سکتا؟ تو اس کا جواب یہ

EmaanLibrary.com

کہ بحقِ السائلین کہنے والا خود بھی سائل ہوتا ہے، اس لئے وہ اپنے حقِ سوال کے وسیلہ سے دُعا کرتا ہے جس کا اللہ نے حکم فرمایا ہے اور وعدہ بھی۔ لیکن جو شخص بحقِ فلاں" کہتا ہے تو سائل کو "فلاں" کے حق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ دوسرے لفظوں میں وہ یوں کہتا ہے کہ "اے اللہ! چونکہ تیرا فلاں بندہ صالح ہے اِس لئے میری دُعا قبول فرما" تو کسی اور کی صالحیت اور حق سے سائل کو کیا تعلق؟ بلکہ یہ تو ایک طرح سے دُعا میں زبردستی کرنی ہے، حالانکہ دُعا میں تو عاجزی و مسکنت کی تاکید کی گئی ہے۔

ارشاد ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ "اپنے رب سے دعا مانگو عاجزی سے اور چھپکے چھپکے،
اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا"۔

(الاعراف - ۵۵)

نیز اِس قسم کی دُعائیں نہ تو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے منقول ہیں نہ صحابۂ کرام نہ تابعین اور نہ ہی ائمۂ مجتہدین میں سے کسی سے منقول ہیں۔ اور دُعا افضل ترین عبادت ہے اور عبادات کی بنیاد سنّت اور اتباع پر ہے نہ کہ ھویٰ و بدعت پر۔

لیکن اس حدیث کی صحت کو فرض کرنے اور سوال و جواب کی اِس لمبی بحث کو چھیڑنے کی ضرورت ہی کیا، جب اللہ نے ہمیں اس سے بچایا تو خواہ مخواہ ہم اس میں کیوں پھنسیں۔ جب علمائے حدیث نے اس کے موضوع اور غیر صحیح ہونے پر اتفاق کر لیا ہے تو اس حدیث سے استدلال کرنا ہی غلط اور فضول ہے۔

EmaanLibrary.com

حضرت آدم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگنا

دوسری حدیث:۔ بیہقی نے اپنی کتاب "دلائل النبوت" میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدم علیہ السلام سے جب خطا سرزد ہوئی تو انہوں نے کہا:

یَا رَبِّ، اَسْأَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا مَا غَفَرْتَ لِی۔ "میرے رب! میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے آدم، تم نے محمدؐ کو کیسے پہچان لیا، ابھی تو میں نے ان کو پیدا ہی نہیں کیا ہے۔ آدم نے کہا: "اے رب، تُو نے جب مجھے پیدا کیا اور میں نے اپنا سر اُٹھایا تو عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ جس سے میں نے جان لیا کہ تُو اپنے نام کے ساتھ صرف اُسی کا اضافہ کرتا ہے جو تیری مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو"۔ اللہ نے فرمایا: "آدم، تم نے سچ کہا۔ محمدؐ مجھے میری مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں، جب تم نے اُن کے حق کے واسطہ سے مجھ سے سوال کیا تو میں نے تم کو معاف کیا اور اگر محمدؐ نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا"۔ (حاکم)

اِس حدیث پر بحث کا خلاصہ:۔ بلاشبہ حضرت آدم علیہ السلام سے غلطی ہوئی اور اللہ نے انھیں معاف فرمایا۔ آئیے اب اِس بات کی تحقیق کریں کہ آدمؑ

EmaanLibrary.com

علیہ السلام کی خطا کس طرح معاف ہوئی ؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو وسیلہ بنانے سے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کے کلمات سیکھ کر توبہ کرنے سے؟

قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ پر غور کرنے سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی خطا ان کے استغفار و توبہ کی وجہ سے معاف ہوئی ہے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو وسیلہ بنانے سے۔

چنانچہ مجاہد، اور سعید بن جُبیر، ابوالعالیہ، ربیع بن انس، حسن، قتادہ، محمد بن کعب القُرظی، خالد معدان، عطاء الخُراسانی سے روایت ہے کہ آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اِن کلمات کو سیکھا:

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (۲۳ الاعراف)

"ان دونوں نے کہا اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تُو نے ہم کو نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم نقصان اُٹھانے والوں میں ہوں گے۔"

اور سُفیان ثوری نے عبد العزیز بن رفیع، مجاہد، عبید بن عمیر کی روایت سے بیان کیا کہ "آدم علیہ السلام نے کہا: میرے رب! میں نے جو خطا کی کیا تُو نے اُسے میری پیدائش سے قبل میرے اُوپر نہیں لکھ دی تھی یا یہ کوئی نئی چیز ہے جسے میں نے اپنی طرف سے ایجاد کیا ہے۔" اللہ نے فرمایا: "نہیں، اسے میں نے تمہاری پیدائش سے پہلے ہی تم پر لکھ دیا تھا۔" حضرت آدم نے کہا: "جس طرح تُو نے مجھ پر لکھا اسی طرح اسے معاف بھی کر دے۔ تب انھیں یہ دُعا سکھائی گئی۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

EmaanLibrary.com

فَتَلَقّٰی آدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ "آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھے تو
فَتَابَ عَلَیْہِ۔ اللہ نے اُن کی توبہ قبول کی"۔

اور عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ "آدم علیہ السلام نے کہا: اے رب، کیا تُو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا؟ کہا گیا: "بے شک"۔ "اور کیا تُو نے میرے اندر اپنی رُوح نہیں پھونکی"؟ کہا گیا: "بے شک"۔ "اور کیا تُو نے میرے بارے میں یہ نہیں لکھا کہ میں ایسا کروں گا"؟ کہا: "بے شک"۔

اِن روایات سے ثابت ہوا کہ آدم اور حوّا نے اپنی خطا کا اعتراف کیا اور اسی "اعترافِ گناہ" کو وسیلہ بنا کر اللہ کی جناب میں توبہ کی۔ اللہ نے اُن کی توبہ قبول فرمائی کہ وہ توّاب اور رحیم ہے۔ یہی قرآن کی شہادت ہے، احادیث سے اسی کی تائید ہوتی ہے، صحابۂ کرامؓ اور سلف صالحینؒ سب کا اسی پر اتفاق ہے۔ ہمارا بھی یہی اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم و حوّا کو توبہ کے کلمات سکھائے اور جب انھوں نے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا ... الآیۃ والی دُعا پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف فرمایا اور اُن کی توبہ قبول کی۔ یہ دلیل نہایت روشن اور قوی ہے جس میں نہ کوئی اِبہام ہے نہ ضعف و شک۔

لیکن حضرت عمرؓ والی وہ حدیث جس سے مخلوقات کی ذات کے وسیلہ پر استدلال کیا گیا ہے وہ سخت ضعیف بلکہ موضوع ہے جس کی وجوہات حسبِ ذیل ہیں:

۱- پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اللہ پر مخلوقات کی قسم کھانا شرک کے مشابہ عمل ہے

EmaanLibrary.com

لہٰذا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ پر قسم کھانا جائز نہیں۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق بلکہ اشرف المخلوقات ہیں۔ جب مخلوق کی قسم مخلوق پر کھانی حرام اور شرک اور غیر اللہ کی قسم کھانی ہے تو مخلوق کی قسم اللہ پر کھانی تو اور بھی زیادہ سخت جرم اور گناہ ہے۔ کیونکہ اس صورت میں قسم کھانے والا خالق کو مخلوق اور مخلوق کو خالق کے درجہ میں کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ قسم کھانے والا محلوف بہ (جس کی قسم کھائی جائے) کو محلوف علیہ (جس پر قسم کھائی جائے) پر فوقیت دیتا ہے۔ اس طرح مخلوق کو خالق پر عظمت و عُلو حاصل ہو جاتا ہے جو سراسر شرک اور گناہِ عظیم ہے۔

آدم علیہ السلام نبی و رسول تھے۔ وہ اس بات سے معصوم تھے کہ نبوت سے قبل یا نبوت کے بعد اللہ کے ساتھ شرک کرتے۔ سوچئے کہ شرک اللہ کی جناب میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ لہٰذا حضرت آدمؑ اللہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھا کر اپنی پچھلی خطا سے بڑی خطا کو اپنی معافی اور تقرب کا ذریعہ کیسے بناتے؛ اور کیا اللہ تعالیٰ شرک کے وسیلہ سے اپنے بندہ کی خطا معاف کرتا؟ آدم علیہ السلام اور اللہ رب العلمین کے بارے میں اس کا تصور کرنا بھی گناہ ہے۔

۲۔ زیر بحث حدیث میں یہ ہے کہ "اللہ نے حضرت آدم سے پوچھا کہ تم نے حضرت محمد کو کیسے پہچان لیا جبکہ میں نے انھیں ابھی پیدا بھی نہیں کیا ہے"؟ آدم نے کہا: میرے رب! جب تو نے مجھے پیدا کیا اور میں نے اپنا سر عرش کے پایوں کی طرف اٹھایا تو اس پر لکھا ہوا پایا: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو اس سے یہ

EmaanLibrary.com

سمجھ لیا کہ تو اپنے نام کے ساتھ صرف انہی کا اضافہ کرتا ہے جو تجھے تیری مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے:

یہ مکالمہ دو وجہ سے قابلِ ردّ ہے۔ اوّل یہ کہ اللہ اور آدم کے درمیان کی یہ بات چیت حضرت آدم کی خطا کے بعد ہوئی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے خطا سے قبل ہی آدم کو تمام چیزوں کے نام بتا دیئے تھے اور انھیں ناموں میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی تھا۔ حضرت آدم جانتے تھے کہ آپ اللہ کے نبی و رسول اور اللہ کی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ لہٰذا اگر کہنا ہی تھا تو حضرت آدم کو یوں کہنا چاہیئے تھا کہ "اے اللہ! جب تو نے مجھے سب کے نام سکھائے تو اُسی وقت حضرت محمدؐ کا نام بھی بتا دیا تھا کہ وہ ایسے ہیں اور ایسے ہیں:

دوم یہ کہ عرش کے پایوں پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لکھنے کا ذکر صرف اسی موضوع حدیث میں موجود ہے اس کے علاوہ کہیں نہیں ہے۔ تو بھلا ایک غیبی چیز موضوع حدیث سے کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟

۳- اِس حدیث کا یہ ٹکڑا "آدم، تم نے سچ کہا، حضرت محمدؐ مخلوق میں سب سے زیادہ مجھے محبوب ہیں۔ اور جب تم نے ان کے حق کے واسطے سے سوال کیا ہے تو میں نے تم کو بخش دیا" قیاس سے باہر ہے، کیونکہ یہ پہلے گذر چکا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانی شرک ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ حَلَفَ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ، "جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اُس نے شرک کیا":

EmaanLibrary.com

تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے آدم کو شرک کی تعلیم کیسے دے گا؟ اور پھر اسی شرک کو وسیلہ کی شکل میں قبول کر کے کس طرح بخش دیگا، جبکہ اللہ کا خود ارشاد ہے:

إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ

"اگر کفر کرو گے تو اللہ تم سے بے پروا ہے اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر پسند نہیں کرتا"

(۷۔ الزمر)

توجب اللہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا تو انھیں کفر سکھانا کیسے پسند کرے گا؟ سبحان اللہ! یہ کتنا بڑا بہتان ہے۔

۴۔ اور حدیث کا یہ ٹکڑا وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ "اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا ہی نہ کرتا" ہم اس جملہ کو کہنے سے اللہ کو پاک و بری سمجھتے ہیں۔ حاشا و کلا! یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ یہ اللہ کا فرمایا ہوا جملہ ہو۔ کیونکہ اللہ کا تو ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝

"میں نے جن اور انس کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری بندگی کریں گے"

نیز اللہ کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ

"خدا ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ویسی ہی زمینیں۔ ان میں (خدا کے) حکم اترتے رہتے ہیں۔ تاکہ تم لوگ جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور یہ کہ اللہ اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ

EmaanLibrary.com

بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ٥ (۱۲-الطلاق) کئے ہوئے ہے۔"

اِن دونوں آیات سے معلوم ہو گیا کہ مخلوقات کی پیدائش کا مقصد اللہ عزوجل کی عبادت ہے۔ خلقِ خدا میں سے کسی خاص آدمی کی پیدائش کے سبب یہ کائنات نہیں پیدا کی گئی۔ دوسرا مقصد یہ بھی ہے کہ بندے جان لیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور زمین و آسمان کی کوئی چیز اُس کے علم سے چھپی نہیں ہے۔

تو پھر لوگوں کا یہ کہنا کہ "لَوْلَا مُحَمَّدٌ لَمَا خَلَقْتُكَ" کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ یہ جملہ ان آیات کے صریحاً مخالف ہے اور جو کلام کتاب و سُنّت کے مخالف ہو وہ ساقط ہے۔ لہٰذا جس نے بھی یہ من گھڑت روایت نقل کی اُس نے اللہ اور اُس کے رسول ؐ اور حضرت آدم علیہ السّلام پر جھوٹ کہا، اور کسی جھوٹ اور موضوع بات کو دلیل کیسے بنایا جا سکتا ہے؟

تعجب یہ ہے کہ اسی قسم کی من گھڑت اور جھوٹی احادیث کو لوگوں نے دین و عقیدہ کی بُنیاد بنا رکھی ہے اور اصرار بھی ہے کہ لوگ اسے حدیث تسلیم کریں اور اسی کے مطابق عقیدہ رکھیں اور جو اُن کے اِس جھوٹ کا انکار کرے اُس پر اللہ اور اس کے رسول ؐ سے محبت نہ کرنے کا الزام رکھتے ہیں۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ جو لوگ کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ کو مضبوط پکڑیں اور مسلمانوں کو اِن دونوں کی طرف رجوع ہونے کی دعوت دیں، وہ تو دشمنِ خدا اور رسول بن

EmaanLibrary.com

اور جو اللہ اور اُس کے رسول کی طرف جھوٹ منسوب کریں اور کتاب وسُنّت کی عملاً مخالفت کریں وہ اللہ اور رسول کے شیدائی کہلائیں۔ کیا خوب منطق ہے؟

اِس حدیث کی سند پر بحث :۔ اِس حدیث کی سند میں عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم پر محدّثین نے کلام کیا ہے کہ وہ ضعیف ہیں۔ خود حاکم نے اپنی کتاب "الضعفاء" میں ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔ علامہ ابنِ تیمیہؒ نے اِس پر تعجب کیا ہے کہ حاکم نے اِس روایت کو کیسے نقل کر دیا جبکہ خود انھوں نے اپنی کتاب "المدخل اِلی معرفۃِ الصحیح مِن السقیم" میں ذکر کیا ہے کہ عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم اپنے والد سے موضوع احادیث کی روایت کرتے تھے۔ علامہ ابن تیمیہؒ کا بیان ہے کہ عبد الرحمٰن بن زید بالاتفاق ضعیف ہیں۔ کثرت سے غلطیاں کرتے ہیں۔ ان کو امام احمد بن حنبلؒ، ابو زرعہؒ، ابو حاتمؒ، نسائیؒ اور دار قطنیؒ وغیرہ سب نے ضعیف کہا ہے۔ اور ابو حاتم بن حبّان کا قول ہے کہ عبد الرحمٰن بے خبری میں احادیث کو اُلٹ پھیر کر کے بیان کرتے تھے۔ ان کی روایات میں ایسا بہت ہے کہ انھوں نے مُرسل کو مرفوع بنا دیا اور موقوف کو مُسند قرار دے دیا۔ لہٰذا ان کی مرویّات کو ترک کرنے کا فیصلہ کر دیا گیا۔ نیز حاکم تنہا جب کسی حدیث کو صحیح کہیں تو اس کی کوئی قیمت نہیں، جب تک امام ذہبیؒ اس کی تائید نہ کر دیں، کیونکہ مُستدرک حاکم کی صحت وضُعف پر امام ذہبیؒ نے سخت اعتراضات کئے ہیں۔

EmaanLibrary.com

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اِس حدیث کے متن، مفہوم اور سند میں سے کوئی بھی اِس قابل نہیں کہ اس کا اعتبار کیا جائے اور اسے عقیدہ جیسی بنیادی چیز میں حُجت بنایا جائے۔ اب اس کے باوجود اگر کوئی شخص اسے دلیل میں پیش کرے تو ہم اس کی جسارت اور جراُتِ بے جا بلکہ احادیث سے اس کی بے خبری اور جہالت ہی پر محمول کریں گے۔

امام مالکؒ اور ابوجعفر المنصور کا قصّہ

۳۔ پچھلی حدیث کی تائید اور مخلوقات کی ذات کا وسیلہ لینے کے جواز میں امام مالکؒ اور عباسی خلیفہ ابوجعفر المنصور کا ایک قصّہ بیان کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ابوجعفر نے امام مالکؒ سے پوچھا کہ میں دعا کرتے وقت قبلہ کو سامنے کروں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو؟

یہ سوال کئی اسباب کی بنا پر غلط ہے:

کیا المنصور اتنی بات بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کو پوچھنا پڑا؟ یا وہ محض امام مالکؒ کے علم کا امتحان لے رہا تھا؟ اور اگر وہ جانتا تھا تو پھر اسے اس سوال کی ضرورت ہی نہ تھی۔

جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے کہ المنصور کو علم نہ تھا اس لئے اس نے پوچھا ہوگا تو یہ سراسر غلط ہے۔ کیونکہ ابوجعفر المنصور

EmaanLibrary.com

اپنے وقت کا عظیم ترین عالم تھا۔ اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ ابو جعفر المنصور روایت و درایت اور فہم ہر اعتبار سے علمی خزانوں کا حافظ تھا۔ جس سال اس نے حج کیا اور حج میں امام مالکؒ سے ملا تو اُس نے امام مالکؒ سے برملا کہا کہ ممکن ہے کہ ہم دونوں اِس عصر کے سب سے بڑے عالم ہوں، لیکن مجھے عوام کی سیاست نے پھنسا رکھا ہے۔ آپ لوگوں کے لئے نرم رویّہ اختیار کریں۔ عبداللہ بن عباسؓ کی رخصتوں اور عبداللہ بن عمرؓ کی شدّتوں سے پرہیز کریں۔ اسی لئے امام مالکؒ کی کتاب کا نام "المؤطا" رکھا گیا۔ ابو جعفر علم کے بلند مقام پر فائز تھا۔ اُس کے بارے میں یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ ایک معمولی سا سوال ایک ایسے آدمی سے کرے گا جو اس کا ہم پلّہ ہو۔

ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ابو جعفر امام مالکؒ کا امتحان لے رہا تھا کیونکہ اسے امام مالکؒ کے علم کا اچھی طرح اندازہ تھا۔ خود اس نے امام مالکؒ کو علم میں اپنا ہمسر قرار دیا تھا۔ اسے کیا ضرورت تھی کہ وہ امتحان لینے کے لئے ایسا معمولی سوال کرتا جسے ایک بچّہ بھی جانتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ابو جعفر المنصور نہ تو جاہل تھا نہ ممتحن، بلکہ امام مالکؒ کے برابر کا عالم تھا، اسے اس سوال کی ضرورت ہی نہ تھی۔

(۲) امام مالکؒ کا یہ مذہب ان کے ثقہ اصحاب سے ان کی کتابوں میں ثابت ہے کہ جو شخص مسجد نبویؐ میں دعا کرے اس کو قبلہ رُخ ہو کر دعا کرنی چاہئے اور قبرِ نبویؐ کی طرف ہرگز رُخ نہ کرے۔ تو جب یہ واقعہ امام مالکؒ کے مذہب کے خلاف ہے تو

EmaanLibrary.com

وہ اپنے مذہب مشہور کے خلاف ابو جعفر المنصور کو کیسے جواب دیتے؟

(۳) رہا امام مالکؒ کا یہ کہنا کہ "آپ اپنا رُخ قبر کی طرف سے کیوں پھیر رہے گے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن آپ کے اور آپ کے باپ آدم کے وسیلہ ہیں۔ آپ قبر ہی کی طرف رُخ کیجئے اور آپ سے شفاعت طلب کیجئے"۔

جہاں تک قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارے لئے وسیلہ یعنی "شفیع" ہونے کا مسئلہ ہے تو اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ بلاشبہ قیامت کے دن آپ خلقِ خدا کی شفاعت فرمائیں گے۔

بلکہ اختلاف تو اس پر ہے کہ دنیا میں مخلوقات کی ذات کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ لہٰذا اس کا اصل موضوع سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ سے شفاعت طلب کرنا بھی صحیح نہیں، کیونکہ شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سُن ہی نہیں پاتے کہ آپ سے کون شفاعت طلب کر رہا ہے؟ اور اگر سُنتے بھی تو فی الفور شفاعت نہیں فرما سکتے، کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ "کون ہے جو اللہ کے پاس اسکی اجازت کے بغیر شفاعت کرے"۔

اور اللہ کی اجازت قیامت ہی کے دن ملے گی۔ اس دن اللہ آپ کے لئے ایک حد مقرر کرے گا اور آپ کو حکم ہوگا کہ ان لوگوں کی شفاعت فرمائیے۔

EmaanLibrary.com

جس کی تفصیل شفاعت والی حدیث میں موجود ہے۔ البتہ شرعی طریقہ یہ ہے کہ مومن اللہ سے یوں دُعا کرے کہ "اے اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا شفیع بنا اور مجھے اُن لوگوں میں شامل کر جنھیں تُو مخصوص کرے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی شفاعت کے لئے اجازت دے گا"۔

یہ سب باتیں امام مالکؒ کے مسلک کے عین مطابق ہیں۔ لہٰذا یہ عقل کے خلاف ہے کہ امام موصوف ابوجعفر المنصور کو یہ کہتے کہ تم قبر کی طرف رُخ کرو اور آنحضرت سے شفاعت کی درخواست کرو۔

اِس قصّے کی سند پر بحث :۔ اِس قصّے کی سند میں ایک راوی محمّد بن حمید ہے جو مُنکر روایات نقل کرنے میں مشہور ہے۔ نیز اس کا امام مالکؒ سے سماع بھی ثابت نہیں۔ اِس طرح اس کی یہ روایت منقطع ہے۔ محمّد بن حمید کے بارے میں اکثر ائمہ نے کلام کیا ہے۔ بعض نے اسے جھوٹا بھی کہا ہے۔ امام بخاریؒ کا بیان ہے کہ اس کی سب روایات محلِّ نظر ہیں۔ امام نسائی کا بیان ہے کہ وہ ثقہ نہیں۔ امام جوزجانی کا بیان ہے کہ وہ ردئُ المذہب اور غیر ثقہ ہے۔ اسحٰق بن منصور کہتے تھے کہ میں قیامت کے دن اللہ کے حضور محمّد بن حمید اور عبید بن اسحٰق العطّار کے بارے میں گواہی دوں گا کہ یہ دونوں کذّاب تھے۔

پھر اس قصّے میں امام مالکؒ کا جو قول نقل کیا گیا ہے وہ امام موصوف کے مذہب کے سراسر خلاف ہے۔ امام موصوف نے "المبسوط" میں فرمایا ہے کہ

EmaanLibrary.com

جو شخص سفر سے واپس آئے یا سفر کے لئے نکل رہا ہو اس کے لئے حرج نہیں کہ قبرِ نبوی ؐ کے سامنے کھڑا ہو کر آنحضورؐ اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے لئے دُعا مانگے۔ آپ سے کہا گیا کہ مدینہ کے کچھ لوگ نہ تو سفر سے واپس ہوتے نہ سفر کے لئے نکلتے ہوئے بلکہ یونہی دن میں ایک یا دو مرتبہ ایسا کرتے ہیں اور جمعہ کو اکثر اور عام دنوں میں بھی ایک یا دو مرتبہ قبر کے پاس کھڑے ہو کر سلام کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں۔ امام مالکؒ نے جواب دیا کہ اپنے شہر کے کسی عالم سے میں نے ایسا نہیں سُنا اور نہ ہی اِس اُمت کے دورِ اوّل کے لوگوں کی طرف سے یہ خبر ہم تک پہنچی کہ وہ ایسا کرتے تھے۔ قبر پر آکر سلام پڑھنا اور دعا کرنا صرف اُسی کے لئے جائز ہے جو سفر سے واپس آیا ہو یا سفر کے لئے نکل رہا ہو، ان کے علاوہ دوسروں کے لئے جائز نہیں ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہؒ کا بیان ہے کہ یہ سارا قصہ ہی منقطع ہے، کیونکہ محمد بن حمید نے امام مالکؒ کو پایا ہی نہیں خصوصاً ابو جعفر کے زمانے میں۔! ابو جعفر کی وفات مکہ میں ۱۵۸ھ میں ہوئی اور امام مالکؒ نے ۱۷۹ھ میں وفات پائی اور محمد بن حمید ۲۴۸ھ میں مرا اور جب وہ اپنے والد کے ساتھ اپنے شہر سے حصولِ علم کے لئے نکلا تو اس کی عمر بہت۔ تھی۔ اس کے باوجود محدثین اس کو ضعیف کہتے ہیں۔

ابو زرعہ اور ابن وارہ نے اس کو کذّاب کہا ہے، اور صالح بن محمد الاسدی کہتے کہ وہ اللہ پر جھوٹ بولنے میں بڑا جری اور چالاک ہے، جیسا کہ منذ کرہ بھا[illegible]

EmaanLibrary.com

قصہ امام مالکؒ اور دوسرے ائمہ اور تمام سلف صالح کے مسلک کے خلاف ہے کیونکہ سب کا متفقہ مسلک یہی ہے کہ جب کوئی شخص آنحضورﷺ پر سلام کہے اور آپ کے لئے دعا کرے تو قبر کی طرف رُخ کرے اور جب اپنے لئے دعا کرے تو قبلہ رُخ ہو کر کرے۔

الغرض پچھلی بحث کا خلاصہ یہی ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے جس وسیلہ کی تعلیم دی تھی اور جس کے سبب اللہ نے ان کی توبہ قبول کی وہ یہ ہے:۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝

اِس کے علاوہ جو کچھ کہا جاتا ہے وہ سب جھوٹ اور موضوع ہے۔

حدیثِ فاطمہ بنت اسد

۴- اَللّٰهُ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ اِغْفِرْ لِاُمِّیْ فَاطِمَةَ بِنْتَ اَسَدٍ وَلَقِّنْهَا حُجَّتَهَا وَوَسِّعْ عَلَیْهَا مَدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِیِّكَ وَالْاَنْبِیَآءِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِیْ فَاِنَّكَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔

"اللہ وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے کبھی مریگا نہیں۔ میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور انھیں ان کی حجت کی تلقین فرما اور ان کی قبر کو وسیع کر دے، اپنے نبی اور مجھ سے پہلے کے تمام انبیاء کے حق کے واسطے سے۔ تُو بے شک ارحم الراحمین ہے"۔

ہم نے پچھلی بحثوں میں کتاب و سنت کے قطعی دلائل سے یہ اچھی طرح

ا

EmaanLibrary.com

ثابت کر دیا ہے کہ مخلوقات کی ذات کا وسیلہ لینا حرام ہے اور ان کی اللہ پر قسم کھانی بھی حرام ہے، اور کون مسلمان یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے تو ہمیں اس حرام وسیلے سے منع فرمایا اور آپ ہی سب سے پہلے اپنے قول کی مخالفت کریں گے؟ اور معاذ اللہ حرام وسیلہ کے ذریعہ دعا مانگیں گے؟ کوئی مسلمان بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کلام میں ٹکراؤ کریں گے کیونکہ آپ نبی ہیں، خطا سے معصوم۔ اللہ کا ارشاد ہے:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ "اور آپ اپنی طبیعت سے بات نہیں کرتے بلکہ وہ وحی ہوتی ہے جو آپ پر کی جاتی ہے"۔

اس متفقہ اصول کی روشنی میں یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ خود اپنی ذات کا وسیلہ اختیار کریں یا اللہ پر اپنا اور پچھلے انبیاء کا حق جتائیں جبکہ خود آپ ہی نے ہمیں یہ بتایا کہ خالق پر مخلوق کا کوئی حق نہیں۔ لہٰذا ممکن نہیں کہ جس بات سے آپ منع کریں اسی کو خود اختیار کریں۔ لہٰذا یہ حدیث فہم و درایت، اصولِ شریعت اور تعلیماتِ نبویؐ کے لحاظ سے موضوع اور ناقابلِ حجت ہے۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی روح بن صلاح کو جمہور محدثین نے منکر اور ضعیف قرار دیا ہے۔ اس طرح متن کے علاوہ سند کے اعتبار سے بھی یہ حدیث دلیل و حجت بنانے کے قابل نہیں اور اس حدیث کو بھی پچھلی تمام موضوع احادیث کی فہرست میں ڈال کر رد کر دینا چاہیے۔

EmaanLibrary.com

عقائد ایمان کا جزو ہیں جن پر نجات کا مدار ہے اس لئے عقائد کے اثبات کے لئے دلائل کا بالکل قطعی اور یقینی ہونا لازمی ہے۔ منکر، موضوع اور واہیات و کمزور سند والی احادیث کو عقیدہ وایمان کے لئے دلیل وحجت بنانا ہرگز جائز نہیں۔ ایسی نام نہاد احادیث سے تو لوگوں کا عقیدہ وایمان خراب وبرباد ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق وناحق میں تمیز کی قوت وصلاحیت عطا کرے اور حق کو قبول کرنے اور ناحق وباطل کو رد کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

اندھے کا قصہ

۵۔ حضرت عثمان بن حنیف کا بیان ہے کہ ایک نابینا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا، "اللہ سے میری عافیت کی دعا فرمائیے"۔ آپ نے فرمایا: "تم چاہو تو دعا کر دوں، لیکن صبر کرو تو بہتر ہے"۔ اندھے نے کہا: "دعا ہی فرمائیے"۔ تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کر کے یہ دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ لِتَقْضِیَ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ۔

"اے اللہ تجھ سے سوال کرتا ہوں اور متوجہ ہوتا ہوں تیری طرف تیرے نبی رحمت حضرت محمد کے ذریعہ، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ کرتا ہوں آپکو اپنے رب کی طرف اپنی حاجت کیلئے کہ آپ پوری کرائیں۔ اے اللہ، میرے بارے میں انکی شفاعت قبول فرما:

EmaanLibrary.com

ابنِ حنیف کا بیان ہے کہ ابھی ہم وہیں بیٹھے بات ہی کر رہے تھے کہ اندھا ہمارے پاس اِس حالت میں آیا کہ گویا کبھی وہ اندھا تھا ہی نہیں۔

علامہ شیخ بشیر حسن سہسوانی مؤلف "صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ دحلان" فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں ایک شخص ابو جعفر ہے۔ اگر اس سے مراد عیسیٰ بن عیسیٰ ماھان ابو جعفر الرازی التیمی ہے، جیسا کہ حافظ ابنِ حجر کا خیال ہے تو اکثریت اس کے ضعیف ہونے پر متفق ہے۔ اور اگر وہ ابو جعفر المدینی ہے تو وہ مجہول ہے۔

لیکن شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہؒ نے یہ ثابت کیا ہے کہ ابو جعفر سے مراد ابو جعفر الخطمی ہے جو ثقہ ہے۔ اس طرح یہ حدیث بلا شبہ صحیح ہے۔ لیکن حدیث کے صحیح ہونے سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مخلوقات کی ذات کا وسیلہ بھی ثابت ہوتا ہے؟ اس سے تو اُلٹے اس کی تردید ہوتی ہے، اور اس سے مومن کی دعا کے مشروع وسیلہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

اس لئے کہ وہ نابینا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو وسیلہ نہیں بنا رہا تھا، بلکہ آپ کی مقبول دُعا کو وسیلہ بنا رہا تھا اور وہ حضورؐ کی دعاءِ صحت ہی کی اُمید لے کر آیا تھا:

(۱) اِس لئے اُس نے آتے ہی کہا اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یُّعَافِیَنِیْ "(آپ اللہ سے دُعا فرمائیے کہ مجھے عافیت دے)

EmaanLibrary.com

(۲) آپ نے جواب میں فرمایا: "تم چاہو تو دعا کر دوں، لیکن صبر کرو تو بہتر ہے"

(۳) اندھا دُعا پر اصرار کرتا ہے اور کہتا ہے "فَادْعُهُ" (آپ اللہ سے دعا فرمائیے)

(۴) آنحضورؐ نے اندھے کو جو دُعا سکھائی تھی اُس کے آخر میں اُس نے کہا:

"اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ" (اے اللہ، میرے بارے میں آپکی شفاعت قبول فرما")

اِس حدیث کا ہر ٹکڑا دُعا کو ثابت کر رہا ہے۔ اندھے کا دُعا کی درخواست کرنا، آپ کی طرف سے دُعا اور صبر میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی تلقین فرمانا، لیکن اندھے کا دُعا پر اصرار کرنا، آپ کا اندھے کو دعا سکھانا اور خود بھی دعا فرمانا، اور اندھے کا دُعا کی قبولیت کے لئے دُعا کرنا۔ یہ سب باتیں اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ اس حدیث میں حضورؐ کی ذاتِ مبارک کا وسیلہ لینے کا کوئی تصور ہی نہیں، بلکہ صرف دعا کے وسیلہ کی تکرار ہے اور دعا کا وسیلہ مشروع ہے۔ آپ نے دعا فرمائی اور اندھے نے بھی۔ اللہ نے دعا قبول فرمائی اور اندھا بینا ہو گیا۔

اور اگر آپ کے جاہ، حق اور ذات کا وسیلہ مقصود ہوتا تو اس اندھے کو تکلیف اُٹھا کر حضورؐ کی مجلس میں آنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ وہ اپنے گھر میں بیٹھا بیٹھا یہ دعا کر لیتا کہ اے اللہ، اپنے نبی کے جاہ و مرتبہ کے وسیلہ سے میری روشنی لوٹا دے۔ لیکن ایسا نہ وہ سمجھتا تھا، نہ صحابۂ کرام ہی اس قسم کے وسیلہ سے واقف تھے، نہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اس کی اجازت دیتے۔ نیز صحابۂ کرام محدثین وائمۂ کرام میں سے کسی نے اس واقعہ سے شخصیت اور ذاتِ نبویؐ کے وسیلہ کو

EmaanLibrary.com

نہیں سمجھا۔ سب نے دُعا کا وسیلہ سمجھا۔ اب جو بھائی اس حدیث کو اپنے مطلب کے مطابق استعمال کرنا چاہتے ہیں تو کسی کے چاہنے سے حدیث کا مفہوم کیسے بدل سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ ہمیں فہم صحیح عطا فرمائے اور احادیث کو اسی طرح سمجھنے کی توفیق بخشے جس طرح صحابہ کرامؓ اور ہمارے سلف صالحین سمجھتے تھے۔

حضرت عثمانؓ اور ایک حاجت مند کا واقعہ

۶۔ طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں ان کے پاس آیا کرتا تھا۔ لیکن حضرت عثمانؓ نہ اس کی طرف توجہ کرتے اور نہ شکایت پر کان دھرتے۔ اُس شخص نے عثمان بن حنیف سے اس کی شکایت کی تو انھوں نے کہا: وضو خانہ میں جا کر وضو کرو اور مسجدِ نبویؐ میں دو رکعت نماز پڑھو اور یہ دُعا کرو: "اے اللہ، تجھ سے تیرے نبیؐ کے واسطے سے سوال کرتا ہوں، اے محمدؐ! میں آپکو آپ کے رب کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ آپ میری حاجت پوری فرما دیں۔" یہ دُعا پڑھ کر اپنی حاجت کا ذکر کرنا۔

اُس شخص نے ایسا ہی کیا، پھر حضرت عثمانؓ بن عفّان کے دروازہ پر پہنچا تو دربان اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عثمانؓ کے پاس لے گیا اور ان کے پاس بٹھا دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اُس سے کہا، اپنی حاجت بیان کرو۔ اُس نے بیان کی تو آپ نے پوری کر ڈالی اور فرمایا، جو بھی ضرورت ہو کہنا۔

EmaanLibrary.com

وہ شخص وہاں سے اُٹھ کر عثمان بن حنیف کے پاس گیا اور کہا، اللہ آپ کو جزائے خیر دے، حضرت عثمان تو میری طرف رُخ ہی نہیں کرتے تھے، لیکن جب آپ نے اُن سے گفتگو کی تو متوجہ ہوئے۔ ابنِ حنیف نے کہا: بخدا! میں نے تو اُن سے بات تک نہیں کی، لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا کہ آپ کے پاس ایک اندھا آیا اور اپنے اندھے پن کی شکایت کی، پھر نابینا والی پوری حدیث بیان کی۔

تبصرہ:۔ اِس حدیث کے الفاظ پر غور کیجئے تو پورا متن ہی الفاظ کی بناوٹ اور افکار و معانی کی سجاوٹ سے آراستہ ہے اور حقیقت و سچائی سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ملاحظہ ہو:

گویا حضرت عثمانؓ اتنے بد خُلق ہیں کہ مسلمانوں کے حالات اور ان کی ضروریات سے اُن کو کوئی دلچسپی نہیں۔ لوگ ان سے بار بار ملنے جاتے اور وہ ان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ لوگ ان کی بد خُلقی اور سخت گیری سے تنگ آ کر اُن کو متوجہ کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دُعا مانگتے ہیں، تب کہیں جا کر وہ سُنتے اور نرم پڑتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذٰلك)

خلیفہ راشد، امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جو قرابتِ نبویؐ کے لحاظ سے "ذوالنورین" تھے، جنھیں دربارِ نبوت سے "کامل الحیاءِ والایمان" کا خطاب ملا تھا، جو خلافت سے قبل بھی اور خلافت کے بعد بھی خلقِ خدا پر شفیق تھے۔

EmaanLibrary.com

رفاہی کاموں میں سب سے آگے اور عوام کی خدمت میں پیش پیش رہا کرتے تھے، مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے انھوں نے جو بے مثال یادگاریں چھوڑیں وہ اسلامی تاریخ میں ہمیشہ سنہرے حروف سے لکھی جاتی رہیں گی اور محبت و عقیدت سے پڑھی جائیں گی۔ اُن کے متعلق اس قسم کی روایات کذب و افترا نہیں تو اور کیا ہیں؟ خلیفۂ ثالث کے متعلق یہ باتیں جو شخص بھی پڑھے گا وہ اس روایت کو موضوع ہی کہے گا، کیونکہ حقیقت کو حکایت سے نہیں بدلا جا سکتا۔

(۲) ہم اس سے پہلے یہ کہہ چکے ہیں کہ صحابۂ کرام رضؓ کے زمانے میں وسیلہ اسی کو کہا جاتا تھا کہ کوئی شخص کسی بزرگ سے دعا کی درخواست کرتا اور اس کی دعا کے وسیلے سے اپنی حاجات اللہ سے طلب کرتا۔ یہ کوئی نہیں سمجھتا تھا کہ دعا کرنے والے کی شخصیت کو وسیلہ بنانا چاہیے۔

صحابیٔ جلیل حضرت عثمان بن حنیف یہ خوب جانتے تھے کہ اس دعا کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ پاک سے تھا اور آپ کی وفات کے بعد اس دعا کا پڑھنا ممنوع اور حرام ہے، کیونکہ اس سے مخلوق کی ذات کا وسیلہ ثابت ہوتا ہے۔ جب دعا کرنے والا موجود نہیں تو دعا کی اجازت کیسے دی جا سکتی تھی۔ اس لئے کسی صحابیٔ رسولؐ کے بارے میں یہ سوچنا کہ انھوں نے فعلِ حرام کی تعلیم دی ہوگی، صاف کذب و افترا ہے جس کا صداقت و حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔

نیز دعا میں سب سے اہم چیز داعی کا وجود ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

EmaanLibrary.com

دنیا سے رحلت پا چکے اس لئے اب "یَا مُحَمَّدُ اِنِّی اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّكَ لِتَقْضِیَ حَاجَتِی" کہنا ممکن نہیں رہا۔ دُعا کے اس ٹکڑے ہی سے واضح ہو جاتا ہے کہ پورا قصّہ مصنوعی ہے اور حضرت عثمان بن حنیف کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

(۳) ایک وجہ اور بھی ہے کہ کسی مخلوق کی ذات کو وسیلہ بنانا جاہلیت کا شعار ہے جس سے اللہ نے تمام صحابہؓ اور اہلِ ایمان کو نجات دی، اُن کے قلوب کو اس سے پاک وصاف کیا۔ لہٰذا کسی مسلمان کے بارے میں بھی یہ تصوّر نہیں کیا جا سکتا کہ وہ شعارِ جاہلیت کی تعلیم دے گا، چہ جائیکہ کوئی صحابیِ رسول کے بارے میں سوچا جائے۔

(۴) اگر یہ دُعا جسے آپ نے اس اندھے کو سکھائی تھی، ہر زمانے اور ہر شخص اور ہر مرض کے لئے مفید تھی تو آج رُوئے زمین پر نہ کوئی اندھا موجود ہوتا نہ مریض و حاجت مند۔ کیا مسلم اور کیا غیر مسلم سب ہی اس سے فیض اُٹھاتے کیونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تو یہی دُعا ایک نابینا کو سکھائی تھی، اور حضرت عثمان بن حنیف نے یہی دُعا ایک حاجت مند کو سکھائی۔ لیکن کیا حقیقت یہی ہے؟ ہرگز نہیں، اِس واقعہ سے تو ایک صریح بدعت کی ترغیب دی جا رہی ہے جو فعلِ مردود و ملعون ہے۔

غرض یہ حدیث کسی اعتبار سے بھی صحیح نہیں، اس کا موضوع ہونا اظہر من الشمس ہے۔

EmaanLibrary.com

حدیث توسلوا بجاھی

۷- اِذَا سَألتُمُ اللّٰہَ فَسئَلُوہُ بِجَاھِی ”جب تم اللہ سے سوال کرو تو میری جاہ کے وسیلے سے سوال فَاِنَّ جَاھِی عِندَ اللّٰہِ عَظِیمٌ ۔ کرو، کیونکہ اللہ کے نزدیک میرا جاہ بڑا ہے۔“

اِس روایت کو حدیث کہتے ہوئے بھی کراہت معلوم ہوتی ہے۔ ساری اُمت اِس حدیث سے غافل ہے۔ اِسے صرف وہی حضرات حدیث کہہ کر بیان کرتے ہیں جو مخلوقات کی ذات کے وسیلہ کے قائل اور اس پر عامل ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ پر ہر مومن کا اعتقاد وایمان ہے۔ ہم اپنے دل کی گہرائیوں سے اس کا اقرار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جاہ ومرتبہ اللہ کے نزدیک آسمان وزمین کی تمام مخلوقات سے زیادہ برتر واشرف ہے۔ اللہ ربّ العزّت کے بعد کائنات میں علم وفضل اور جاہ ومرتبت کے لحاظ سے آپ ہی سب سے بلند وبرتر ہیں۔ آپ کے جاہ ومرتبہ کا مقابلہ کوئی مخلوق نہیں کر سکتی۔

اور یہ جاہِ عظیم آپ کو اللہ نے آپ کے اعمالِ صالحہ، دعوت الی اللہ، جہاد فی سبیل اللہ، بے مثال بندگی، صبر واستقامت کے صلہ میں عطا فرمایا ہے۔ یہ آپ کے عمل اور سعیِ مشکور کا نتیجہ ہے، جس کی جزائے عظیم آپ ہی کو ملے گی اور کسی کو اِس میں دخل ہے نہ حصہ۔ حتّٰی کہ اپنے خاندان والوں کو بھی آپ نے صاف صاف باخبر کر دیا کہ آپ لوگ اپنے عمل سے اپنی نجات کا سامان کریں، میں آپ لوگوں کو

EmaanLibrary.com

اللہ کے مقابلہ میں کچھ فائدہ نہ پہنچا سکوں گا، اور اللہ کا ارشاد ہے :

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى "اور یہ کہ انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے کوشش

وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ، ثُمَّ کی اور اس کی یہ کوشش دیکھی جائے گی، پھر اس کو

يُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝ پورا پورا بدلہ دیا جائے گا"

یعنی ہر انسان اپنے ہی اعمال کی جزا کا مستحق ہے۔ دوسروں کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔ آپ کا کوئی دوست یا بھائی اگر بڑا عامل یا صالح ہے تو آپ کو یہ حق کیسے مل گیا کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ "میرا فلاں بھائی بہت بزرگ، اور صالح ہے، اس لئے اس کے عمل کے واسطے سے مجھے بخش دے یا میری حاجت روائی فرما" تو آپ خود سوچیے کہ آپ کا یہ عمل کہاں تک صحیح ہے؟ صحیح طریقہ تو یہ تھا کہ آپ بھی اپنے بھائی کی طرح اعمالِ صالحہ کرتے اور اپنے اعمال کا واسطہ دے کر اللہ سے جو چاہتے سوال کرتے۔

بس اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جاہ و مرتبہ آپ کی کتاب میں لکھ دیا گیا ہے اور آپ کے لئے مخصوص ہے۔ ہم کو یا کسی اور کو اس سے کوئی حصہ نہیں ملنے والا ہے۔ لہٰذا کسی کو بھی یہ حق نہیں کہ آپ کے اعمال کا واسطہ دے کر اللہ سے دعا مانگی جائے۔ بلکہ ہر شخص کو یہ حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے، تاکہ اتباعِ رسول کے صلہ میں اللہ اس کو بھی جاہ و مرتبت عطا فرمائے اور اپنے اسی جاہ و مرتبت کے وسیلہ سے مومن اللہ سے دعا کرے۔

EmaanLibrary.com

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ کا مطلب کوئی شخص یہ لیتا ہے کہ آپ اپنی اُمت کی شفاعت فرمائیں گے تو یہ بالکل حق اور درست ہے۔ لیکن اس میں کسی اُمتی کو کوئی دخل نہیں۔ شفاعت صرف آپ کا حق ہے اور وہ بھی محض اُس کے لئے جس کے لئے اللہ خاص اجازت دے، اور وہ بھی اِس دنیا میں نہیں بلکہ وہ مخصوص ہے قیامت کے دن کے لئے۔ لہٰذا اس سے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حق کا سہارا لے کر کوئی شخص آپ کے جاہ مرتبہ کا وسیلہ لینے لگے۔

اِس پوری بحث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اِس حدیث کا کوئی لفظ قولِ رسول نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بالکل بَری ہیں۔ یہ قرآن و تعلیم نبوی دونوں کے خلاف ہے۔ یہ آپ پر سراسر کذب و افترا ہے۔ یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ جس چیز سے آپ منع فرمائیں اُسی کی اُمت کو تعلیم دیں۔

اِن کے علاوہ یہ ایسی بے سر پیر کی حدیث ہے جس کا نہ کتبِ حدیث میں کہیں پتہ ہے نہ نشان۔ علامہ ابنِ تیمیہؒ اس حدیث سے اپنی لاعلمی کا اظہار فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بے نشان و بے لگام ہے۔ جس کی نہ سند صحیح نہ متن۔

جو لوگ اِس بے اصل اور موضوع حدیث کو صحیح مانتے ہیں وہ ہماری اِس جرح کو پڑھ کر چراغ پا ہو جائیں گے اور شدتِ جذبات سے مغلوب ہو کر ہم کو توہینِ رسول کا مجرم گردانیں گے، ہم ایسے حضرات پر اچھی طرح واضح کر دینا چاہتے

EmaanLibrary.com

ہیں کہ محبتِ رسولؐ میں ہم اُن سے زیادہ سخت اور جذباتی ہیں اور ہم اُس شخص کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے جو ایک نقطہ کے برابر بھی توہینِ رسول کا مرتکب ہے، بلکہ ایسے شخص کا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھنا بھی بے سود ہے۔ اس لئے کہ رسول کی کامل محبت دراصل اللہ کی محبت ہے۔ اور (معاذ اللہ) رسول اللہ سے نفرت دراصل اللہ سے نفرت کرنی ہے اور جو شخص اس درجہ پر پہنچ جائے اُس کا دین و ملت سے کوئی تعلق نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ جان و مال اور آل و اولاد سب سے زیادہ عزیز ہونی چاہئے۔ اگر کسی کو اللہ و رسول اُس کی جان و مال اور اہل و عیال سے زیادہ عزیز نہیں ہیں تو اُس کا ایمان معتبر نہیں۔ لیکن محبتِ رسول، اطاعتِ رسول کے بغیر ممکن نہیں۔ اللہ کے رسول جس بات کا حکم دیں اُس پر عمل کرنا اور جس سے منع کریں اُس سے رُک جانا ہی محبت ہے۔

ہم تمام اہلِ ایمان سے پوچھتے ہیں کہ کیا باطل روایات اور موضوع و منکر احادیث پر اعتقاد رکھنا، اُن کی اشاعت کرنا، اُن پر عمل کرنا بھی محبتِ رسول ہے؟ یا اُن کی توہین! محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ اُن کی طرف منسوب کی جانے والی تمام غلط باتوں کا رد کیا جائے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے مشہور کی جانے والی جھوٹی باتوں کی قلعی کھولی جائے اور لوگوں کو اس سے روکا جائے :- آپ خود ہی فیصلہ کرلیں کہ جو لوگ شرک و بدعات کو اللہ اور اُس کے رسول کا نام لیکر پھیلاتے ہیں وہ محبت کرتے ہیں یا جو اُن کی تردید کرکے اللہ اور اس کے رسول کی مقدس اور

EmaanLibrary.com

بلند ذات کو بہتان و کذب سے صاف کرتے ہیں، وہ سچی محبت کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اُن لوگوں کو مبارکباد دی ہے جو اُمت کے ذہنی و اعتقادی بگاڑ کی اصلاح کریں، اور دین میں داخل کی گئی نئی نئی باتوں کی تردید کر کے دین کو اصلی حالت میں رکھنے کی کوشش کریں، اور سُنتِ صحیحہ کی تعلیم و اشاعت میں مصروف ہوں۔ اللہ اور اُس کے رسول کی محبت کا تقاضا ہے کہ ہم اُن کی طرف منسوب کی جانے والی من گھڑت باتوں کا کھوج لگائیں اور ان کے حقیقی اقوال و احکام کو عام کریں، اور دین و شریعت کو شرک و بدعات اور رسوم و خرافات سے پاک کریں۔

اِذَا اَعْيَتْكُمُ الْاُمُوْرُ

۸۔ جب مشاغل تم کو عاجز کر دیں تو قبر والوں سے مدد طلب کرو۔"

یہ جملہ پڑھئے اور مسلمانوں میں پھیلائی گئی جہالت کا ماتم کیجئے۔ جہالت اور تعصب اور دنیا کمانے کی حرص نے لوگوں کو کس قدر اندھا اور بے عقل بنا دیا ہے کہ وہ اسلام کی بُنیادی تعلیمات، قرآن کی روشن آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح ہدایات کا بھی مذاق اُڑاتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے کلام میں تضاد نہیں۔ اوّل تو مُردے سُنتے نہیں، وہ ہمیں مدد کس طرح پہنچائیں گے؟ وہ تو خود ہماری دعاؤں کے محتاج ہیں۔ نیز اللہ کا ارشاد ہے:

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ (کون ہے جو بیقرار کی

EmaanLibrary.com

فریاد پوری کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور اُس کی تکلیف دور کرتا ہے۔")

اِس آیت میں تو اللہ نے مصیبت زدہ کی فریاد سُننے کی خود بشارت دی ہے۔

جبکہ اوپر والی روایت میں مُردوں سے سہارا لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تو ارشاد ہے:

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ("مجھے پکارو، میں تمہاری پکار سُنوں گا۔")

اور اس روایت میں قبر والوں سے مدد مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ کا تو ارشاد ہے:

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ("جب میری بابت بندے آپ سے پوچھیں تو کہدیں" میں قریب ہوں۔")

اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ("جب پکارنے والے مجھے پکارتے ہیں تو میں اُن کی پکار کو سُنتا اور قبول کرتا ہوں۔")

اللہ تو اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ بندے ہر حال میں اپنے مولیٰ کو پکاریں اور اس روایت میں قبر والوں سے مدد مانگنے اور سہارا لینے کا حکم ہے۔

ہر صاحبِ عقل سمجھ سکتا ہے کہ یہ ایک جھوٹی اور من گھڑت روایت ہے جو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے ٹکرا رہی ہے۔

EmaanLibrary.com

حدیثِ استسقاء بلالؓ بن حارث

۹ ۔ بیہقی اور ابنِ ابی شَیبہ کی روایت ہے کہ "حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں قحط پڑا تو صحابیِ رسولؐ بلالؓ بن حارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی اُمّت کے لئے بارش طلب کیجئے، لوگ ہلاک ہو رہے ہیں. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں ان کے پاس آئے اور اُن کو بشارت دی کہ لوگوں کو جلد ہی بارش سے سیراب کر دیا جائے گا"۔

اِس حدیث کے متن پر غور:۔ سب سے پہلے ہمیں چاہیئے کہ اس حدیث کے الفاظ سے جو باتیں ثابت ہو رہی ہیں اُن پر غور کرلیں اور انھیں شریعت کی میزان پر تول لیں، خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ یہ حدیث کیسی ہے؟ اگر متن و سند دونوں اعتبار سے صحیح ثابت ہو جائے تو اس پر عمل کرنا چاہیئے ورنہ ردّ کر دینا چاہیئے:۔

(۱) استسقاء کسے کہتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح استسقاء کرتے تھے؟

(۲) کیا شریعت اِس بات کی اجازت دیتی ہے کہ مُردوں کو مخاطب کیا جائے اور زندہ لوگ مُردوں سے اپنی حاجات پوری کرنے کے لئے سوال کریں؟

(۳) کیا مُردے سُن سکتے ہیں اور پکارنے والے کے مطلب کا جواب دے سکتے ہیں؟

EmaanLibrary.com

(۴) کیا خواب کی بھی دین میں کوئی اصولی حیثیت ہے اور کیا وہ دلیل بن سکتے ہیں؟

(۵) اس حدیث میں جس شخص کا ذکر ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُمّت کے لئے بارش طلب کرنے کی درخواست کی تھی وہ بلالؓ بن حارث ہیں یا نہیں؟

(۶) جب صحابی شریعت کی مخالفت کرے تو اُن کی اس مخالف بات کی اتّباع جائز ہے یا اس کو چھوڑ کر شریعت کی اتّباع کی جائے؟

(۷) اگر یہ ثابت ہو جائے کہ بلالؓ بن حارث کا اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ کوئی مجہول شخص ہے تو اس کے بعد اس کے اس عمل کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

(۸) سند کے اعتبار سے اس واقعہ کی تحقیق!

اب ہم سلسلہ وار تمام سوالات پر غور کرتے ہیں۔

۱۔ استسقاء یہ ہے کہ کسی زندہ صالح شخص سے درخواست کی جائے کہ وہ بارش کے لئے اللہ سے دُعا کرے جس سے شہر اور بندگانِ خدا سیراب ہو جائیں۔ چنانچہ وہ مردِ صالح دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور لوگ اُس کی دعا پر آمین کہیں، مشروع وسیلہ کی بحث میں ہم نے مومن کی دعا کے وسیلہ کے ذکر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استسقاء اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی اُمّت کے استسقاء کا بیان مفصل کر چکے ہیں، وہیں یہ بحث دوبارہ دیکھ لینی چاہیے۔

EmaanLibrary.com

یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کے استسقاء کی پوری حقیقت۔ لیکن زیرِ بحث حدیث کا تو اس مسنون استسقاء سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ جیسا کہ اس میں ذکر ہے، بلال بن حارث یا کسی اور نے بارش کی دعا کے لئے کسی زندہ سے درخواست ہی نہیں کی، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں آپ کی قبر پر جا کر آپ سے دعا کی درخواست کی ہے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ اللہ نے جس کو وفات دے کر اپنے پاس بُلا لیا اُس سے کس طرح دُعا کی درخواست کی جا سکتی ہے اور کیا حقیقت میں آپ نے اس سائل کی درخواست پر اللہ سے دُعا فرمائی؟ ہرگز نہیں۔ یہ ممکن بھی نہیں۔ اس لئے کہ وفات کی وجہ سے آپ کا عمل منقطع ہو گیا اور دُعا ایک عمل ہے جسے مُردہ شخص نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوا کہ آپ نے دُعا نہیں فرمائی اور استسقاء کا عمل واقع نہیں ہوا، کیونکہ اس کا سب سے اہم جزء "دُعا" عمل میں آیا ہی نہیں۔

۲۔ مُردوں سے خطاب:۔ شریعتِ اسلامیہ میں مُردوں سے بات چیت، اُن سے سوال اور دُعا کی درخواست جائز نہیں۔ کیونکہ اُن کا عمل ان کی وفات کی وجہ سے ختم ہو گیا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ، صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ وَعِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ وَوَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ۔	"جب انسان مر چکا تو اس کا عمل ختم ہو گیا سوائے تین طریقہ کے، صدقہ جاریہ، نفع بخش علم، صالح اولاد جو اس کے لئے دعا کرے"۔

EmaanLibrary.com

لوگ نہ جانے کس طرح مُردوں سے حاجات پوری کرانے کی درخواست کرتے ہیں، جبکہ زمین و آسمان کا خالق اللہ حیّ و قیوم موجود ہے، اس سے سوال نہیں کرتے۔ وہ تو ہمیشہ زندہ رہنے والا اور سُننے والا ہے۔

۳۔ کیا مُردے سُنتے ہیں؟ :۔ سائل اور مجیب کے درمیان ربط و اتصال کا واحد ذریعہ سماعت (سُننا) ہے۔ لیکن جب صورت یہ ہو کہ سائل سوال کرے مگر جواب دینے والا سُن ہی نہ سکے تو جواب کیسے دے گا؟

یہاں یہی صورت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاکر سُننے سے محروم ہو گئے، لہٰذا جو لوگ آپ کو پکارتے اور سوال کرتے ہیں، جب آپ اُن کی آواز ہی نہیں سُن سکتے، تو جواب کیسے دیں گے؟ اللہ کا ارشاد ہے:

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ — "آپ مُردوں کو سُنا نہیں سکتے"۔

وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ — "اور آپ نہیں سُنا سکتے اُن کو جو قبروں میں ہیں"۔

۴۔ **خواب کی دینی حیثیت** :۔ اور خواب اصولِ دین میں سے نہیں ہیں کہ وہ کسی مسئلے کی دلیل بن سکیں۔ البتہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں آپ کی بشری صورت میں دیکھا جائے تو وہ خواب حق ہے۔ اس لئے کہ شیطان آپکی صورت کی نقل نہیں اتار سکتا۔

اگر خواب میں بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا تھا تو وہ یقیناً آپ کو

EmaanLibrary.com

پہچان گئے ہوں گے کیونکہ وہ صحابیِ رسول تھے اور ان کا خواب میں آپ کو دیکھنا حق و درست ہے اور آپ نے جو بشارت خواب میں دی وہ سچی ہے، اور یہ خواب کا معاملہ ہے، اس کا قبر پر جانے اور حادثہ سے کوئی تعلق نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں بشارت دینا کسی دعا اور درخواست کا محتاج نہیں۔ لہٰذا اس واقعہ کا اس حادثہ اور مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔

۵۔ اس روایت میں بلالؓ بن حارث کے نام کی تحقیق نہ ہو سکی۔ دوسری روایات میں بلال کے بجائے صرف "ایک شخص" کا ذکر ہے اور وہ شخص مجہول اور نامعلوم ہے۔ اس لئے واقعہ اپنی روایت کے اعتبار سے بھی مُشتبہ اور کمزور ہے۔

۶۔ **صحابی کی شرعی حیثیت:۔** اگر یہ مان لیا جائے کہ اس واقعہ کا تعلق بلالؓ بن حارث ہی سے ہے تب بھی کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اِس لئے کہ انبیاء کے علاوہ کوئی معصوم نہیں، صحابی ہوں یا کوئی اور۔ خطا کا اِمکان سب سے ہے۔ لہٰذا اگر صحابی نے بھی کوئی غلطی کی بدعت کا ارتکاب کیا یا اجتہاد میں خطا ہوئی تو وہ بے شک ناقابلِ عمل ہے۔ نیز اجتہاد نص کے برابر تو ہے نہیں اور جب اجتہاد کے مقابلے میں نص موجود ہو تو اجتہاد کو قبول کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اور جب صحابی دیگر تمام صحابہ کرامؓ کے خلاف اجتہاد کرے تو اس کو بھی رد کر دیا جائے گا۔

البتہ اگر کسی معاملے پر تمام صحابہ کا اجماع ہو جائے تو وہ حُجّت ہوگا کیونکہ اجماع دین کے اصولِ اربعہ میں سے ایک اصل ہے۔

EmaanLibrary.com

۷۔ **نامعلوم شخص کا اجتہاد:۔** اگر استسقاء کا طالب کوئی نامعلوم شخص تھا تب تو اس کو دلیل بنانے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ تنہا کسی صحابی کا اجتہاد جب وہ عام صحابہ سے ہٹ کر اجتہاد کرے، قابلِ قبول نہیں تو کسی مجہول شخص کا کیا اعتبار؟

۸۔ **سندِ حدیث پر بحث:۔** حافظ ابن حجرؒ نے "فتح الباری" میں یہ روایت اِس طرح نقل کی ہے:

"انہ جاء رجلٌ الی قبرِ النبیِ صلی اللہ علیہ وسلم فقال کذا وکذا"

اِس روایت میں بلالؓ بن حارث کے بجائے "رَجُلٌ" (ایک شخص) کا ذکر ہے۔ نہ معلوم وہ کوئی دیہاتی تھا یا کون تھا؛ اور جب بالفرض بلال بن حارث بھی ہوتے تو ان کا یہ عمل قابلِ قبول نہ تھا تو کسی دیہاتی مجہول شخص کا کیا شمار جو دین کے اصول و آداب سے بھی واقف نہیں۔

سیف بن عمر الضبی نے "فتوح" میں روایت کی ہے کہ خواب دیکھنے والے بلالؓ بن حارث ہی ہیں۔ لیکن اس سیفؒ کا حال یہ ہے کہ وہ محدثین کے نزدیک مجہول، ضعیف، متروک، اور زندیق جیسے الفاظ سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ان کی روایت کا کیا اعتبار؟

لہٰذا یہ پوری حدیث متن، مفہوم اور سند ہر اعتبار سے ناقابلِ حجت ہے

EmaanLibrary.com

حضرتِ عباسؓ سے دعاءِ استسقاء کی درخواست

۱۰- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو آپ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے استسقاء کے لئے دعا کی درخواست کرتے تھے اور کہتے تھے کہ "اے اللہ! ہم تیرے نبی کے وسیلے سے بارش طلب کرتے تھے تو ہمیں تُو سیراب کرتا تھا اور اب ہم تیرے نبی کے چچا کو وسیلہ بنا کر بارش مانگتے ہیں، تُو ہمیں بارش عطا فرما"۔ تو بارش ہوا کرتی تھی۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ اور مشروع وسیلہ کی بحث میں مومن کی دعا کے عنوان کے تحت اس پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔ یہ حدیث تو دلیل ہے اس بات کی کہ مومن کی دعا اپنے مومن بھائی کے لئے وسیلہ ہوتی ہے۔ لیکن لوگوں نے اسے نہ جانے کس طرح مخلوقات کی ذات کے وسیلہ کی دلیل بنا لیا۔ اس لئے اب اس پر از سرِ نو غور و تحقیق کی ضرورت ہے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس سے کونسی حق بات ثابت ہو رہی ہے؟

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امیر المومنین عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو اس بات کے لئے پابند کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے لئے بارش کی دعا کریں اور ان کو مقرر کرنے کی وجہ یہ بتائی کہ حضرت عباسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، اور اسی نسبی رشتہ کی بنا پر ان کو دوسرے صحابہ پر ترجیح دی جس سے دو باتیں صاف طور پر

EmaanLibrary.com

معلوم ہوگئیں :-

اوّل :- حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے علاوہ دوسرے سے دعا کی درخواست کی۔

دوم :- آپ نے استسقاء کی دعا کے لئے خاص طور پر حضرت عباسؓ کا انتخاب فرمایا۔

یہ دونوں ہی باتیں نہایت اہم اور قابلِ غور ہیں۔ آپ نے آنحضورؐ کی وفات کے بعد آپ کی دعا کا وسیلہ ترک کر دیا اور حضرت عباسؓ کو دعا کے لئے منتخب کیا جبکہ صحابہ کرامؓ میں اس وقت ان سے افضل صحابہ جیسے خود حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ و حضرات عشرہ مبشرہ موجود تھے!

ان سوالوں کے جوابات کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس موقع پر استسقاء کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا معمول کیا تھا؟ اس کے متعلق حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث کا دہرا لینا مناسب اور کافی ہوگا۔ فرماتی ہیں:

"لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بارش کے قحط کی شکایت کی۔ آپ نے حکم فرمایا کہ "مصلّی" میں آپ کے لئے منبر رکھا جائے اور ایک دن مقرر کر کے اعلان کر دیا کہ اس دن لوگ جمع ہو جائیں۔ دھوپ نکل جانے کے بعد آپ سب کو لے کر نکلے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پہلے اللہ کی حمد و تکبیر کی، پھر فرمایا: آپ لوگوں نے اپنے علاقوں کی خشکی کی شکایت کی ہے، جبکہ اللہ کا حکم

EmaanLibrary.com

ہے کہ اُس سے دُعا مانگو، اُس کا وعدہ ہے کہ تمہاری دُعا قبول کرے گا۔ پھر آپ نے یہ دُعا پڑھی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ، اَللّٰھُمَّ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ، اَنْتَ الْغَنِیُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَآءُ، اَنْزِلْ عَلَیْنَا الْغَیْثَ، وَاجْعَلْ مَآ اَنْزَلْتَ قُوَّۃً وَّبَلَاغًا اِلٰی حِیْنٍ۔	"سب تعریف اللہ رب العالمین کیلئے جو بڑا مہربان بڑی رحمت والا ہے، جو جزا کے دن کا مالک ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو غنی ہے اور ہم محتاج ہیں، ہم پر بارش نازل فرما، اور جو کچھ تو نازل فرمائے اسے ایک مدت کیلئے قوت اور نفع بخش بنا۔"

پھر آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور برابر دُعا کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ پھر آپ نے لوگوں کی طرف اپنی پیٹھ پھیری، اور اپنی چادر پلٹی اور آپ ہاتھ اُٹھائے ہوئے تھے، پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور منبر سے اُترے اور دو ۲ رکعت نماز پڑھائی۔

اللہ نے بدلی پیدا کی جو گرجی، چمکی، پھر حکم الٰہی سے برسی۔ آپ ابھی مسجد تک واپس نہ لوٹے تھے کہ نالے، کُوچے سیلابی شکل میں بہنے لگے۔ آپ نے لوگوں کو پناہ گاہوں کی طرف بھاگتے دیکھا تو ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دندانِ مبارک چمک اُٹھے اور فرمایا: اَشْھَدُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّاَنِّیْ

EmaanLibrary.com

عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ ۔ (حاکم، ابوداؤد)

اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ "ایک شخص مسجد میں جمعہ کے دن آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے مسجد میں خطبہ دے رہے تھے کہ وہ پکار اُٹھا، یا رسول اللہ، مال تباہ ہو گئے، راستے بند ہو گئے، آپ اللہ سے ہماری دادرسی کی دعا فرمایئے" آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا، اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا، اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا۔ "اے اللہ، ہماری فریاد سن، اے اللہ، ہماری فریاد سن، اے اللہ، ہماری فریاد سن"

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ بخدا، اُس وقت تک آسمان میں نہ کوئی بدلی تھی نہ کوئی بدلی کا ٹکڑا، اور ہمارے اور سلع کے درمیان کوئی گھر بھی حائل نہ تھا کہ یکایک سلع کے پیچھے سے ایک بدلی ڈھال کی طرح نمودار ہوئی اور جب آسمان کے درمیان آگئی تو پھیل گئی اور برسنے لگی۔ بخدا! پھر تو ہم نے ایک ہفتہ تک سورج ہی نہ دیکھا۔ اگلا جمعہ آیا تو وہی شخص اسی دروازہ سے پھر داخل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے، اس نے کھڑے ہی کھڑے کہنا شروع کیا: یا رسول اللہ! مال برباد ہو گئے، راستے بند ہو گئے۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ بارش بند فرما دے۔ آپ نے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اُٹھا دیئے اور فرمایا:

اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا، اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِیَۃِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ

"اے اللہ، ہم پر نہیں، ہمارے آس پاس برسا۔ اے اللہ، پہاڑوں پر، ٹیلوں پر اور وادیوں اور درختوں کے اُگنے کی جگہوں پر"

EmaanLibrary.com

بارش بند ہو گئی، ہم جمعہ پڑھ کر نکلے تو دھوپ چمک رہی تھی۔ (بخاری و مسلم)

ان دونوں ہی حدیثوں سے ثابت ہو گیا کہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استسقاء کے لئے دعا کی درخواست کرتے تھے، اور آپ دعا فرما دیا کرتے تھے۔ لہٰذا استسقاء کی سُنت یہ ہوئی کہ صلوٰۃ الاستسقاء کے علاوہ کسی سے دعا کی درخواست کی جائے اور وہ دعا کر دیا کرے۔

اس تفصیل کے بعد اب آپ پچھلے سوالات کی طرف رجوع کیجئے، حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عباسؓ سے محض اسی بنا پر دعا کی درخواست کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی تھی اور استسقاء کی کوئی سُنت بھی آپ ادا نہیں فرما سکتے تھے، نہ استسقاء کی نماز پڑھا سکتے تھے، نہ آپ سے دعا کی درخواست ممکن تھی، نہ ہی آپ دعا فرما سکتے تھے۔ یہ سب باتیں آپ کی وفات کی بنا پر آپ سے ناممکن ہو گئی تھیں، اس لئے حضرت عباسؓ سے آپ نے دعا کی درخواست کی۔

اب رہی یہ بات کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو دعاء استسقاء کے لئے منتخب فرمایا جبکہ ان کے علاوہ صحابہؓ میں عمل، صلاح اور اسلام میں اوّلیت کے لحاظ سے زیادہ افضل لوگ موجود تھے، مثلاً خود حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرات عشرہ مبشرہ وغیرہ، تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ یہاں حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبی تعلق کو زیادہ ترجیح دی۔ حضرت عباسؓ بن عبد المطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، اس لئے آپ نے اس کا خاص طور پر خیال رکھا

EmaanLibrary.com

حضرت عباسؓ نے اپنی دعا میں بھی اس کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا چنانچہ جب انھوں نے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے تو فرمایا:-

"اے اللہ! بلا صرف گناہ کے سبب نازل ہوتی ہے، اور وہ صرف توبہ ہی سے دُور ہوتی ہے، اور لوگوں نے مجھے تیری طرف محض اسی لئے پیش کیا ہے کہ میرا تعلق تیرے نبیؐ سے ہے، اور گُناہوں سے رنگین یہ ہاتھ تیری جناب میں اُٹھے ہوئے ہیں اور ہماری پیشانیاں توبہ سے تیری بارگاہ میں جُھکی ہوئی ہیں، اے اللہ تو ہمیں بارش عطا فرما۔"

پھر بارش موسلا دھار برسی۔

دیکھئے اس دعا میں حضرت عباسؓ نے صاف اس وجہ کو بیان کر دیا جس کے سبب دعا کے لئے ان کا انتخاب ہوا تھا، یعنی لِمَکَانِیْ مِنْ نَبِیِّکَ (میرا نسبی رشتہ تیرے نبی سے قائم ہے۔)

اس تفصیل سے آپ پر واضح ہو گیا کہ حضرت عمرؓ کا مقصد حضرت عباسؓ کی ذات کو وسیلہ بنانا نہ تھا۔ بلکہ صرف آپ کی دُعا کو وسیلہ بنانا تھا۔ اگر ذات مقصود ہوتی تو حضرت عباسؓ سے افضل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک تھی، لیکن چونکہ اللہ کی بارگاہ میں کسی زندہ و مُردہ شخص کی ذات وسیلہ نہیں بنتی، بلکہ اس کی دُعا وسیلہ ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ پاک میں بھی آپ کی ذات کو لوگ وسیلہ نہیں بناتے تھے، بلکہ صرف آپ کی دعا کا وسیلہ چاہتے تھے۔ ذات کا وسیلہ مقصود ہوتا تو حضرت عباسؓ کی دعا کا سہارا

EmaahLibrary.com

آپ منبر پر کھڑے ہو کر دعا نہ فرماتے بلکہ صحنِ مسجد میں آ کر کھڑے ہو جاتے اور بارش ہو گئی ہوتی۔ لیکن ... آپ نے ایسا نہیں کیا۔ کیا خود ساقیٔ کوثر ہی کو یہ نسخہ معلوم نہ تھا؟

(۷) پھر جب ایسا ہی تھا تو قبرِ شریف کو ہمیشہ کے لئے کھلی رکھنا چاہئے تھا۔ اُس کو گنبدِ خضرا، سے ڈھانکنے اور چھپانے کی کیا ضرورت تھی؟ تاکہ جب کبھی ضرورت پڑتی خود بخود بارش شروع ہو جاتی، اور حجاز کے لئے تو اور بھی اس کی ضرورت تھی، کیونکہ اس کے موسم پر خشکی غالب ہے اور وہ علاقہ دوسروں کی بہ نسبت پانی کا زیادہ محتاج ہے۔

(۸) اس حدیث سے واضح ہو رہا ہے کہ بارش کی کثرت سے خوب سبزہ اُگا اور اونٹ چر کر اتنے فربہ ہو گئے کہ اُن کی چربی بہہ پڑی، اور اسی لئے اس سال کو "عام الفتق" کا نام دے دیا گیا۔

لیکن سوچئے کہ اس وقت لوگوں کے پاس صرف اُونٹ ہی تو نہیں ہوں گے بلکہ اونٹ کے علاوہ بکریاں، گائے اور گھوڑے وغیرہ بھی رہے ہوں گے، لیکن یہاں ذکر صرف اونٹوں ہی کا ہے۔ ممکن ہے اختصار کے خیال سے صرف اونٹ کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہو اور مراد سب ہی جانور ہوں کہ جُزء کہہ کر کُل بھی سمجھا جاتا ہے۔

لیکن اگر مراد سب ہی جانور ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ سال مکمل بربادی اور تباہی کا تھا اور اس بارش نے تمام جانوروں کو خراب اور ناکارہ بنا ڈالا۔

EmaanLibrary.com

مخلوقات کی ذات کا وسیلہ لینے کی دلیل بنانا غلط اور محض جہالت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق دے اور ہمیں سُنّت سیّد الانام کو مضبوطی سے پکڑنے کی سعادت بخشے۔ آمین

حدیث عام الفتق

۱۱۔ دارمی نے اپنی صحیح میں ابوالجوزاء سے روایت کی ہے کہ مدینہ منورہ کے لوگ بڑے شدید قحط میں مبتلا ہوئے اور حضرت عائشہؓ کے پاس شکایت لے کر گئے۔ آپ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف دیکھو اور قبر سے آسمان تک ایک جھروکہ کھولو تاکہ آسمان اور قبر کے درمیان چھت حائل نہ ہو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا تو بارش ہوئی اتنی کہ خوب سبزے اُگے، اُونٹ سبزے چر کر اتنے موٹے ہو گئے کہ چربی بہنے لگی۔

حدیث کے متن پر بحث:۔ اس حدیث کے متن پر جو شخص بھی غور کرے گا اس پر اس کے من گھڑت اور موضوع ہونے کی پوری حقیقت واضح ہو جائے گی۔ اس حدیث کے الفاظ ہی اس کے من گھڑت ہونے کا ثبوت ہیں:۔

(۱) حضرت عائشہؓ کی طرف یہ منسوب کرنا کہ انھوں نے لوگوں کو حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے اوپر مکان کی چھت کھول دی جائے تاکہ آسمان اور قبر کے درمیان چھت کا پردہ حائل نہ ہو، یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے! کیونکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو آپ حضرت عائشہؓ

EmaanLibrary.com

ہی کے گھر میں دفن کئے گئے اور حضرت عائشہؓ بھی بدستور اسی کمرے میں رہتی رہیں، پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عائشہؓ اپنے ہی گھر کو منہدم کر دیتے اور ویرانہ بنا دینے کا حکم دیں گی اور گھر میں بلا چھت کے سکونت پذیر رہیں گی؟

(۲) اگر یہ بات صحیح ہے کہ حضرت عائشہؓ کے مشورہ کے مطابق چھت بھی ہٹا دی گئی اور قبر سے آسمان تک ایک جھروکہ نکال دیا گیا تو کیا جسم مبارک کو ظاہر کرنے کے لئے قبر بھی کھولدی گئی؟ اور اس حدیث کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ ایسا کیا گیا تو بتایا جائے کہ ایسا کب کیا گیا اور کس طرح کیا گیا؟ اور اتنی اہم خبر تاریخ کے صفحات سے اب تک کیسے غائب اور مخفی رہ گئی؟

(۳) اگر جسم اطہر کو کھولتے ہی آسمان سے بارش شروع ہو جایا کرتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جب قحط پڑا تھا اور لوگوں کے مال و اسباب تباہ ہو رہے تھے اُس وقت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر آسمان کے سامنے کھُلی فضا میں موجود تھا، لیکن اس کے سبب بارش نہیں ہوئی، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہر سے نکل کر میدان میں جانا پڑا اور استسقاء کے لئے نماز پڑھانی پڑی اور تضرع و عاجزی کے ساتھ دُعا مانگنی پڑی پھر کہیں آپ کی نماز و دعا کی برکت سے بارش ہوئی۔

(۴) حضرت عائشہؓ کو جب بارش کا یہ نسخہ معلوم تھا تو قحط پڑتے پر فوراً ہی کیوں نہ حضرت عمرؓ سے کہلوا دیا اور حضرت عمرؓ نے بھی قحط کی اس سختی و شدت میں عوام کو خوانخواہ مبتلا رکھا۔ قحط پڑتے ہی کیوں نہ قبر سے جسم اطہر کو جھروکے کے ذریعہ کھُلی فضا کے سامنے

EmaanLibrary.com

کر دیا؟ آخر کیا وجہ تھی کہ انھوں نے اِس نُسخہ کو استعمال نہیں کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح خود بھی لوگوں کو لے کر میدان میں پہنچے اور حضرت عباس رضی سے دُعا کرائی، تب کہیں جاکر بارش ہوئی۔

(۵) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے آسمان تک روشن دان کھول دیا گیا ہوگا تو بارش آنے کے بعد پانی قبر میں بھی آیا ہوگا اور حجرے میں بھی، اُس وقت حضرت عائشہ رض کہاں رہی ہوں گی؟

(۶) صحیح روایات کے مطابق جب دیہاتی مسجدِ نبوی میں داخل ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے جمعہ کا خُطبہ دے رہے تھے اور دیہاتی نے شدید قحط سالی اور اس کے سبب مال واسباب کی بربادی کی شکایت کی تو آپ نے فوراً دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے اور دیکھتے ہی دیکھتے مُوسلا دھار بارش شروع ہوگئی جو ہفتہ بھر جاری رہی، یہاں تک کہ دوسرے جمعہ کو پھر وہی دیہاتی ٹھیک اُسی وقت جبکہ آپ منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے، مسجد میں آیا اور بارش کی کثرت کا رونا رو کر فریاد کی کہ سیلاب سے راستے بند ہو گئے ہیں۔ آپ بارش بند ہونے کی دعا فرمائیں۔ آپ نے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے، بارش تھم گئی اور سورج چمکنے لگا۔

یہ سب کچھ اس حالت میں ہوا جب آپ کا جسمِ اطہر مسجد کی چھت کے نیچے چھپا ہوا تھا۔ اس کے باوجود اللہ نے محض آپ کی دعا کی برکت سے بارش نازل بھی فرمائی اور روک بھی دی۔ اگر جسمِ اطہر کے فضا میں کُھلتے ہی بارش ہونے لگتی تو

EmaanLibrary.com

لینے کی ضرورت ہی نہ پڑتی اور نہ حضرت عمرؓ یہ فرماتے کہ "اے اللہ، تیرے نبی کی زندگی میں تیرے نبی کی دعا کا وسیلہ لیتے تھے اور اب تیرے نبی کے چچا کی دعا کا وسیلہ لیتے ہیں" اور نہ ہی یہ فرماتے: "اُدْعُ یَا عَبَّاسُ" (اے عباسؓ، آپ دعا فرمایئے) بلکہ براہ راست فرماتے کہ اے اللہ، تیرے نبی کی ذات کے وسیلہ سے تجھ سے بارش طلب کرتے ہیں۔ (معاذ اللہ) لیکن حضرت عمرؓ یا کسی اور صحابی سے اس قسم کی کوئی دعا مذکور نہیں۔

لہٰذا اس حدیث سے مخلوقات کی ذات کو وسیلہ بنانے کا ثبوت پیش کرنا بالکل غلط اور حقیقت کے خلاف ہے۔ بلکہ یہ حدیث تو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مومن کی دعا اس کے بھائی کے لئے مشروع وسیلہ ہے۔

ذرا مسلمانوں کے تعامل پر بھی نظر ڈالیے۔ لوگ جب استسقاء کے لئے نکلتے ہیں تو شہر کے سب سے صالح شخص کو نماز و دعا کے لئے آگے بڑھاتے ہیں۔ اس وقت سب ہی یہ سمجھتے ہیں کہ اس مردِ صالح کی دعا کی برکت سے اللہ ہماری فریاد سُنے گا، جیسا کہ عہدِ نبویؐ سے ہوتا آیا ہے۔ کسی کے ذہن میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ وہ مردِ صالح کی دعا کے بجائے ان کی ذات کو وسیلہ بنا رہے ہیں۔ اگر ان کی ذات مقصود ہوتی تو کسی کو لانے اور سامنے کرنے کی ضرورت نہ تھی، بلکہ ہر شخص اپنی دعا میں یہ کہہ دیتا کہ اے اللہ فلاں کی ذات کے وسیلے سے ہمیں بارش عطا فرما۔ کسی کو بلانے، اس کی اقتدا میں نماز پڑھنے اور اس کی دُعا پر آمین کہنے کی ضرورت کیا تھی؟ حالانکہ جمہور مسلمانوں کا عمل اس کے خلاف ہے، لہٰذا تعاملِ اہلِ اسلام سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ استسقاء کی اس حدیث کو

EmaanLibrary.com

اور رحمت کے بجائے یہ عذاب ہی کا باعث بنی۔

لیکن ... حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور تمام باتیں محض موضوع، اور من گھڑت ہیں اور ان کی نہ کوئی بُنیاد ہے نہ اصل، بلکہ اوہام و قیاسات کے سوا کچھ نہیں۔ یہ حال تو متن کا تھا۔ اب ذرا اس کی سند پر بھی نظر ڈال لی جائے۔

اس حدیث کی سند پر بحث:۔ شیخ دحلان نے اپنی کتاب "الدُّرر السنیّة فی الردّ علی الوھابیۃ" میں اِس حدیث کو اس ثبوت میں نقل کیا ہے کہ مخلوقات کی ذات اور خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا وسیلہ جائز ہے۔

شیخ دحلان کا جواب علامہ بشیر سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ نے "صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ دحلان" میں خوب خوب دیا ہے۔ علامہ مرحوم نے فرمایا کہ مذکورہ حدیث "مُسند دارمی" کی ہے، اور دارمی کی حدیثوں کو صحیح کہنا صحیح نہیں۔ اس بارے میں علامہ حافظ ابنِ حجرؒ کا بیان ہے کہ کسی معتمد شخص نے مُسند دارمی کی حدیثوں کو صحیح نہیں کہا ہے تو اس کی صحت کے بارے میں کسی غیر معتمد شخص کا بیان کیسے معتبر مانا جا سکتا ہے۔

۲۔ علامہ عراقیؒ کا بیان ہے کہ مُسند دارمی میں مُرسل، مفصّل، منقطع، مقطوع حدیثیں بہت ہیں۔

۳۔ اِس حدیث کی سند میں ایک راوی محمد بن فضل سدوسی ابوالنعمان البصری ہے جس کے بارے میں حافظ ابنِ حجرؒ نے "تقریب" میں کہا ہے کہ اس کا لقب عارم تھا

EmaanLibrary.com

جو آخر عمر میں نسیان اور خللِ دماغ کا شکار ہو گیا تھا۔ اس کے بارے میں امام بخاریؒ کا بیان بھی یہی ہے۔

اسی حدیث کے راوی سعید بن زید، عمر بن مالک المنکری اور ابو الجوزاء اوس بن عبداللہ وغیرہ کے بارے میں بھی اسی قسم کی رائیں اجلّہ محدثین نے دی ہیں۔

۴۔ یہ حدیث موقوف ہے لہٰذا محققین کے نزدیک یہ حجت نہیں۔

۵۔ یہ حدیث حضرت عمرؓ کی اس حدیث سے ٹکرا رہی ہے جسے محمد بن اسحٰق نے اپنی "مغازی" میں خالد بن دینا عن ابی العالیۃ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ:

"جب ہم نے "تستر" فتح کیا تو ہرمزان کے خزانے میں ہمیں ایک چارپائی ملی، جس پر ایک لاش تھی، اور لاش کے سرہانے ایک مصحف رکھا تھا۔ ہم نے مصحف اٹھا کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے حضرت کعبؓ کو بلوایا اور اس نسخے کو عربی میں لکھوایا۔ ابو العالیہ کا بیان ہے کہ سب سے پہلا شخص میں تھا جس نے اس مصحف کو بالکل قرآن کی طرح پڑھ دیا۔ ابو العالیہ سے پوچھا گیا کہ اس مصحف میں کیا تھا تو کہا، تمہاری سیرت، تمہارے حالات، تمہاری بات چیت اور پیشین گوئیاں۔ میں نے پوچھا: اس لاش کو کیا کیا؟ کہا، ہم نے دن میں تیرہ ۱۳ جدا جدا قبریں کھودیں اور رات میں ایک قبر کے اندر لاش کو دفن کر دیا اور تمام قبروں کو ایک جیسی بنا دیا تاکہ لوگ پہچان نہ سکیں اور لاش کو کھودنے کا خطرہ ختم ہو جائے۔

میں نے پوچھا: لوگ اس لاش سے کیا چاہتے تھے؟ کہا، جب بارش

EmaanLibrary.com

رُک جاتی تو لوگ اُس چارپائی کو باہر نکال لیتے اور بارش ہوا کرتی تھی۔ میں نے پُوچھا: یہ کس کی لاش تھی؟ کہا: دانیال علیہ السّلام کی۔ میں نے پُوچھا: کتنے دن سے اُن کو مرا ہوا پایا؟ کہا: تین سو سال سے۔ میں نے پُوچھا: پھر لاش کچھ بدلی نہیں؟ کہا: صرف گُدّی کے چند بال خراب ہوئے تھے۔ کیونکہ انبیاء کرام کے گوشت کو نہ زمین کھاتی نہ درندے"۔

اِس پورے قصّے پر غور کیجیے کہ اصحابِ کرام نے اس لاش کو کس طرح عوام کی نگاہ سے بچا کر دفن کر دیا تاکہ لوگ فتنے کا شکار نہ ہوں"۔ انتہیٰ۔

آپ نے اِس تفصیل سے ملاحظہ کر لیا کہ یہ حدیث سند اور متن ہر اعتبار سے ناقابلِ حجّت و دلیل ہے۔ اس سے مخلوقات کی ذات کو وسیلہ بنانے کا دعویٰ کرنا کتنا غلط اور بے محل ہے۔ بلکہ اُلٹے اِس سے ان کے دعویٰ کا باطل ہونا ثابت ہو رہا ہے۔

حدیث توسّل الأعرابی

۱۲- حضرت علیؓ بن ابی طالب کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر دینے کے تین دن بعد ایک دیہاتی ہمارے پاس آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر گر پڑا اور قبر کی مٹی اپنے سر پر ڈالنے لگا، اور کہا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا، ہم نے آپ کا ارشاد سُنا، آپ نے اللہ سے سُنا اور قبول کیا، ہم نے آپ سے سُنا اور قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جو کلام آپ پر نازل فرمایا، اُس کا ایک حصّہ یہ بھی ہے:

EmaanLibrary.com

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ (النساء)

"اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے اگر تمہارے پاس آتے اور اللہ سے بخشش مانگتے۔ اور رسول اللہ بھی اُن کے لیے بخشش طلب کرتے تو اللہ کو معاف کرنے والا، رحیم پاتے"۔

اور میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور آپ کے پاس آیا ہوں کہ میرے لیے معافی چاہیں۔ قبر سے آواز آئی کہ اللہ نے تم کو بخش دیا"۔

اس حدیث کا غیر یقینی ہونا تو خود اس کے متن سے ظاہر ہے، سند کی بحث تو چھوڑیئے۔ اور اس میں بعض ایسی باتیں ہیں جن کی وجہ سے اس حدیث کے موضوع ہونے میں کسی مسلمان کو بھی شک نہ ہوگا۔ مثلاً:

(۱) یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد حضرت عائشہؓ کے حجرے میں دفن کیے گئے، اور جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ دیہاتی آیا اور اس نے قبر پر مذکورہ حرکتیں کیں تو سوچیے کہ اس نے حجرہ میں داخلہ کی اجازت کب لی؟ اجازت کا ذکر تو اس حدیث میں ہے نہیں۔ اگر فرض کر لیجیے کہ اس نے اجازت لے لی تھی تب بھی عقل یہ تسلیم نہیں کرتی کہ حضرت عائشہؓ کی موجودگی میں وہ قبر پر گر پڑتا اور قبر کی مٹی سر پر پھینکتا اور حضرت سیدہؓ اُسے نہ روکتیں؟

(۲) یہ حدیث حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ آپ نے اس دیہاتی کا قصہ بیان فرمایا۔ معلوم نہیں خود دیکھا یا کسی سے سُن کر بیان کیا۔ اگر کسی سے سُن کر بیان کیا

Emaanlibrary.com

اُس شخص کا نام روایتوں میں ملنا چاہیئے جس کا کوئی ذکر نہیں۔ اگر خود دیکھ کر بیان کیا ہے تو عقل باور نہیں کرتی کہ آپ نے ایسا غیر شرعی عمل اپنی آنکھ سے دیکھا ہو اور اس کی روک ٹوک نہ کی ہو، جبکہ حضرت علیؓ کے بارے میں ایسا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ نیز اسی سند میں ابو صادق کا نام آتا ہے، جبکہ ابو صادق کا سماع حضرت علیؓ سے ثابت ہی نہیں ہے۔

(۳) اس حدیث میں دیہاتی کا یہ بیان کہ: "اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا ہم نے سُنا۔ آپ نے اللہ کی طرف سے یاد کیا، ہم نے آپ کی طرف سے یاد کیا" جس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سُنا ہے۔ آپ سے سُننے اور سمجھنے والا شخص سمجھدار اور صاحبِ بصیرت ہو گا۔ لہٰذا جس صحابی کی یہ شان ہو کہ وہ بابصیرت اور دانا ہو وہ اس جاہلی حرکت کا مرتکب ہو گا کہ قبر پر لوٹنے لگے اور قبر کی مٹی اپنے سر پر اُڑانے لگے، جس فعل سے کہ آپ نے صراحت کے ساتھ منع فرمایا ہو۔

(۴) دیہاتی نے قرآن کی یہ آیت "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا ...." کی تلاوت کی، جس سے استدلال اس موقع پر بالکل بے محل ہے، کیونکہ اس آیت کا تعلق آپ کی زندگی سے تھا نہ کہ آپ کی وفات کے بعد سے۔ جب تک آپ حیات تھے آپ کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔ آپ مستجابُ الدعوات بھی تھے۔ جس کے لئے بھی دعا فرما دیتے قبول ہو جاتی تھی۔

EmaanLibrary.com

لیکن وفات کے بعد دُعا کرنا اور آپ سے دعا کی درخواست کرنا سب محال ہے، کیونکہ موت کی وجہ سے آپ کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ آپ اب قیامت تک اپنی قبر میں آرام فرما ہیں اور آپ پر موت کے سارے احکامات نافذ ہیں۔ اب آپ کی نہ زبان ہل سکتی ہے نہ جسم، اور قیامت تک عمل و حرکت سے مجبور و بے خبر ہیں۔ آپ کا ارشاد ہے :-

اِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ، صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ وَعِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ وَوَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ۔

"جب انسان مر چکا تو تین راستوں کے سوا باقی اس کے تمام اعمال منقطع ہو گئے، صدقہ جاریہ، نفع دینے والا علم اور وہ نیک اولاد جو اُس کے لئے دعا کرے"۔

رہی حیاتِ برزخی، تو یہ ایک ایسی زندگی ہے جس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں اور اس کا دُنیا کی زندگی سے کچھ تعلق نہیں، بلکہ وہ ایک مستقل زندگی ہے جسکی حقیقت کا علم ہمیں نہیں، لیکن ہم اس پر دل سے ایمان رکھتے ہیں۔ اور مُردوں اور زندوں کے درمیان برزخ ایک حدِ فاصل ہے، ایک حجاب اور روک ہے، جس کی بنا پر دونوں کا اتصال خواہ ذاتی ہو یا صفاتی، کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے :-

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ (المومنون)

"اور اُن کے پیچھے برزخ ہے جہاں وہ اُس دن تک رہیں گے جب تک کہ دوبارہ اُٹھائے جائیں"۔

EmaanLibrary.com

برزخ اس کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو اور دونوں کو ملنے سے روک رکھے۔

اس کے علاوہ اللہ کا ارشاد ہے:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔ (النمل) "بے شک آپ مُردوں کو بات نہیں سُنا سکتے"

نیز اللہ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ۔ (فاطر) "اور تم اُن کو جو قبروں میں ہیں نہیں سُنا سکتے"

اور جب اللہ نے آپ کو وفات دے دی تو آپ بھی مُردوں میں شامل ہو گئے، لہٰذا آپ بھی دُنیا والوں میں سے کسی کی پُکار نہیں سُن سکتے۔ اگرچہ یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء کا جسمِ اطہر خاک میں مل کر خاک نہیں ہوتا، لیکن ان کا جسم مُردہ بلا رُوح کا ہوتا ہے۔ جسم کا فنا نہ ہونا اور بات ہے، لیکن موت حقیقی کے واقع ہونے میں ذرا بھی شک نہیں۔ اور میّت کے لئے ممکن نہیں کہ وہ زندوں کی آواز سُن سکے، اور جب سُننا ممکن نہیں تو جواب دینا بھی ممکن نہیں۔ لہٰذا آپ جب استغفار کی درخواست سُن نہیں سکتے تو استغفار کر کیسے سکتے ہیں؟

اس تفصیل سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اعرابی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استغفار کی درخواست کرنا عبث اور بے فائدہ ہے۔

آخر کیا حرج تھا اگر وہ خود اللہ کی طرف متوجّہ ہوتا اور اپنے گناہوں سے تائب ہوتا اور اللہ سے مغفرت کا طالب ہوتا، یا زندہ لوگوں میں سے کسی

EmaanLibrary.com

صالح بزرگ کو منتخب کرتا اور اُن سے درخواست کرتا کہ وہ اس کے لئے دعا فرمائیں۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے چچا حضرت عباسؓ سے دعاءِ استسقار کی درخواست کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے آپ کی قبر پر یا اور کہیں سے آپ کو دعاءِ استسقار کے لئے نہیں پکارا۔ اگر یہ فعل جائز ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت عمرؓ، حضرت عباسؓ کو ہرگز دعا کے لئے نہ کہتے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے ایسا محض اس لئے نہیں کیا کہ وہ جانتے تھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے وفات پا چکے ہیں اور اب پکارے جانے کے مستحق نہیں ہیں اور نہ ہی آپ دعا وغیرہ کر سکتے ہیں۔

پھر اس آیت کا اس واقعہ سے کوئی تعلق بھی نہیں۔ یہ آیت تو اُن منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگوں کو اتباعِ رسولؐ سے روکتے تھے، اور طاغوت کو حکم بناتے تھے اور جب کسی معاملے میں مجبور پڑ جاتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور قسم کھا کر معذرت کرتے تھے کہ ہم دوسروں کے پاس محض اُن کی دلجوئی کے لئے گئے تھے، ورنہ ہمارا ان پر ایمان و اعتقاد نہیں۔ لہٰذا یہ منافقین جب آپ کی مجلس میں آکر اللہ سے استغفار کرتے اور آپ سے بھی استغفار کی درخواست کرتے تو اللہ ان کو بخش دیتا۔ اُن کی اسی عادت کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا کہ اگر یہ منافقین آتے اور استغفار کرتے تو اللہ کو تواب و رحیم پاتے۔ لیکن یہ بدنصیب آئے ہی نہیں، نہ ہی استغفار کیا، نہ رسول نے ان کے لئے استغفار کیا۔

EmaanLibrary.com

لہٰذا اعرابی کے واقعہ سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ واقعہ محض گمراہی اور فساد کے لئے خاص طور پر گڑھا گیا ہے۔ لیکن اللہ کے واضح ارشادات کے ہوتے ہوئے ان موضوع احادیث کا اثر دین پر کچھ نہیں پڑتا۔

۵۔ اس حدیث کا یہ ٹکڑا کہ "فنودی من القبر انہ غفر لک"۔ (قبر سے آواز دی گئی کہ اللہ نے تم کو بخش دیا) اُس ذہن کی ترجمانی کر رہا ہے جو ہر قسم کے وسیلہ کو حق اور مشروع سمجھتا ہے، چاہے اس سے دین کی بنیاد ہی کیوں نہ ہل جاتی ہو۔

دین سے ناواقف سیدھے سادے عوام جب اس واقعہ کو سُنیں گے تو انھیں اپنی مغفرت کے لئے یہ آسان نسخہ معلوم ہوگا اور اس دیہاتی کی طرح وہ بھی اس کی نقل کرنے کی کوشش کریں گے، جیسا کہ آج عملاً اس کا رواج عام ہو چکا ہے۔ ناخواندہ تو کیا بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگ اس جہالت و ضلالت کا شکار ہیں۔ فالعیاذ باللہ۔

اِس آخری ٹکڑے سے یہ لوگ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور بات کرنے والوں کی باتیں سُنتے ہیں اور ان کا جواب بھی دیتے ہیں اور آپ کا جواب قبر سے سُنا بھی جاتا ہے۔

اس واقعہ کو اگر صحیح مان لیا جائے تو قرآن مجید کا یہ دعویٰ غلط ثابت ہوتا ہے کہ "مُردے نہ سُنتے نہ جواب دیتے ہیں"۔ اِس واقعہ میں اللہ پر زبردستی قسم کھائی گئی ہے کہ اُس نے فلاں کو بخش دیا، جبکہ یہ ایک غیبی امر ہے جس کا علم اللہ کے

EmaanLibrary.com

رسوا کسی کو نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی کتاب میں خبر دی ہے کہ ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے، "کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ"، نیز اللہ کا ارشاد ہے: "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ" اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، آپ سے پہلے بھی رسول ہو گذرے ہیں: نیز فرمایا: "اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ"، بے شک آپ بھی مرنے والے ہیں اور سب لوگ بھی مرنے والے ہیں"

ان تمام آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح انتقال کر گئے جس طرح آپ سے قبل دوسرے انبیاء کرام نے انتقال فرمایا۔ اور موت کی وجہ سے جس کا سلسلہ بھی ختم ہو جائے اس کا عمل بھی ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ آپ بھی بشر تھے۔ لہٰذا مرنے کے بعد آپ نہ سُن سکتے نہ بول سکتے اور نہ اب اس دنیا سے آپ کا کسی قسم کا تعلق قائم ہے۔ اگر دنیا سے آپ کا تعلق ممکن ہوتا تو سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ اور بعد والوں سے قائم ہوا ہوتا، کیونکہ آپ کے بعد جو حادثات رُونما ہوئے اس کے پیشِ نظر آپ سے تعلق قائم کرنا ضروری تھا۔ لیکن اس تعلق کا تاریخ میں کہیں نشان نہیں ملتا، کیونکہ تمام صحابہ کرام یقینی طور پر جانتے تھے کہ آپ وفات پا کر ہم سے بالکل بے تعلق ہو چکے ہیں اور قیامت تک دنیا میں آپ سے ربط و تعلق ممکن نہیں۔ اس صورت میں دیہاتی کا یہ عمل ناقابلِ فہم ہے۔

EmaanLibrary.com

قرآن نے تو صاف واضح کر دیا ہے کہ مردے نہ سنتے ہیں نہ بولتے ہیں، اور وہ دوسری دنیا میں ہیں جہاں سے اس دنیا کا کوئی ربط نہیں۔ ارشاد ہے، "وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ" اور قبر بھی ایک برزخ ہے جس کے حالات سے ہم بے خبر ہیں، وہاں سے اس دنیا کا کوئی ربط نہیں، لہٰذا اُس اعرابی کو کس طرح قبر سے جواب مل گیا اور اس کو مغفرت کی بشارت ہو گئی عقل سے بعید اور حقیقت کے خلاف ہے۔

اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ یہ سارا قصہ من گھڑت ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط منسوب ہے۔ لہٰذا اس کی روایت کرنے والوں کو بھی خوف کھانا چاہئے کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کریں گے اُن کا مقام جہنم ہو گا۔ (اعاذنا اللہ منہ)

اس حدیث کی سند پر بحث

"الصارم المنکی" میں ہے کہ یہ حدیث منکر اور موضوع ہے۔ یہ گھڑی ہوئی بناوٹی خبر ہے۔ اس پر اعتماد صحیح نہیں، اس کی سند پر تاریکی کے تہہ بہ تہہ پردے پڑے ہوئے ہیں۔

اس کے ایک راوی ھیثم بن عدی کی بابت یحییٰ بن معین کا کہنا ہے کہ، ھیثم بن عدی کوفی کذاب تھا۔ ابوداؤد نے بھی کہا کہ وہ کذاب ہے۔ ابوحاتم رازی،

EmaanLibrary.com

نسائی اور ازدی کا کہنا ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ امام بخاری کا بیان ہے کہ لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ ہیثم کی لونڈی کا بیان ہے کہ میرا مالک رات بھر تو نماز پڑھتا تھا اور دن کو مجلس میں بیٹھ کر جھوٹ بولتا تھا۔

اس حدیث کے متن، سند، تعلیق و تحقیق اور مفہوم سب کا جائزہ آپ نے لے لیا۔ آپ پر واضح ہو چکا کہ یہ ہر اعتبار سے ناقابلِ حجت ہے۔

اس سلسلے کی دوسری روایات کا جائزہ بھی لے لیں، تاکہ سب کی حقیقت واضح ہو جائے۔

(۲) حدیث العتبی

دوسری روایت "حدیث العتبی" کے نام سے مشہور ہے جو ابو منصور الصباغ کی کتاب "الشامل" میں بلا سند بیان کی گئی ہے جس کا متن یہ ہے:

كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِعْتُ اللّٰهَ يَقُوْلُ (وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ	"میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک دیہاتی آیا اور کہا، السلام علیک یا رسول اللہ! میں نے اللہ کا یہ ارشاد سُنا ہے کہ جب یہ اپنے نفسوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو آپ کے پاس آجاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول بھی اُن کے لئے معافی کی درخواست کرتا تو یقیناً اللہ کو بخشنے والا

EmaanLibrary.com

تَوَّابًا رَّحِيْمًا) وَقَدْ جِئْتُكَ مُسْتَغْفِرًا لِذَنْبِي مُسْتَشْفِعًا بِكَ إِلَىٰ رَبِّي ثُمَّ أَنْشَأَ يَقُوْلُ:

رحم کرنے والا پاتے۔" اور اب میں آپ کے پاس اپنے گناہوں کی بخشش کیلئے آیا ہوں، آپ کے ذریعہ اپنے رب سے شفاعت کا طالب ہوں۔ پھر وہ یہ اشعار پڑھنے لگا:

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِي الْقَاعِ أَعْظُمُهُ
اے بہترین شخص جس کی ہڈیاں اس مسطح پہاڑی میں دفن کی گئیں

فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَكَمُ
جن کی خوشبو سے پہاڑیاں اور ٹیلے معطر ہو گئے۔

نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ أَنْتَ سَاكِنُهُ
میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ بسے ہوئے ہیں۔

فِيْهِ الْعَفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ
اسی قبر میں پاکدامنی اور جود و کرم بھی بسے ہوئے ہیں۔

پہلی اور اس دوسری روایت میں معمولی سا فرق ہے۔ پہلی روایت میں ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کرنے کے تین دن بعد ایک دیہاتی ہمارے پاس آیا اور خود کو حضورؐ کی قبر پر ڈال دیا اور قبر کی مٹی سر پر پھینکنے لگا۔"

اور دوسری روایت (عتبی کی روایت) میں ہے کہ "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک دیہاتی آیا۔"

(۱) ذرا غور فرمائیے، کہ یہ عتبی جو خود کو اس واقعہ کا شاہد بتا رہا ہے، ۲۲۸ھ میں وفات پاتا ہے۔ اس صورت میں کیا یہ ممکن ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تیسرے دن اس واقعہ کے وقت موجود رہا ہو؟ فرض کرلو اس کی کل عمر نوّے سال رہی ہو، پھر بھی اس کی زندگی اور اس واقعہ کے درمیان ایک سو بیس (۱۲۰) سال کا فرق باقی رہ جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اس روایت کی صحت کے بارے میں آپ کیا کہہ سکتے ہیں۔

EmaanLibrary.com

(۲) دونوں ہی روایتوں میں آیت "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ" کا ذکر آتا ہے کہ اعرابی نے اس آیت کو قبرِ نبویؐ پر پڑھا۔ جبکہ ہم پچھلے صفحات میں تفصیل سے یہ بتا چکے ہیں کہ آیت مذکورہ کا حیاتِ نبویؐ سے تعلق ہے، وفات کے بعد اس سے استدلال بے محل ہے، اور مخلوقات کی ذات کے وسیلے کا اس سے جواز تلاش کرنا تو بالکل ہی بے موقع اور غلط ہے۔ یہ آیت تو دراصل چند منافقین کے بارے میں نازل ہوئی تھی، نہ کہ مخلوقات کی ذات کے وسیلہ کے لئے۔

(۳) دونوں روایتوں میں لفظی اختلاف بھی ہے۔ العتبی کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ "دیہاتی نے خود کو قبرِ نبویؐ پر ڈال دیا تھا اور قبر کی مٹی سر پر پھینکنے لگا، جبکہ پہلی روایت میں یہ تفصیل موجود ہے۔ یہ لفظی اختلاف اور دونوں روایتوں کا اضطراب خود اس کی دلیل ہے کہ روایت سخت مضطرب، مشکوک وغیر صحیح اور ناقابل حجت و استدلال ہے۔

(۴) دونوں روایات کا مفہوم "آیت وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا" سے ٹکراتا ہے، کیونکہ ان دونوں ہی روایتوں میں دیہاتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے کہتا ہے: "وَجِئْتُكَ مُسْتَغْفِرًا لِذَنْبِي" جس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ دیہاتی حضورؐ کی قبر پر آپ سے اپنے گناہ کی معافی کی درخواست کر رہا ہے، جبکہ قرآن کہتا ہے کہ "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ" یعنی اپنے اوپر ظلم کر جانے کے بعد ان منافقین کو چاہیے تھا کہ آپ کے پاس آکر اللہ سے بخشش چاہتے، نہ کہ

EmaanLibrary.com

آپ سے بخشش چاہتے ۔ کیونکہ اللہ سے مغفرت مانگنا تو اللہ کی بندگی ہے اور یہ بندگی کسی مخلوق کے لئے جائز نہیں، صرف اللہ کے لئے کرنی جائز ہے ۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گناہوں کی معافی مانگنا تو صاف شرک ہے ۔ لہٰذا یہ روایت قرآن کی آیت سے صاف طور پر ٹکراتی ہے، جو اس کے غلط اور من گھڑت ہونے کی واضح دلیل ہے ۔

آیتِ قرآنی کا تو سیدھا سادہ مطلب یہ تھا کہ یہ منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آتے اور اللہ سے اپنی غلطی کی معافی مانگنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بناتے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان لوگوں کے لئے اللہ سے استغفار کرتے تو اللہ کو تواب و رحیم پاتے ۔ لیکن یہ تو اس آیت میں کہیں نہیں کہ یہ لوگ خود آنحضور سے استغفار کرتے، جیسا کہ دونوں روایتوں میں مذکور ہے ۔

(۵) العتبی کی بروایت میں یہ ٹکڑا مزید ہے "مُسْتَشْفِعًا بِكَ اِلٰى رَبِّيْ" ۔ یعنی دیہاتی کہتا ہے کہ یا رسول اللہ، میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ اللہ سے میری شفاعت کر دیں ۔ یہ ایک ایسی درخواست ہے جو حضورؐ کی وفات کے بعد ممکن العمل ہی نہیں ہے ۔ کیونکہ وفات پا جانے کے سبب آپ کا عمل منقطع ہو گیا لہٰذا آپ شفاعت فرما ہی نہیں سکتے تھے اور آپ سے یہ سوال کرنا ہی غلط تھا ۔ نیز شفاعت کے لئے اللہ کی اجازت ضروری ہے اور یہ اجازت قیامت کے دن کے لئے خاص ہے اور اس دن بھی اللہ صرف ان کے لئے اجازت دیگا جن سے وہ راضی ہوگا ۔

EmaanLibrary.com

اگر یہ ممکن ہوتا تو سب سے زیادہ اہم و نازک وقت آپ کی ملاقات کا وہ تھا جب آپ کی وفات کے بعد حضرات صحابۂ کرامؓ میں سخت خونریز جنگ چھڑ گئی تھی جس کے سبب ہزاروں صحابہؓ شہید ہوئے اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا تھا کہ حق کس فریق کے ساتھ ہے؟ یہ کتنے تعجب کی بات ہوگی کہ اپنی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیہاتی سے تو کلام فرمائیں، لیکن جب آپ کی اُمّت پر اختلاف و خونریزی کا سیلاب اُمڈ پڑا ہو اس وقت خاموش رہ جائیں؟

کیا یہ باتیں اس امر کی واضح علامت نہیں ہیں کہ سرے سے یہ سارا قصّہ ہی غلط اور من گھڑت ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

سندِ حدیث پر بحث: یہ روایت اپنی سند کے اعتبار سے بھی ناقابلِ اعتماد و حُجّت ہے، کیونکہ اس روایت کا اصل راوی العتبی جو اس قصّہ کو دیہاتی سے روایت کرتا ہے، اس دیہاتی اور عتبی کے درمیان دو سو برس کا فاصلہ ہے۔ دیہاتی کا یہ قصّہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تیسرے دن بعد کا ہے اور عتبی کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوتی ہے۔ راوی اور صاحبِ واقعہ کے درمیان دو صدیوں کا فاصلہ ہے۔ کون عقل اس کو باور کر سکتی ہے کہ راوی اور صاحبِ واقعہ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا ہوگا؟ العتبی کے حالات اور سنۂ وفات کو تمام مشہور مؤرخین نے بصراحت لکھا ہے۔

EmaanLibrary.com

شفاعت کے بارے میں یہ ایسی بنیادی باتیں ہیں جو ہر مومن کے عقیدہ سے تعلق رکھتی ہیں اور تمام مسلمانوں کو اس کا علم بھی ہے، اور شاید ہی کوئی مسلمان اس سے ناواقف ہو۔ لیکن صحابۂ کرامؓ کے عہدِ مبارک میں کوئی ایسی بنیادی غلطی اور کھلی جہالت کا ارتکاب کرے یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور وہ بھی کوئی مجہول اور غیر معروف شخص نہیں، بلکہ حضرت علیؓ جیسے معروف و مخصوص صحابی سے اس کا صدور تعجب خیز ہی نہیں، ناممکن بھی ہے۔ ایسی صورت میں ہر صاحبِ ایمان یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ پورا واقعہ ہی سرے سے غلط اور من گھڑت ہے۔

(۶) پہلی اور دوسری روایتوں میں کھلا ہوا تضاد ہے۔ پہلی روایت میں ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبر سے جواب دیا کہ اللہ نے تم کو بخش دیا"۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عتبی کو خواب میں نظر آئے اور عتبی سے کہا کہ اعرابی سے مل کر کہو کہ اللہ نے اس کو بخش دیا"۔

غور فرمائیے کہ جب پہلی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو مغفرت کی بشارت خود بہ نفس نفیس دے دی تھی تو پھر دوسری روایت کے مطابق اسی کام کے لئے عتبی کو پابند کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ دونوں روایتوں کا یہ لاحاصل تکرار و تضاد خود اس کی دلیل ہے کہ واقعہ من گھڑت اور موضوع ہے۔

اس حدیث کا گھڑنے والا یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفات کے بعد بھی اپنی اُمت سے ملنا ممکن ہے، حالانکہ یہ محال و ناممکن ہے۔

EmaanLibrary.com

تیسری روایت

یہ روایت عتبی سے بھی نہیں بلکہ کبھی محمد بن حرب الہلالی، عن الاعرابی، سے روایت کی جاتی ہے، اور کبھی محمد بن حرب الہلالی عن ابی محمد الحسن الزعفرانی عن الاعرابی سے روایت کی جاتی ہے۔ اور الزعفرانی، امام شافعیؒ کے اجلہ اصحاب میں سے ہیں جن کی وفات ۲۴۹ھ میں ہوئی ہے۔ لہٰذا جو واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے تیسرے دن بعد کا ہے اس کی روایت وہ شخص کیسے کر سکتا ہے جو ڈھائی سو سال بعد کا ہے۔

غور کیجئے کہ اس قصے کو کبھی تو حضرت علیؓ کی روایت سے ثابت کیا جاتا ہے، اور کبھی العتبی کی روایت سے، اور کبھی محمد بن حرب الھلالی کی روایت سے، اور کبھی حسن الزعفرانی سے روایت کیا جاتا ہے۔ راویوں کا یہ اختلاف، اور راوی اور مروی عنہ کے زمانوں کا تفاوت، یہ سب باتیں اس روایت کے اضطراب اور وضع وکذب کی واضح علامات ہیں۔

ابن عبدالهادیؒ نے اس روایت کی بابت لکھا ہے کہ اس روایت کو بعض نے عتبی سے بلا سند روایت کیا ہے، بعض نے محمد بن حرب الہلالی عن الاعرابی کی روایت سے، بعض نے محمد بن حرب عن الحسن الزعفرانی عن الاعرابی کی روایت سے، اور بیہقی نے شعب الایمان میں مجہول سند عن محمد بن روح بن یزید البصری حدثنی

EmaanLibrary.com

ابوحرب الھلالی سے روایت کی ہے، اور بعض کذاب راویوں نے اس کو علیؓ بن ابی طالب کی سند سے بھی روایت کیا ہے۔

الغرض، دیہاتی کا یہ قصہ اس قابل نہیں کہ اس کو دلیل بنایا جائے اور اس پر اعتماد کیا جائے۔

پھر یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ دیہاتی کون ہے جس کا نہ نام مذکور ہے نہ دیگر کوئی تفصیل۔ لہٰذا ایسے مجہول اعرابی کی اس حکایت پر عمل وعقیدہ کی بنیاد قائم نہیں کی جاسکتی۔ یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ اعرابی صحابی تھا یا نہیں ؛ لیکن کسی صحابی اعرابی کا کوئی ایسا فعل احادیث وتاریخ میں مذکور نہیں۔

فرض کرلو کہ یہ واقعہ صحیح تھا تو بھی اس سے مخلوقات کی ذات کا وسیلہ کہاں ثابت ہوتا ہے ؟ یہ دیہاتی تو محض اس وہم میں قبر پر آگیا کہ ممکن ہے آپ (معاذاللہ) وفات کے بعد بھی شفاعت فرماتے ہوں۔ حالانکہ شفاعت کا صحیح وقت تو قیامت کے دن کا ہے اور وہ اللہ کی اجازت ومرضی کے ساتھ مشروط ہے۔ چنانچہ بعض روایات میں اعرابی کے پڑھے ہوئے دونوں اشعار کے علاوہ ایک تیسرا شعر بھی موجود ہے جس سے یہ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اعرابی کو یہ یقین وعلم حاصل تھا کہ شفاعت کا صحیح وقت قیامت کا دن ہے چنانچہ اس کا تیسرا شعر یہ ہے:

أَنْتَ النَّبِيُّ الَّذِيْ تُرْجىٰ شَفَاعَتُهُ ✿ عِنْدَ الصِّرَاطِ اِذَا مَا زَلَّتِ الْقَدَمُ

آپ ہی وہ نبی ہیں جن کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے ، پل صراط سے گذرتے وقت جب قدم ڈگمگا جائیں گے

EmaanLibrary.com

یہ شعر بتا رہا ہے کہ اعرابی کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ شفاعت کا وقت قیامت کا دن ہے۔ اس کے باوجود وہ دنیا میں آپ سے شفاعت کا طالب کیونکر ہو رہا ہے؟ یہ تناقض اور اختلاف اس روایت کے اضطراب کی پوری دلیل ہے، اور صاف واضح ہے کہ اعرابی کا یہ قصہ ہی دراصل موضوع اور طبعزاد ہے۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ واقعہ اپنی اصل اور بنیاد کے اعتبار سے ہی غلط ہے۔ یہ محض ان لوگوں کے وہم و تخیّل کی پیداوار ہے جنھوں نے مخلوقات کی ذات کے وسیلہ کے ثبوت میں اس کو گڑھا اور وضع کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کذب و افتراء کے ان بیوپاریوں کو قرار واقعی سزا دے اور اُمّتِ مسلمہ کو ان کی ضلالتوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

عتبی کی روایت

"الدرّ المنظّم" کی روایت ہے کہ ایک دیہاتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر کھڑا ہوا اور کہنے لگا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا حَبِیْبُکَ، وَاَنَا عَبْدُکَ، وَالشَّیْطٰنُ عَدُوُّکَ، فَاِنْ غَفَرْتَ لِیْ سُرَّ حَبِیْبُکَ،

"اے اللہ، یہ تیرے حبیب ہیں اور میں تیرا بندہ ہوں، اور شیطان تیرا دشمن ہے، اگر تُو نے مجھ کو معاف کر دیا تو تیرا حبیب خوش ہوگا،

EmaanLibrary.com

وَفَازَ عَبْدُكَ، وَغَضِبَ عَدُوُّكَ
وَاِنْ لَمْ تَغْفِرْلِیْ، غَضِبَ حَبِیْبُكَ،
وَرَضِیَ عَدُوُّكَ، وَهَلَكَ عَبْدُكَ،
وَاَنْتَ یَارَبِّ اَكْرَمُ مِنْ اَنْ
تَغْضِبَ حَبِیْبُكَ وَتَرْضٰی عَدُوُّكَ
وَتَهْلِكَ عَبْدُكَ۔

اور تیرا بندہ کامیاب ہوگا اور تیرا دشمن غضبناک
ہوگا۔ اور اگر تُو نے مجھ کو نہ بخشا تو تیرا حبیب غصہ
ہوگا، اور تیرا دشمن خوش ہوگا، اور تیرا بندہ تباہ ہوگا۔
اور اے میرے رب تو اس بات سے بلند و مکرم
ہے کہ تیرا حبیب غصہ ہو اور تیرا دشمن خوش ہو،
اور تیرا بندہ تباہ ہو۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَرَبَ اِذَا مَاتَ فِیْهِمْ
سَیِّدٌ اَعْتَقُوْا عَلٰی قَبْرِهٖ، وَاِنَّ
هٰذَا سَیِّدُ الْعٰلَمِیْنَ فَاَعْتِقْنِیْ
عَلٰی قَبْرِهٖ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

اے اللہ، عربوں میں جب کوئی سردار مرتا تو اس کی قبر
پر وہ غلام آزاد کرتے تھے، اور یہ دونوں جہان
کے سردار ہیں، تو مجھے ان کی قبر پر آزاد کردے
یا ارحم الراحمین۔

دیہاتی کی یہ دُعا سُن کر حاضرین میں سے کسی نے کہا: "اے عرب بھائی! اللہ نے تیرے حُسنِ سوال کے سبب تجھ کو بخش دیا۔"

توضیح:۔ اِس روایت کے اندر جو مکر و فریب چھپا ہوا ہے وہ ایک اشارہ سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ اس روایت کا ہر جملہ گواہی دے رہا ہے کہ وہ کتنی ہوشیاری اور عیاری سے گڑھا اور سجایا گیا ہے۔ معلوم نہیں کتنے سادہ لوح عوام اس قسم کی روایات سے گمراہی اور فسادِ عقیدہ کا شکار ہوئے ہوں گے۔ آیئے، ذرا اس روایت کا بھی تحقیقی جائزہ لیں، تاکہ اصل حقیقت کھُل کر سامنے آجائے:۔

EmaanLibrary.com

نمبر ۱ :- سب سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ واقعہ کس زمانے کا ہے؟ اور یہ دیہاتی کون تھا، صحابی، یا تابعی، یا کچھ اور؟ اور اس کا مقصد کیا تھا؟ اور وہ کون تھا جس نے دیہاتی کے سوال کی تعریف کی، اور اللہ کی طرف سے دعویٰ کرتے ہوئے دیہاتی کو مغفرت کی بشارت دی؟

نمبر ۲ :- اس دیہاتی کا سوال اور حاضرین میں سے کسی کا جواب اور مغفرت کی بشارت، کیا اس میں سے کسی کی بھی کتاب وسُنّت سے تائید ہوتی ہے؟ یہ دونوں سوالات اس روایت پر غور وبحث کرنے سے پہلے ہر طالب حق کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں، اور یہی دونوں سوالات دراصل اگلی بحث کے لئے تمہید بنتے ہیں۔

یہ روایت اور اس کے اندر مذکور اشخاص یعنی دیہاتی اور جواب وبشارت دینے والا شخص سب کے سب نامعلوم اور مجہول ہیں جن کا وجود صرف ان لوگوں کے دماغ میں ہے جنھوں نے یہ روایت گڑھی ہے، تاکہ لوگ اس دھوکہ میں آجائیں کہ محبتِ رسول کے اظہار کا یہی آسان طریقہ ہے، اور دیہاتی کے ان کلمات کے دُہرانے سے مغفرت کی بشارت ہوتی ہے۔

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان باتوں کی کھوج میں پڑنے کے بجائے ہمیں یہ چاہیئے کہ اصل روایت پر غور کریں، تاکہ اس روایت کے کذب وضلال کی حقیقت اچھی طرح کھل جائے۔ ذرا غور فرمائیے!

(۱) دیہاتی دعا کرتا ہے (وَاِن لَّم تَغفِرلِی غَضِبَ حَبِیبُکَ) اگر تو نے

EmaanLibrary.com

مجھ کو نہ بخشا تو تیرا حبیب غصہ ہو جائے گا" حبیب سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یعنی دیہاتی کہہ رہا ہے کہ اے اللہ، اگر تو نے مجھ کو نہ بخشا تو تیرے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھ پر ناراض ہو جائیں گے۔ (نعوذ باللہ) اللہ کا رسول اور اللہ کے فیصلہ پر ناراض ہو جائے؟! کیا اللہ کے فیصلہ پر ناراض ہونا صریح کفر نہیں ہے؟ سوچو! کہ ان جاہلوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کتنی رکیک اور جاہلانہ بات کہی ہے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی مقام تھا اور یہی آپ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ اللہ کے فیصلوں پر آپ ناراض ہوا کریں؟ اور (معاذاللہ) اللہ کے خلاف اپنے غیظ و غضب کا اظہار فرمائیں؟ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کی شان میں فرمایا ہے کہ "اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ (بے شک آپ بڑے بلند اخلاق پر فائز ہیں۔)

مسلمانو سوچو! ان جاہلوں نے قرآن کو بھی جھٹلا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں وہ بات کہہ دی جس سے اللہ اور اس کی کتاب بری اور بیزار ہے۔

(۲) فرض کر لو کہ اللہ نے اس دیہاتی کو نہ بخشنے کا فیصلہ فرمالیا اور اب یہ دیہاتی اللہ پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ اے اللہ، اگر تو نے مجھ کو نہ بخشا تو تیرا حبیب تجھ پر ناراض ہو جائے گا، تو کیا ایسی صورت میں (معاذاللہ) دیہاتی کی دھمکی سن کر اللہ اپنے فیصلہ کو فوراً بدل دے گا، اور اپنے حبیب کے غضب کے خوف سے فوراً دیہاتی کو معاف کر دے گا؟ کیا اللہ کی یہی شان ہے؟ اور کیا اللہ پر بھی کوئی اثر انداز ہو سکتا ہے؟ جبکہ اُس کا ارشاد ہے: وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ (اللہ اپنے حکم پر غالب ہے۔)

EmaanLibrary.com

وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ. (اور اللہ پناہ دیتا ہے اور اُس کے مقابلہ میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا)

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے بتایا کہ آپ کے والدین جہنم میں ہیں، کیونکہ وہ دونوں ہی مشرک تھے۔ تو کیا اللہ کے رسولؐ اس خبر کو سُن کر اللہ پر ناراض ہو گئے؟ یا اپنے والدین سے برأت کا اظہار کر لیا، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے بارے میں برأت ظاہر کر دی تھی؟

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمِ الٰہی پر سر تسلیم خم کر دیا، اور اپنے والدین کے بارے میں برأت ظاہر کر دی۔ کیونکہ اللہ کا فیصلہ عدل و حکمت پر قائم ہے۔ اللہ کے بارے میں ظلم و ناانصافی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

سُبحان اللہ! کیا عجیب بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین کی عدمِ مغفرت پر تو خوش رہیں، لیکن ایک دیہاتی کی مغفرت نہ ہونے پر اللہ سے ناراض ہو جائیں۔ (سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ)

(۴) دیہاتی کا یہ جملہ (أَنْتَ يَا رَبِّ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ تُغْضِبَ حَبِيْبَكَ)" دراصل اللہ کو انصاف اور عادلانہ فیصلہ سے ہٹانا ہے۔ ظاہر ہے کہ دیہاتی کو نہ بخشنا دراصل اس کی کسی غلطی یا جرم کی بنا پر ہی ہوا۔ اب دیہاتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کی دھمکی دے کر اللہ کو عادلانہ فیصلہ کرنے سے روک کر ناانصافی کرنے پر مجبور کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ محض اپنے حبیب کے غضب کے خوف سے ناانصافی کرنے پر مجبور ہے۔ (نعوذ باللہ)

EmaanLibrary.com

ظُلم و نا انصافی بجائے خود ایک مذموم فعل ہے، کسی معمولی آدمی کے لئے بھی زیبا نہیں۔ لیکن ذرا سوچیے کہ اس روایت کے گڑھنے والوں نے اس مذموم حرکت کو اللہ کے ساتھ منسوب کر دیا۔ وہ اللہ جو ہر عیب سے پاک ہے اور تمام صفاتِ کمالیہ اور اسماءِ حُسنیٰ کا مالک ہے۔ جس کی شان ہے کہ اپنے بندوں میں سے کسی کے ساتھ نیچ اُونچ کو روا نہیں رکھتا۔ اس نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے، اس کی شان میں ایسے کلمات، کفر اور جُرمِ عظیم نہیں تو کیا ہیں؟

(۵) دیہاتی کہتا ہے: اِنَّ الْعَرَبَ اِذَا مَاتَ فِیْهِمْ سَیِّدٌ اَعْتَقُوْا عَلٰی قَبْرِهٖ وَاِنَّ هٰذَا سَیِّدُ الْعٰلَمِیْنَ فَاَعْتِقْنِیْ عَلٰی قَبْرِهٖ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

یعنی عربوں کی یہ قدیم عادت رہی ہے کہ جب ان میں کوئی سردار مرتا تھا تو اس کی قبر پر لوگ غلام آزاد کرتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدالعالمین ہیں، لہٰذا مجھے آپ کی قبر پر آزاد کر دے"۔

یہ جملے اللہ کی شان میں کتنے رکیک اور توہین آمیز ہیں۔ دیہاتی اللہ کو سبق پڑھا رہا ہے کہ وہ اس دیہاتی کے کہنے پر عربوں کی رسم اختیار کرے۔ گویا، معاذ اللہ، دیہاتی معلّم و مرشد بن گیا ہے، اور اللہ کو اس نے اپنا شاگرد اور مقتدی بنا دیا ہے۔ اور اللہ کو عربوں کی عادت سمجھا کر اس پر عمل کرنے کی نصیحت کر رہا ہے۔ (اِس شیطانی بکواس سے اللہ کی پناہ) کس بندۂ خدا کے اندر اتنی ہمت ہے کہ وہ اِس جہالت و اہانت کو برداشت کرے۔ (فَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْکُفْرِ وَسُوْءِ الْخَاتِمَةِ)

(۶) عرب اپنے سردار کی قبر پر غلاموں کو محض اس لئے آزاد کرتے تھے کہ وہ

EmaanLibrary.com

اس کے ذریعہ اللہ کا قرب اور اس کی رضا چاہتے تھے۔ لیکن یہ دیہاتی اللہ سے اپنی آزادی مانگ کر اللہ کی طرف سے کس کے لئے قربانی اور نذر پیش کرا رہا ہے؟ کیا نعوذ باللہ، اللہ کو بھی بندوں کی طرح اس کی ضرورت ہے کہ وہ اپنا مطلب پورا کرانے کے لئے کسی کو نذر و قربانی پیش کرے، حالانکہ اللہ تو سارے جہان سے غنی اور بے نیاز ہے۔ بھلا اس کو کیا حاجت کہ اپنی مخلوقات میں سے کسی کے لئے نذر و قربانی پیش کرے۔ (

(۷) دیہاتی کا یہ سوال بے ادبی اور اہانت کا مظہر بھی ہے۔ وہ اللہ کے سامنے اللہ کے رسولؐ کی عظمت بیان کر کے شانِ الٰہی کو گھٹا رہا ہے۔ اس کے سوال کے ہر جملہ میں گمراہی، خرافات، بکواس ہے، اور ان سے کفر و زندقہ کا کھلا اظہار ہو رہا ہے۔ ایسی حالت میں اس کو نمونہ بنانا تو درکنار اس سے سختی کے ساتھ پرہیز کرنا چاہئے۔

پچھلی تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اعرابی کا یہ سوال کتاب و سُنّت کی تعلیمات سے یکسر منحرف اور متضاد ہے۔ لہٰذا ایسے لغو سوال کو دلیل و حُجّت کیسے بنایا جا سکتا ہے؟

اس روایت کے گڑھنے والوں نے کمالِ ہوشیاری سے اس کی تصدیق و تحسین کے لئے ایک گواہ بھی گڑھ لیا جس نے گواہی دی کہ دیہاتی کی یہ دُعا بہت اچھی ہے، اور محض اچھی ہونے کی وجہ سے دیہاتی کی مغفرت ہوئی ہے۔

ذرا سوچئے، کہ آخر یہ گواہ کون تھا؟ اور اس کو کہاں سے یہ خبر

EmaanLibrary.com

مل گئی کہ اللہ نے دیہاتی کو بخش دیا؟ اور دیہاتی کی اس دعا پر تحسین و صداقت کا سرٹیفیکیٹ دینے کا اس کو کہاں سے حق ملا؟ کیا اس پر وحی نازل ہو گئی تھی؟ یا اس نے یونہی ڈینگ مار دی؟ مغفرت کا علم تو اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ پھر اس شاہد نے دیہاتی کے اس سوال کو بہترین سوال قرار دیا، آخر اس میں کونسا حُسن ہے؟ جبکہ پورا سوال ہی بے ادبی، خُرافات، زندقہ و ضلالت اور کُفر و اِدّعا سے بھرا ہوا ہے۔

ایسے لغو قصے کو مخلوقات کے وسیلہ کے جواز میں کیسے دلیل بنایا جا سکتا ہے۔ اس کا تو ذکر کرنا بھی گناہ ہے، چہ جائیکہ اس کو دلیل بنایا جائے۔

روایت کی سند پر بحث:۔ اس روایت کی سند پر کوئی بحث ہی نہیں کی جا سکتی، کیونکہ سرے سے اس کی کوئی سند ہی نہیں، نہ اس کا کوئی اتہ پتہ ہے، نہ حدیث کی کسی کتاب میں اس کا کوئی ذکر موجود ہے۔ متن کے کذب و دروغ اور وضع و الحاد کے علاوہ اس کی کوئی تاریخی حیثیت بھی نہیں۔ اس کی بابت اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ جہلاء کی ہانک اور احمقوں کی بَڑ کے سوا اس کی کچھ حیثیت نہیں۔

EmaanLibrary.com

دیہاتی کے اشعار

بیہقی نے حضرت انس رضؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بارش کی دعا کے لئے حاضر ہوا، اور اُس نے چند اشعار پڑھے جن میں سے پہلا شعر یہ تھا:

أَتَيْنَاكَ وَالْعَذْرَاءُ يُدْمِي لَبَانُهَا ❊ وَقَدْ شُغِلَتْ أُمُّ الصَّبِيِّ عَنِ الطِّفْلِ

ہم آپ کے پاس آئے اور کنواریوں کے پستان خون آلود تھے، اور بچے کی ماں اپنے بچے سے بے پروا ہو چکی تھی:

وَلَيْسَ لَنَا إِلَّا إِلَيْكَ فِرَارُنَا ❊ وَأَيْنَ فِرَارُ الْخَلْقِ إِلَّا إِلَى الرُّسُلِ

اور آپ کی طرف بھاگ آنے کے سوا ہمارے لئے کوئی چارہ نہیں، اور لوگ رسولِ خدا کے سوا اور کہاں جا سکتے ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شعر پر اعتراض نہیں کیا، بلکہ حضرت انس رضؓ کا بیان ہے کہ جب اعرابی نے یہ اشعار پڑھے تو آپ اپنی چادرِ مبارک گھسیٹتے ہوئے منبر پر تشریف لائے اور خطبہ دیا اور لوگوں کے لئے دعا فرمائی۔ یہاں تک کہ آسمان سے بارش شروع ہو گئی۔

متنِ حدیث پر بحث:۔ افسوس ہے کہ کچھ لوگوں کی یہ عادت ہو گئی ہے کہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے بیجا تاویلات کرتے ہیں، چاہے الفاظ کے معانی اور

EmaanLibrary.com

مفہوم لغت اور محاورے کے اعتبار سے ان کا ساتھ دیں یا نہ دیں، مگر وہ اپنے مزعومات کو ثابت کرتے ہیں اتنے حریص اور اندھے ہوتے ہیں کہ لغت اور محاورہ سب کی پرواہ کئے بغیر لاطائل اور غلط مفہوم کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ لیکن ان کے اس پروپیگنڈہ اور ذاتی تاویلات سے اصل مفہوم پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور اہلِ علم و تحقیق ان کی غلط تاویلات سے کبھی فریب نہیں کھاتے۔

۱ ۔ مثلاً، اسی حدیث میں لفظ "یَستَسقِی" سے وہ سمجھ گئے کہ اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپ کے جاہ کے وسیلہ کا طالب تھا۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ اعرابی آپ سے محض بارش کی دعا کی درخواست کر رہا تھا۔ اگر اس کو آپ سے دعا کرانا مقصود نہ ہوتا، بلکہ وہ آپ کے جاہ و ذات کے وسیلہ کا طالب ہوتا تو اس کو مدینہ طیبہ آکر آپ کی خدمت میں حاضری دینے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ وہ گھر ہی سے آپ کی ذات و جاہ کا وسیلہ لے کر دعا مانگ لیتا۔

لیکن مدینہ وہ محض اس لئے آیا کہ اسے آپ سے دعا کرانی تھی، جیسا کہ حدیث میں صاف وضاحت موجود ہے کہ آپ اس کی بات سُن کر منبر پر تشریف لائے اور استسقاء کے لئے خطبہ دیا اور اللہ سے دعا مانگی۔ اگر دیہاتی آپ سے دعا کا طالب نہ ہوتا تو آپ اس کے لئے دعا بھی نہ فرماتے۔

اسی طرح ان لوگوں نے اعرابی کے اشعار کو بھی اپنے لئے دلیل بنا لیا

EmaanLibrary.com

اور خاص طور پر یہ شعر:

ولیس لنا إلّا إلیك فرارنا　　وأیّ فرار الخلق إلّا إلی الرّسل

اور سمجھ لیا کہ مصائب اور حوادث میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور دیگر انبیاءِ کرام سے استغاثہ کرنا اور اُن کی طرف رُخ کرنا جائز ہے۔ حالانکہ کلامِ عرب اور تمام اہلِ زبان اس غلط مفہوم کو رد کر دیں گے، اور کوئی بھی اس سے یہ من گھڑت مفہوم نہیں سمجھے گا۔

اس شعر کا پس منظر اور سیدھا سادا مطلب تو صرف یہ ہے کہ لوگ قحط اور خشک سالی کی شدّت برداشت کرتے کرتے اس حد تک مجبور و ناتواں ہو گئے تھے کہ بچّے کی ماں اپنے بچّے کو بھی بھول گئی، اور اب ہم مجبور ہو کر اے رسولِ خدا آپ کی خدمت میں آئے ہیں کہ آپ ہمارے لئے اللہ سے بارش کی دعا فرما دیں۔ آپ کی دعا ہماری دعا کی طرح نہیں۔ آپ تو رسول اللہ ہیں، مستجاب الدعوات ہیں، لہٰذا اپنی دعا کے ذریعہ اس قحط اور بھوک مری کو دُور کرنے میں ہماری مدد فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی اور بارش سے لوگ سیراب ہوئے۔ اب اس پس منظر میں پہلے شعر پر غور فرمائیے کہ اعرابی اپنی شکایت اس طرح پیش کرتا ہے:

أتیناك والعذراء یدمی لبانها　　وقد شغلت ام الصّبی عن الطّفل

ہم آپ کے پاس اس حالت میں آئے کہ کنواریوں کے پستان خون آلود تھے، اور بچّے کی ماں اپنے بچّے سے بے پروا ہو چکی تھی۔

EmaanLibrary.com

اور اس شعر پر اپنی درخواست ختم کرتا ہے :

ولیس لنا إلا إلیك فرارنا ۔ و أین فرار الخلق إلا إلی الرسل

"اور ہمارے لئے آپ کی طرف فرار کے سوا کوئی چارہ نہیں، اور خلقِ خدا رسولوں کے سوا کس کے پاس جائے؟"

یعنی آپ کی دعا کے سوا نزولِ باراں کے لئے کوئی دوسرا راستہ دکھائی نہیں دیتا۔ آپ اس درخواست کو سن کر منبر پر تشریف لائے اور دعا فرمائی اور بارش ہوئی۔

اس تفصیل سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ان اشعار میں ذاتِ رسول کے وسیلہ کا کوئی اشارہ تک نہیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو وسیلہ بنا کر بارش مانگنا جائز ہوتا تو وہ دیہاتی گھر چھوڑ کر مدینہ کیوں آتا؟ اپنے گھر میں ہی بیٹھا بیٹھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے وسیلہ سے بارش طلب کر لیتا۔ لیکن ایسا کہاں ہوا؟

البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کسی صالح شخص سے دعا کی درخواست کرنا اور اُن کی دعا کو وسیلہ بنانا بلاشبہ جائز اور مسنون ہے، اور مومن کی دعا اپنے مومن بھائی کے لئے مشروع وسیلہ ہے جس کی تفصیل مشروع وسیلہ کی بحث میں گذر چکی ہے۔

لیکن مخلوق کی ذات اور جاہ کا وسیلہ تو سراسر شرک ہے۔ اس کا تصور کسی عامی کیلئے تو کیا نہیں جا سکتا، چہ جائیکہ کسی صحابی کی بابت ایسا سوچا جائے۔!

EmaanLibrary.com

اس حدیث کی سند پر بحث:۔ اس حدیث کا متن مذکورہ بالا مفہوم کے اعتبار سے تو بلاشبہ صحیح ہے، لغتِ عرب اور صحابۂ کرامؓ کی فہم مبارک کے اعتبار سے بھی وسیلہ کا یہ مشروع مفہوم بالکل درست اور صحیح ہے۔ یعنی اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا وسیلہ چاہتا تھا، اور آپ نے اس کی درخواست پر دعا فرمادی اور بارش ہوگئی۔ اس کے سوا ذاتِ رسول کے وسیلے کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ وہ جائز ہے، نہ اعرابی کے ذہن میں وہ بات تھی، نہ شرع میں اس کی گنجائش ہے۔

لیکن کسی کلام کے صحیح ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شہد بہت لذیذ اور مفید کھانا ہے۔" کیونکہ یہ مفہوم و معنی کے اعتبار سے تو صحیح ہے، لیکن رسول اللہ کا یہ قول ہرگز نہیں۔ معلوم ہوا کہ ہر صحیح اور سچی بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردینا غلط اور جھوٹ ہے۔

یہی حال زیرِ بحث روایت کا بھی ہے کہ اس کا مفہوم و معنی صحیح ہونے کے باوجود یہ حدیثِ رسولؐ نہیں ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی "مسلم الملائی" سخت ضعیف، متروک اور غیر معتبر ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ، یحییٰ بن معینؒ، امام بخاریؒ، نسائیؒ، امام ذہبیؒ اور دوسرے اجلّہ محدثین نے اس پر سخت کلام کیا ہے اور اس کی روایات کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔

EmaanLibrary.com

حدیث الاعرابی

صحیح بخاری میں ہے کہ "جب اعرابی آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قحط کی شکایت کی تو آپ نے اللہ سے دعا فرمائی اور آسمان بارش سے پھٹ پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ابوطالب زندہ ہوتے تو اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔ ہمیں ابوطالب کا شعر پڑھ کر کون سُنائے گا؟"

حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے فرمایا: "شاید آپ ابوطالب کے اس شعر کو سُننا چاہتے ہیں:

وَابیضُ یُستَسقِی الغَمَامُ بِوَجهِہٖ ❊ ثِمَالُ الیتَامیٰ، عِصمَۃٌ لِلاَرَامِلِ

یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چمک اُٹھا اور آپ نے اس شعر کے پڑھنے پر اعتراض نہیں کیا اور نہ ہی "یستسقی الغمام بوجہہ" پر کچھ ناگواری کا اظہار فرمایا۔ اگر یہ حرام ہوتا تو آپ ضرور اعتراض فرماتے اور شعر پڑھنے کا مطالبہ نہیں کرتے۔"

تشریح وجواب:۔ علامہ بشیر سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ دحلان" میں لکھا ہے کہ دحلان نے اپنی کتاب "الدرر السنیۃ فی الرد علی الوھابیۃ" میں لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں موجود ہے، جبکہ یہ روایت بخاری میں سرے سے ہے ہی نہیں۔

EmaanLibrary.com

البتہ یہ حدیث حضرت انسؓ کی روایت سے اس طرح مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مویشی مر رہے ہیں، روزی کے ذرائع مسدود ہو رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، اور جمعہ سے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ پھر وہی شخص آیا اور کہنے لگا، مکانات گر گئے، راستے بند ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے۔ اللہ سے دعا فرمایئے کہ بارش رک جائے۔ آپ نے فرمایا: "اے اللہ، ٹیلوں، وادیوں اور جنگلوں کی طرف بارش کا رُخ پھیر دے۔" چنانچہ بارش بند ہو گئی اور آسمان صاف ہو گیا۔"

بخاری میں یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ موجود ہے، لیکن اس میں کہیں بھی یہ جملہ نہیں ہے کہ "اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔"

یہ ٹکڑا بخاری میں نہیں، بلکہ بیہقی میں ہے جس کی سند میں "مسلم الملائی" ایک راوی متروک، غیر معتمد، وضاع اور کذاب ہے۔ اس کی روایات مردود ہیں۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ دحلان نے حدیثِ بخاری کو کتنی ہوشیاری سے بیہقی والی موضوع حدیث سے ملا کر بدل ڈالا تھا۔ تاکہ لوگ بخاری کے نام سے دھوکہ کھا جائیں۔

اس کے علاوہ دحلان کی اس روایت میں بے شمار معنوی اور لفظی فاحش غلطیاں ہیں جن کا صدور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ممکن نہیں جو افصح العرب تھے اور جوامع الکلم کے ساتھ ممتاز تھے۔ لہٰذا اس موضوع روایت کو عقیدہ و ایمان

EmaanLibrary.com

جیسی محکم چیز کے لئے دلیل بنانا کسی طرح جائز و درست نہیں ہو سکتا۔

حدیث سواد بن قارب رضی اللہ عنہ

طبرانی نے "الکبیر" میں روایت کیا ہے کہ سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنا وہ قصیدہ پڑھا جس میں توسل کا ذکر ہے اور بقول دحلان آپ نے اس قصیدے پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس قصیدہ کے چند اشعار یہ تھے:

وَاَشْهَدُ اَنَّ اللهَ لَا رَبَّ غَيْرُهُ ۔۔۔ وَاَنَّكَ مَامُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبِ

وَاَنَّكَ اَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ وَسِيْلَةً ۔۔۔ اِلَى اللهِ يَا ابْنَ الْاَكْرَمِيْنَ الْاَطَايِبِ

فَمُرْنَا بِمَا يَاْتِيْكَ يَا خَيْرَ مُرْسَلٍ ۔۔۔ وَاِنْ كَانَ فِيْمَا فِيْهِ شَيْبُ الذَّوَائِبِ

وَكُنْ لِيْ شَفِيْعًا يَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ

بِمُغْنٍ فَتِيْلًا عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ

متنِ حدیث پر بحث:۔ یہ چاروں اشعار جن سے شیخ دحلان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا وسیلہ لینے کے جواز پر بحث کی ہے، دراصل ان سے اس وسیلہ کا کوئی مفہوم ہی نہیں ثابت ہوتا، جس کا دعویٰ دحلان کر رہے ہیں، اور خصوصاً دوسرا شعر: "وَ اَنَّكَ اَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ وَسِيْلَةً"

اس لئے کہ اس شعر سے بھی اسی وسیلہ کا ثبوت ملتا ہے جس کا ہم نے کتاب کے بالکل شروع ہی میں ذکر کر دیا ہے کہ وسیلۂ شرعی یہ ہے کہ عملِ صالح کے

EmaanLibrary.com

ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کیا جائے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمالِ صالحہ تو تمام انبیاءِ کرام کے اعمال سے اعظم و برتر تھے۔ آپ کے اعمالِ حسنہ کا وسیلہ تو سب سے موثر و قریبی وسیلہ بارگاہِ الٰہی میں سمجھا جائے گا۔ اگر آپ اپنے اعمال کا وسیلہ لے کر اللہ سے دعا فرما دیں تو بلاشبہ آپ کی دعا مقبولِ بارگاہ ہو گی۔

اور یہی وہ وسیلہ ہے جس کی بابت آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم موذن سے اذان سنو تو موذن جس طرح کہتا ہے تم بھی کہتے جاؤ۔ پھر مجھ پر درود بھیجو، جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا، اللہ اس پر دس بار رحمت نازل فرمائے گا پھر میرے لئے اللہ سے وسیلہ مانگو، کیونکہ وہ جنت میں ایک بلند درجہ ہے، اور مجھے اُمید ہے کہ بندگانِ خدا میں میرے سوا کسی بندہ کو یہ درجہ نصیب نہ ہوگا"

وسیلہ کے دونوں مذکورہ بالا مفہوم دراصل ایک ہی ہیں۔ لیکن دونوں ہی سے کسی میں مخلوقات کی ذات کو وسیلہ بنانے کا کوئی ذکر و شائبہ تک موجود نہیں، لہٰذا دحلان کا ان اشعار سے ذاتِ رسول کا وسیلہ لینے کے جواز پر استدلال کرنا محض جہالت ہے۔

حضرت سواد بن قارب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست فرماتے ہیں کہ آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ قیامت کے دن مجھے آپ کی شفاعت نصیب ہو جائے، اور آپ میرے شفیع بن جائیں، اور یہ درخواست خود آنحضرت

EmaanLibrary.com

دوم، اعمالِ صالحہ کا وسیلہ، اور سوم، مومن کی اپنے بھائی کے لئے دعا کا وسیلہ۔ اِن میں سے ہر ایک کی مثالیں تفصیل سے دی جا چکی ہیں۔

ممنوع وسیلہ یعنی مخلوقات کی ذات کا وسیلہ تو اس کی تائید نہ تو اللہ کی کتاب سے ہوتی ہے اور نہ سُنّتِ رسول اللہ سے۔ نہ اس پر صحابۂ کرامؓ نے عمل کیا نہ خیر القرون کے مسلمانوں نے۔ اس کو تو صرف جاہلوں نے اختیار کیا، وہ کہتے تھے: "مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔" (ہم ان کی بندگی محض اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کے قریب کر دیں گے۔)

اور یہی ممنوع وسیلہ تھا جس سے اللہ اور اُس کے رسول نے منع کیا تھا، اور جاہلوں کی اس تاویل کو اللہ نے قبول نہیں کیا تھا، اور اسی لئے انبیاءِ کرام کو بھیج کر اللہ نے اس وسیلہ کو منع کرایا تھا۔ لہٰذا یہ محال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز سے منع کریں، پھر اسی پر عمل بھی کریں اور جس چیز کو اللہ نے حرام کیا ہے اُس پر عمل کرنے کے لئے اپنی اُمّت کو ترغیب دیں۔

اللہ نے قرآن مجید میں ہُود علیہ السّلام کی بابت فرمایا ہے:

وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ۔ (ہُود۔ ۸۸) "اور میں نہیں چاہتا کہ جس چیز سے تم کو روکتا ہوں اُس بارے میں تمہارے خلاف کروں۔"

ظاہر ہے کہ دعوت و پیغام کے اعتبار سے تمام انبیاءِ کرام ایک ہی مسلک پر تھے، تو جس طرح ہُود علیہ السّلام اپنی قوم کو ایک بات کہہ کر اپنے عمل سے

EmaanLibrary.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں، آپ کے سامنے، آپ کی حیات میں کی جارہی ہے۔ اور اس طرح کی درخواست دعا کے لئے اکثر صحابہ کرامؓ آپ سے کیا کرتے تھے۔ سب جانتے تھے کہ آپ اپنے اعمالِ صالحہ کے وسیلہ سے اللہ سے دعا فرمائیں گے تو ضرور قبول ہوگی۔ اس لئے لوگ آپ سے دعا کی درخواست کیا کرتے تھے، لیکن یہ سب کچھ آپ کی زندگی میں اور آپ کے رُوبرو ہوا کرتا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد اب آپ سے دعا کی درخواست، شفاعت کی گذارش سب بیسود اور حرام ہے۔

رہی یہ بات کہ اس قصیدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک کو وسیلہ بنانے کا ثبوت موجود ہے اور ان اشعار کو دلیل بنا کر اب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی جا سکتی ہے اور آپ کی ذات کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے، تو یہ بالکل غلط ہے۔ اس کا اِن اشعار کے کسی لفظ سے لغۃً و اشارۃً ثبوت نہیں ملتا۔

حدیث کی سند پر بحث:۔ مذکورہ بالا تفصیلات سے ثابت ہوا کہ متنِ حدیث سے کسی طرح یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سواد بن قارب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا وسیلہ مراد لیا تھا۔

جہاں تک اس حدیث کی سند کا تعلق ہے وہ اس قابل نہیں کہ اس پر بحث کر کے وقت ضائع کیا جائے۔ یہ حدیث بیہقی، ابو یعلیٰ، ابوبکر محمد بن جعفر الخرائطی وغیرہ میں جہاں جہاں بھی مروی ہے، ہر جگہ ایسے کذّاب، وضّاع اور متروک رُواۃ ہیں

EmaanLibrary.com

جن کی روایتوں کو محدثینِ کرام مردود و ناقابلِ اعتبار سمجھتے ہیں، اور یہ حدیث اِس لائق نہیں کہ اسے عقیدۂ توسّل جیسے اہم مسئلہ میں سند و حجت قرار دیا جائے۔

حدیث اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرَائِیْلَ وَ مِیْکَائِیْلَ

نووی نے "الاذکار" میں روایت کی ہے کہ "اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ اَنْ یَّقُوْلَ الْعَبْدُ بَعْدَ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ ثَلَاثًا، اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرَائِیْلَ وَ مِیْکَائِیْلَ وَ اِسْرَافِیْلَ وَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ علیہ وسلم اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ"۔

متنِ حدیث پر بحث:۔ شیخ دحلان نے اپنی کتاب "الدرر السنیۃ فی الرد علی الوھابیۃ" میں مذکورہ بالا حدیث نقل کی ہے اور نووی کی طرف بھی اس حدیث کو منسوب کر دیا ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب "الاذکار" میں اس حدیث کو پوری ہی نقل کر دیا ہے۔ دحلان نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ مخلوقات کی ذات کا وسیلہ لینا جائز ہے، اور اس کے جواز کی تائید کو شیخ ابن علان شارحِ "الاذکار" کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔

یہ حدیث صحیح ہو یا غیر صحیح ؟ ہمیں تو تعجب اس پر ہے کہ دحلان نے اس حدیث سے وسیلہ کا جواز کیسے نکال لیا ؟ جبکہ وسیلہ کا خواہ وہ ممنوع ہو یا کہ مشروع، اس سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ حدیث میں تو صرف جہنم سے بچنے کی دعا کی گئی ہے، جیسا کہ ہم سب اہلِ ایمان اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں جہنم سے بچائے۔

EmaanLibrary.com

یہ عام دعا ہے جس پر سب کا اتفاق ہے۔

ہمارا اختلاف تو اس پر ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں مخلوقات کی ذات کا وسیلہ حرام ہے، جبکہ دحلان اور ان کے گروہ کے لوگ اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ لیکن اس حدیث سے تو کسی قسم کے وسیلہ کا سرے سے تعلق ہی نہیں۔

اگر حدیث میں حضرت جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماءِ گرامی کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے اور بس اتنی سی بات سے ان کا وسیلہ جائز سمجھ لیا گیا تو اس سمجھ پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ کیونکہ اس عقل و فہم کا نہ کوئی جواب ہے نہ مثال و نظیر۔

اس حدیث کا تعلق دُور و نزدیک کسی بھی قسم کے وسیلہ سے ہے ہی نہیں۔ اللہ کے نام کی طرف ان چند ناموں کی نسبت محض اُن کی بزرگی اور کرامت کے لئے ہے، نہ کہ اُن سے وسیلہ لینے کے لئے۔ یہ حقیقت سب کے نزدیک مُسلّم ہے اور اس پر کسی دلیل و ثبوت کی ضرورت نہیں۔

قرآن مجید میں بکثرت اس کی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً رَبُّ الشِّعْرٰی، رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ، رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ۔

ان چیزوں کی اللہ کی طرف جو نسبت کی گئی ہے تو کیا ان کا وسیلہ بھی جائز ہے؟ ہرگز نہیں! اس کا تو کوئی بھی قائل نہیں۔ افسوس ہے کہ

EmaanLibrary.com

مخلوقات کا وسیلہ ڈھونڈنے والے حضرات کیسی کیسی رکیک و مضحکہ خیز دلیلیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ کاش! وہ کتاب وسنّت کی واضح ہدایات کے متبع ہو کر مشروع وسیلہ کو اختیار کرتے تو دارین کی سعادت پا لیتے۔

دحلان نے اس حدیث کو اپنے مطلب کے مطابق توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے اور نقل بھی غلط کیا ہے۔ مثلاً، متن میں نووی کے حوالہ سے اس نے لکھا ہے کہ "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَنْ يَقُوْلَ الْعَبْدُ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ثَلَاثًا، اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيْلَ ...... الخ یہ سراسر غلط ہے، کیونکہ نووی کے "الاذکار" میں لفظ "أمر" نہیں ہے۔ بلکہ پوری حدیث اس طرح ہے۔ "رَوَيْنَا فِيْ كِتَابِ ابْنِ السُّنِّيِّ عَنْ أَبِي الْمَلِيْحِ وَاسْمُهُ عَامِرُ بْنُ أُسَامَةَ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَأَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى قَرِيْبًا مِنْهُ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ سَمِعَهُ يَقُوْلُ، وَهُوَ جَالِسٌ، اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيْلَ وَإِسْرَافِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَمُحَمَّدٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ"۔

نووی نے "الاذکار" میں اس حدیث کو انھیں الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اس میں لفظ "أمر" موجود نہیں ہے، اور نہ لفظ "اللّٰهم اجرني من النار" ہے، بلکہ "اعوذ بك من النار" ہے۔ دیکھئے، دحلان نے روایت میں کتنی تبدیلی اور کتر بیونت کیا ہے۔ تبدیل و تحریف تو اُمّتِ محمدیہ کا نہیں، بلکہ یہود و نصاریٰ کا

EmaanLibrary.com

شیوہ رہا ہے، اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ

دحلان نے بیک وقت ابنِ علان اور نووی دونوں کی طرف سے غلط بیانی کی ہے، جبکہ یہ حضرات ان سے بری ہیں۔ کیا دحلان اس جھوٹ و فریب کے ساتھ مخلوقات کا وسیلہ ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ لیکن کذب و تحریف تو کبھی بھی حجت و دلیل نہیں بن سکتی۔

اس کے علاوہ اس حدیث کی سند پر حافظ ابنِ حجرؒ اور دوسرے محدثین نے بڑی جرح کی ہے اور اس کے اکثر رواۃ کو ضعیف و متروک قرار دیا ہے۔

لَوْلَا عِبَادٌ رُکَّعٌ

لَوْلَا عِبَادٌ رُکَّعٌ، وَصِبْیَۃٌ رُضَّعٌ وَبَھَائِمُ رُتَّعٌ، لَصُبَّ عَلَیْکُمُ الْبَلَاءُ صَبًّا۔

"اگر رکوع کرنے والے بندے اور دودھ پیتے بچے، اور چرنے والے جانور نہ ہوتے تو تم پر عذاب پھٹ پڑتا"

متنِ حدیث پر بحث :- بلاشبہ رکوع کرنے والوں کی فضیلت ہے، اور اللہ کے نزدیک ان کا بڑا مقام ہے، اور دودھ پیتے بچے معصوم و بے گناہ ہیں، اور چرنے والے جانور غیر مسئول ہیں، اور صاحبِ عقل نہیں ہیں، لیکن ان کی وجہ سے مستحقین پر عذاب کا نزول رک نہیں سکتا۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، چاہے تو ان معصومین پر رحم و ترس کھا کر عذاب روک دے، اور چاہے تو سب پر یکساں

EmaanLibrary.com

عذاب نازل کر دے، اور پھر اُن میں جس کے جیسے اعمال ہوں اس کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ کرے۔ لہٰذا ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ مذکورہ لوگوں کی وجہ سے عذاب رُک جائے گا۔ اللہ کا ارشاد ہے:

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۗصَّةً ۔ "اُس فتنے سے بچو جو تم میں سے صرف ظالموں ہی تک مخصوص نہ ہوگا"

(انفال)

ہو سکتا ہے کہ اللہ سب پر یکساں عذاب نازل فرمائے، پھر ان میں سے متقیوں کو جنّت کی طرف بھیج دے اور مجرموں کو جہنّم کی طرف ڈھکیل دے۔

لہٰذا روایتِ مذکورہ بالا مطلق صحیح نہیں ہے۔ اس کے باوجود اس میں وسیلہ کا کوئی ذکر و معنی بھی موجود نہیں۔ رُکوع و سُجود کرنے والوں، دودھ پیتے بچّوں، اور چرنے والوں کا وسیلہ لینے کا کوئی ذکر اس حدیث میں ہے ہی نہیں۔ اس سے تو بس اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ ممکن ہے اللہ ان پر ترس کھا کر عذاب روک دے، بس اور کچھ نہیں۔ لیکن ان سے وسیلہ لینا وغیرہ اس سے ثابت ہی نہیں ہوتا۔

پھر یہ حدیث اپنی سند کے اعتبار سے بھی قابلِ استدلال نہیں۔ اس کی سند میں دو مجہول راوی ہیں۔ مالک بن عبیدہ اور ان کے والد عبیدہ دونوں ہی مجہول ہیں۔ اور جس حدیث میں ایک راوی بھی مجہول ہو، وہ ضعیف اور ناقابلِ حجّت ہوتی ہے۔ اس حدیث میں تو دو مجہول راوی ہیں۔ اس طرح یہ حدیث متن اور سند دونوں اعتبار سے حجّت و دلیل نہیں بن سکتی۔

EmaanLibrary.com

حدیث السؤال بمحمد و الانبیاء

(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کرام کے نام سے سوال کرنا)

عبد الملک بن ہارون بن عنترہ عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ "حضرت ابوبکر صدیقؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ میں قرآن پڑھتا ہوں اور وہ دماغ سے نکلتا رہتا ہے" تو آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا، کہو: "اے اللہ، تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے نبی حضرت محمدؐ اور تیرے خلیل ابراہیمؑ اور تیرے کلیم موسیٰؑ اور تیری روح اور کلمہ عیسیٰ کے ذریعہ، اور موسیٰ کی توراۃ اور عیسیٰ کی انجیل اور محمدؐ کی فرقان اور تیری تمام وحی کے ذریعہ اور تیرے تمام فیصلوں کے ذریعہ"

متنِ حدیث پر غور ہے۔ اس حدیث پر غور کیجیے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی بنیاد کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ شروع میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ وسیلہ کی دو قسمیں ہیں: مشروع اور ممنوع۔ مشروع جس کی اللہ اور اس کے رسول نے تاکید کی، صحابہ کرامؓ اور خیر القرون کے مسلمانوں نے اس پر عمل کیا اور جس کے محکم اور واضح دلائل کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ سے ثابت ہیں۔

اور یہ مشروع وسیلہ بھی تین قسموں پر مشتمل ہے:

اول: اللہ کے اسماءِ حسنیٰ، اس کی صفاتِ علیا اور ذاتِ عالی کا وسیلہ

EmaanLibrary.com

دوم، اعمالِ صالحہ کا وسیلہ اور سوم مومن کی اپنے بھائی کے لئے دعا کا وسیلہ جس میں سے ہر ایک کی مثالیں تفصیل سے دی جا چکی ہیں۔

ممنوع وسیلہ یعنی مخلوقات کی ذات کا وسیلہ تو اس کی تائید نہ تو کتاب اللہ سے ہوتی ہے نہ سنّت رسول اللہ سے نہ اس پر صحابۂ کرام نے عمل کیا، نہ خیر القرون کے مسلمانوں نے، اسکو تو صرف جاہلو نے اختیار کیا، وہ کہتے تھے (مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى)
"ہم ان کی محض اس لئے بندگی کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کے قریب کردیں گے"۔

اور یہی ممنوع وسیلہ تھا جس سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا تھا اور جاہلوں کی اس تاویل کو اللہ نے قبول نہیں کیا تھا اور اسی لئے انبیاء کرام کو بھیجکر اللہ نے اس وسیلہ کو منع کرایا تھا۔ لہذا یہ محال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز سے منع کریں پھر اسی پر عمل بھی کریں اور جس چیز کو اللہ نے حرام کیا ہے اس پر عمل کرنے کے لئے اپنی اُمّت کو ترغیب دیں۔

اللہ نے قرآن مجید میں ہود علیہ السلام کی بابت فرماتا ہے:

وَمَا اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَا اَنْهٰكُمْ عَنْهُ

اور میں نہیں چاہتا کہ جس چیز سے تم کو روکتا ہوں اس بارے میں تمہارے خلاف کروں:

ظاہر ہے کہ دعوت و پیغام کے اعتبار سے تمام انبیاء کرام ایک ہی مسلک پر تھے تو جس طرح حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم کو ایک بات کہکر اپنے عمل سے

EmaanLibrary.com

اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی اُمت کو جس چیز کی ہدایت فرماتے تھے، اپنے عمل سے اس کی مخالفت ہرگز نہیں کرتے تھے لہٰذا یہ کیسے صحیح سمجھ لیا جائے کہ آپ نے اُمت کو تو مخلوقات کے وسیلہ سے منع فرمایا اور خود ہی حضرت ابوبکرؓ کو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّکَ وَ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلِکَ۔ الخ کی تعلیم دی ہو۔ بلاشبہ یہ ناممکن ہے، اور یہ اللہ کے اس ارشاد کے بھی خلاف ہے کہ:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ، ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ۔

"اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی جھوٹ بات بنا لاتے تو ہم اُن کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے، پھر اُن کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے"

(الحاقۃ)

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک سے محال ہے کہ مذکورہ بالا حدیث میں جو مشرکانہ دُعا بتائی گئی ہے، اس کی آپ نے تعلیم دی ہو۔ سُبْحَانَکَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ۔ قول و فعل کا یہ تضاد خود اس حدیث کے موضوع ہونے کی بڑی دلیل ہے۔

اس حدیث کی سند پر بحث:۔ متن کے علاوہ اس حدیث کی سند بھی ناقابلِ اعتبار ہے۔ علامہ ابنِ تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو رزین بن معاویہ عبدری نے اپنی جامع میں اور ابن الاثیر نے جامع الاصول میں روایت کیا ہے۔

EmaanLibrary.com

اور ان میں سے کسی نے بھی اس کو مسلمانوں کی کسی معتبر و متداول کتاب کی طرف منسوب نہیں کیا ہے۔ البتہ ابن السنی نے "عمل الیوم واللیلۃ" میں اور ابو نعیم نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ لیکن ان کتابوں میں اتنی کثرت سے موضوع حدیثیں ہیں کہ شریعت کے مسائل میں ان کتابوں کی مرویات پر اعتماد کرنا باتفاق علماءِ اسلام جائز نہیں۔ اصبہانی نے بھی "فضائل الاعمال" میں اس کو روایت کیا ہے، جبکہ یہ کتاب بھی موضوع حدیثوں کا مجموعہ ہے۔

اس حدیث کا راوی عبد الملک بن ہارون بن عنترہ مشہور کذاب ہے۔ یحییٰ بن معین نے بھی اس کو کذاب کہا ہے، اور السعدی نے اس کو دجّال وکذّاب کہا ہے، امام نسائی نے اس کو متروک کہا ہے، اور امام بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے، اور امام احمد بن حنبل نے اس کو ضعیف کہا ہے، اور دارقطنی نے اس کو اور اس کے باپ دونوں کو ضعیف کہا ہے، اور علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کو اپنی کتاب "الموضوعات" میں نقل کیا ہے۔

الغرض متن اور سند دونوں ہی اعتبار سے یہ حدیث ساقط الاعتبار اور ناقابلِ استدلال ہے۔ یہ اس قابل نہیں کہ اس پر حدیث کا اِطلاق بھی کیا جاسکے۔ تحقیق وتنقید کی میزان پر یہ پوری اُتر ہی نہ سکی۔ اس لئے مخلوقات کے وسیلے کے جواز میں اس کو پیش کرنا علمِ حدیث اور اس کی ثقاہت کا مذاق اُڑانا ہے۔

EmaanLibrary.com

دُعاءِ حفظِ القرآن

موسیٰ بن عبدالرحمٰن الصنعانی صاحبِ تفسیر نے اپنی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن عباسؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "جس کو یہ پسند ہو کہ قرآن اور دوسرے اقسامِ علم کو وہ یاد کرے تو اس کو یہ دعا کسی صاف برتن، یا شیشے کی پلیٹ پر شہد اور زعفران اور بارش کے پانی سے لکھنی چاہیے اور نہار مُنھ پینا چاہیے اور تین دن روزہ رکھنا چاہیے اور اسی سے افطار کرنا چاہیے اور اپنی نمازوں کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّكَ مَسْئُوْلٌ	"اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس وسیلے سے کہ تو مسئول ہے
لَمْ يُسْئَلْ مِثْلُكَ وَلَا يُسْئَلُ،	تیرے مثل سے سوال نہیں کیا جاتا نہ کیا جائے گا، اور تجھ سے سوال کرتا
وَاَسْئَلُكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّكَ، وَاِبْرٰهِيْمَ	ہوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے نبی کے واسطے سے، اور ابراہیم تیرے
خَلِيْلِكَ، وَمُوْسٰی نَجِيِّكَ، وَعِيْسٰی	خلیل کے واسطے سے اور موسیٰ تیرے کلیم سے اور عیسیٰ تیری
رُوْحِكَ وَكَلِمَتِكَ وَوَجِيْهِكَ۔	روح اور تیرے کلمہ اور تیرے وجیہ سے۔"

متنِ حدیث پر بحث:۔ یہ بات تو سب ہی لوگ جانتے ہیں کہ قرآن یا اس کے علاوہ دوسرے علوم کا یاد رکھنا اور ان کا نہ بھولنا محض تکرارِ مستقل اور بار بار دُہرانے ہی سے ہوتا ہے۔ اس مستقل طور پر دُہرانے اور تکرار کرنے ہی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن اور

EmaanLibrary.com

دوسرے علوم کے حفظ رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی کی مدد اور تائید سے قرآن اور دوسرے علوم محفوظ رہتے ہیں۔ اگر اللہ کی مدد شاملِ حال نہ ہو تو قرآن اور کسی بھی علم کا ایک حرف تک یاد نہ رہے، جیسے دوا، کہ وہ صحت و شفاء کا ذریعہ ہے، لیکن شافی اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔

لیکن جو طریقہ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ یہ دعا کسی صاف برتن میں شہد، زعفران اور بارش کے پانی سے لکھ کر پی جائے، اور تین دن روزہ رکھا جائے اور اسی دوا سے افطار کیا جائے، اور اس دعا کو نمازوں کے بعد پڑھا جائے ـــ تو یہ عجیب و غریب طریقہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے کسی بھی صحیح حدیث میں ثابت نہیں پایا۔ رہا پلیٹ پر زعفران اور بارش کے پانی سے لکھنا تو یہ تو تعویذ گنڈے والے مُفت خور لوگ ہی حرام خوری کے لئے کرتے ہیں۔ اگر تم کو قرآن اور کوئی بھی علم یاد رکھنا ہے تو مستقل دُہراؤ اور تکرار کرو، اللہ کی مدد اور تائید سے وہ یاد رہے گا، اور شہد اور زعفران کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

البتہ اس حدیث میں بعض ایسی باتیں ہیں جو اس حدیث کے جھوٹ اور موضوع ہونے کی کھلی دلیل ہیں۔ مثلاً "لَمْ يُسْئَلْ مِثْلُكَ" کا جملہ تو کوئی کافر ہی کہہ سکتا ہے۔ کیونکہ مِثْلُكَ یعنی تیرا مثل، جبکہ نہ اللہ کا کوئی مثل ہے نہ کفوء، اللہ کا ارشاد ہے: وَلَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ (الشوریٰ)

یہ تنہا ایک مثال ہی اس حدیث کے باطل و ناقابلِ حجت ہونے کی دلیل ہے۔

EmaanLibrary.com

اس کے علاوہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے بھی منکر اور موضوع ہے۔

اس حدیث کا راوی موسیٰ بن عبدالرحمن کذاب تھا۔ بعض محدثین نے اس کو حدیثیں گڑھنے والا بتایا ہے۔

حَدِیۡثُ اِسۡتِفۡتَاحِ الۡیَہُوۡدِ

عبدالملک بن ہارون بن عنترہ اپنے والد سے، وہ سعید بن جبیر سے، اور وہ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ "خیبر کے یہودی غطفان سے لڑتے تھے۔ جب بھی مڈبھیڑ ہوتی تو یہودی شکست کھا جاتے تو انھوں نے اس دعا کے ذریعہ پناہ مانگی: اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسۡأَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الۡاُمِّیِّ الَّذِیۡ وَعَدۡتَنَا اَنۡ تُخۡرِجَہٗ لَنَا اٰخِرَ الزَّمَانِ، اَلَّا نَصَرۡتَنَا عَلَیۡہِمۡ" جب بھی یہ دعا پڑھ کر لڑتے تو غطفان کو شکست دے دیتے۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو انھوں نے آپ کا انکار کر دیا جس کی بابت اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَکَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ یَسۡتَفۡتِحُوۡنَ عَلَی الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا۔ (البقرۃ-۸۹)

متنِ حدیث پر بحث:۔ آیتِ مذکورہ بالا (وَکَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ یَسۡتَفۡتِحُوۡنَ عَلَی الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا) خیبر کے یہودیوں کے بارے میں اتری ہی نہیں ہے، بلکہ یہ تو اُن یہودیوں کے بارے میں اتری ہے جو مدینہ منورہ کے آس پاس بنو قینقاع، بنو قریظہ،

EmaanLibrary.com

اور بنو نضیر کے قبائل میں سے تھے۔ اسی پر اہلِ تفسیر و سیر کا اتفاق ہے۔

چنانچہ محمد بن اسحٰق نے عاصم بن عمر بن قتادہؓ الانصاری سے روایت کی ہے کہ وہ اپنی قوم کے کچھ لوگوں سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کو اسلام کی طرف جن باتوں نے دعوت دی اُن میں اللہ کی رحمت کے ساتھ ساتھ وہ باتیں بھی ہیں جنہیں ہم یہودیوں سے سُنا کرتے تھے۔ ہم مشرک و بُت پرست تھے، اہلِ کتاب کے پاس علم تھا، ہم علم سے بھی عاری تھے، ہمارے اُن کے درمیان برابر چھیڑ چھاڑ ہوا کرتی تھی۔ جب ہماری طرف سے اُن کو کوئی تکلیف ہوتی تو وہ ہم سے کہتے "اب ایک نبی کا زمانہ قریب آگیا ہے، وہ جلد ہی ہم میں مبعوث ہو گا، تب ہم اُس کے ساتھ ہو کر تم سے عاد و ارم کی طرح لڑیں گے"۔ یہ باتیں ہم اکثر اُن سے سُنا کرتے تھے۔

اور جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے رسول بنا کر بھیجے گئے اور آپ نے ہمیں اللہ کی طرف بُلایا تو ہم نے آپ کی دعوت قبول کر لی اور اس حقیقت کو بھی جان گئے جس کی وجہ سے یہودی ہمیں دھمکایا کرتے تھے، لہٰذا ہم آپ پر جلد ایمان لائے اور یہودیوں نے آپ کا انکار کر دیا۔ چنانچہ ہمارے اور اُن کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں:

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ	"اور جب اللہ کے یہاں سے اُن کے پاس کتاب آئی
مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ	جو اُن کی کتاب کی بھی تصدیق کرتی ہے اور وہ
قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	پہلے جس چیز کے ذریعہ کافروں پر فتح مانگتے تھے تو،

EmaanLibrary.com

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ جس چیز کو وہ خوب پہچانتے تھے جب اُن کے پاس آ پہنچی تو اس سے منکر ہو گئے، پس کافروں پر خدا کی لعنت ہو۔

(البقرۃ - ۱۸۹)

۲ - اس حدیث میں ہے کہ یہودیوں نے غطفان سے جنگ کی، جبکہ یہودیوں نے کبھی بھی غطفان سے جنگ نہیں لڑی ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ یہ آیت خیبر کے یہودیوں اور غطفان کے بارے میں نازل ہوئی، غلط ہے۔ بلکہ جیسا کہ ابھی ذکر ہوا کہ یہ آیت مدینہ کے آس پاس کے یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

راوی کی یہ فاش غلط بیانی اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں جو دعا گڑھی گئی ہے وہ بھی اس تاریخی حقیقت کو مسخ کرنے کی طرح خود اپنے آپ بنائی گئی ہے۔

۳ - نیز اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ توراۃ تو یہود و عرب کی جنگ کے پہلے سے موجود تھی، جب اس میں یہ دعا موجود تھی تو یہودیوں نے اس دعا کو پہلے ہی کیوں نہ پڑھ کر عربوں پر فتح حاصل کر لی تھی، اور کیوں مدتوں اپنے بال بچوں کو قتل و برباد ہوتے دیکھتے رہے اور اس دعا کو پڑھ کر فتح نہیں حاصل کر لی؟

معلوم ہوا کہ یہ حدیث خود ہی من گھڑت اور بے اصل ہے۔ اگر اس کا کوئی وجود ہوتا تو ضرور یہودی اس دعا کو پہلے ہی سے پڑھتے رہتے اور صدیوں تک عربوں کے ہاتھوں برباد نہ ہوتے رہتے۔

EmaanLibrary.com

۴ - مذکورہ بالا دعا میں "بِحَقِّ مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک "محمد" موجود ہے، جبکہ یہودیوں نے اپنے کسی آدمی کا نام کبھی بھی محمد نہیں رکھا تھا۔ اس لئے کہ وہ توراۃ کی اس پیشین گوئی کو جس میں نبی آخر الزماں کی بعثت کی بشارت ہے، اس نبی کو وہ اسرائیلی نبی سمجھتے تھے۔ چنانچہ ابو العالیہ کی روایت ہے کہ جب یہودی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ عربوں پر مدد و فتح مانگتے تھے تو کہتے تھے "اے اللہ، اُس نبی کو مبعوث فرما جس کے متعلق ہم اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں، تاکہ ہم مشرکین پر غالب ہو جائیں اور انھیں ہلاک کر ڈالیں"

لیکن جب اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور انھوں نے دیکھا کہ آپ تو اُن میں سے نہیں بلکہ عربوں میں سے ہیں تو حسد کے مارے آپ کا انکار کر دیا۔ حالانکہ دل سے وہ خوب جانتے تھے کہ آپ ہی نبی آخر الزماں ہیں، اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۔

۵ - اس روایت کے موضوع ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ محمد بن اسحٰق اور ابو العالیہ دونوں کی روایتوں میں لفظ "محمد" نہیں ہے، بلکہ صرف "نبی آخر الزماں" ہے، پھر دعا میں یہودی کس طرح "بحق محمد النبی" پڑھ سکتے تھے، جیسا کہ دعا میں مذکور ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ سب طبعزاد باتیں ہیں جو بے سوچے سمجھے گڑھی گئی ہیں۔

EmaanLibrary.com

الغرض متنِ حدیث میں اتنا تضاد اور حقیقت کے خلاف مواد موجود ہے کہ کوئی بھی صاحبِ عقل اس کو صحیح تسلیم نہیں کر سکتا. نیز متن کی ان غلطیوں کے ساتھ ساتھ سند کی بھی اتنی نکارت موجود ہے کہ اس کو کسی طرح قابلِ حجت و دلیل بنایا ہی نہیں جا سکتا.

اس روایت میں عبدالملک بن ہارون کے کذب کی بابت ابھی اوپر پوری تفصیل آچکی ہے. نیز علامہ ابن جوزی نے اس کو "الموضوعات" میں بھی شامل کر کے ثابت کر دیا ہے کہ یہ حدیث، صحیح حدیث کے شمار میں آہی نہیں سکتی۔

حدیث اَنَا فَاعِلٌ

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ قیامت کے دن میرے لئے شفاعت فرمائیں، تو آپ نے فرمایا: "انا فاعل" (میں کرنے والا ہوں)

یہ حدیث جیسا کہ آگے بحث آرہی ہے، صحیح نہیں ہے. لیکن اگر صحیح مان بھی لیا جائے تو یہ مخلوقات کی ذات کو وسیلہ بنانے کی دلیل نہیں ہو سکتی. کیونکہ اس حدیث میں تو اس کا بیان ہے کہ بندہ اپنے مومن بھائی کی دعا کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنا سکتا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ سے جو "انا فاعل"

EmaanLibrary.com

فرمایا تو یقیناً حضرت انسؓ کے لئے آپ کی شفاعت کی اجازت کا علم آپ کو اللہ کی طرف سے رہا ہوگا، جیسے حضرت عکاشہؓ کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا، "اَنْتَ مِنْهُمْ" کیونکہ جب تک آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پہلے سے معلوم نہ ہوتا کہ حضرت عکاشہؓ اُن ستّر ہزار لوگوں میں سے ہیں جو بلا حساب جنّت میں داخل ہوں گے تو آپ "اَنْتَ مِنْهُمْ" ہرگز نہ فرماتے۔

نیز جب حضرت انسؓ نے آپ سے شفاعت کے لئے دعا کی درخواست کی تھی اُس وقت حضرت انسؓ بھی زندہ تھے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی زندہ تھے، اس لئے آپ نے "اَنَا فَاعِلٌ" کہدیا تھا۔

حضرت انسؓ نے آپ سے قیامت کے دن شفاعت کا مطالبہ کیا تھا جس کا مطلب صرف یہی ہے کہ وہ چاہتے تھے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم آپ کے لئے اللہ سے دعا مانگیں کہ حضرت انسؓ کو اُن لوگوں کی صف میں رکھا جائے جن کے لئے شفاعت کی اجازت اللہ کی طرف سے ملی ہوگی۔ اگر آپ اللہ سے اس بارے میں دعا فرمائیں تو آپ کی دعا ضرور قبول ہوگی، کیونکہ آپ مستجاب الدّعوات ہیں۔ اس طرح حضرت انسؓ جنّت کے حصول اور آخرت کی کامیابی کے لالچ میں آپ سے دعا کی درخواست کر رہے تھے۔

"اَنَا فَاعِلٌ"، کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ حضرت انسؓ کے لئے پہلے ہی سے دعا کرتے رہے ہوں اور جب انھوں نے آپ سے شفاعت کیلئے دعا کی

EmaanLibrary.com

درخواست کی تو آپ نے جواب میں فرمادیا کہ میں تو تمہارے کہنے کے پہلے ہی سے تمہارے لئے دعا کر رہا ہوں۔

نیز اب حضرت انس رضؓ کی اس حدیث کو پیش کرنے اور اس سے استدلال کرنے کا فائدہ ہی کیا؟ یہ سب تو آپ کی زندگی تک تھا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ سے دعا کی درخواست اور آپ کا جواب سب ناممکن العمل ہے۔ کیا کوئی ایسا بھی ہے جو اس حدیث کی روشنی میں اب بھی جبکہ آپ کی وفات پر چودہ صدیاں گذر رہی ہیں، آپ سے دعا کی درخواست کر رہا ہے، اور کیا کبھی کسی نے آپ کی وفات کے بعد اپنی درخواست کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے؟ اور کیا صحابۂ کرام رضؓ نے آپ کی وفات کے بعد آپ سے دعا کی درخواست کی ہے کہ ہم بھی اُن کی اتباع میں آپ سے دعا کی درخواست کریں؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

لہٰذا حضرت انس رضؓ کی اس حدیث سے یہ استدلال کرنا بالکل بے محل اور سراسر غلط ہے کہ حضرت انس رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک کا وسیلہ لیا تھا۔ نہیں بلکہ انھوں نے صرف آپ سے دعا کی درخواست کی تھی، جیسے ہر مومن اپنے مومن بھائی سے اپنے لئے دعا کی درخواست کرسکتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث کو مخلوقات کی ذات کے وسیلہ کی دلیل میں پیش کرنا بالکل غلط اور بے محل ہے۔

اس کے علاوہ امام ترمذی نے اس حدیث کو "حسن غریب" کہا ہے، اور

EmaanLibrary.com

اس کی سند میں ابوالخطاب حرب بن میمون کو ضعیف قرار دیا ہے۔ امام بخاریؒ نے اس کی تضعیف کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہؓ کا مرثیہ

شیخ دحلان نے حضرت صفیہؓ کے اس مرثیہ کو مخلوقات کی ذات کو وسیلہ بنانے کی دلیل میں پیش کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت صفیہؓ نے یہ مرثیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد کہا ہے، جس میں ایک شعر یہ بھی ہے:

أَلا یا رسولَ اللّٰہ أَنت رجاءنا ❊ وکنتَ بنا برًّا ولم تکُ جافیًا

"یارسول اللہ، آپ ہی ہماری اُمیدوں کا مرکز ہیں، اور آپ ہمارے ساتھ نیکی کرنے والے تھے، سخت گیر نہ تھے:"

اس قصیدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کو صاف طور پر خطاب کر کے "یا رسول اللّٰہ أُنت رجاءُنا" کہا گیا ہے۔

اس مرثیہ کی روایت پر بحث :-

۱ - کہا جاتا ہے کہ یہ مرثیہ حضرت صفیہؓ کا ہے ہی نہیں۔ چنانچہ ابنِ ہشام نے اپنی "سیرت" میں اس کو اُن تمام مراثی کے ساتھ ذکر ہی نہیں کیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہے گئے ہیں۔

۲ - اس مرثیہ میں تحریف کی گئی ہے اور "کنت رجاءنا" کو "أُنت رجاءنا" کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ حافظ الہیثمی نے اپنی کتاب "مجمع الزوائد" جلد ۹ صفحہ ۳۹

باب فی وداعہا صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھا ہے کہ طبرانی نے اسنادِ حسن کے ساتھ عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ صفیہؓ بنت عبد المطلب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرثیہ کہتے ہوئے کہا:

اَلَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کُنْتَ رَجَاءَنَا ❊ وَکُنْتَ بِنَا بَرًّا وَّلَمْ تَکُ جَافِیًا

یہ طبرانی کی روایت ہے، لیکن دحلان نے تحریف کر کے اس شعر کو اپنی کتاب الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ میں "کنتَ رجاءنا" کے بجائے "اَنتَ رجاءُنا" لکھ دیا ہے، تاکہ اس سے وہ ثابت کر سکیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح اپنی زندگی میں لوگوں کی امیدیں پوری کر دیا کرتے تھے، اب اپنی وفات کے بعد بھی اسی طرح پوری کر سکتے ہیں۔ دحلان کی یہ حرکت اس ارشادِ الٰہی کے مطابق ہے: فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَھُمْ۔ ("ان ظالموں سے جو بات کہی گئی تھی اس کی جگہ انھوں نے دوسری بدل دی۔")

شیخ محب الدین طبری نے "ذخائر العقبیٰ فی مناقب القربیٰ" میں لکھا ہے "کُنْتَ رَجَاءَنَا" ہے "اَنْتَ رَجَاءُنَا" نہیں۔ دحلان نے یہ کھلم کھلا تحریف کی ہے۔ بھلا بتایئے، کیا تحریف و تبدیل ہی کو اب حجت و دلیل بنایا جائے؟ ایسی دلیل تو کوئی بے حیا ہی پیش کر سکتا ہے!

حضرت صفیہؓ کا صحیح جملہ یعنی "کُنْتَ رَجَاءَنَا" تو دراصل ان لوگوں کے عقیدۂ باطلہ کی کھلی تردید ہے، کیونکہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

EmaanLibrary.com

موت اور حیات میں واضح فرق بتادیا ہے۔

"کُنتَ رَجَاءُنَا" کا مطلب یہ ہوا کہ جب آپ زندہ تھے تو لوگ اپنے مسائل آپ کے پاس لے کر پہنچتے تھے، اور آپ وحیِ الٰہی کی روشنی میں ان کے دنیاوی اور دینی مسائل حل کر دیا کرتے تھے۔ یہ مسائل تعلیم و تبلیغ اور رُشد و ہدایت سے متعلق ہوا کرتے تھے۔ ورنہ رزق اور مصائب کا ٹالنا وغیرہ تو سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اور ان میں کسی کو دخل نہیں۔

اِن تفصیلات سے واضح ہو گیا کہ اس روایت کا جو متن شیخ دحلان نے پیش کیا ہے وہ بالکل محرّف ہے اور ایسا محض قصداً کیا گیا ہے اور جان بوجھ کر یہ تبدیلی کی گئی ہے تاکہ مخلوقات کی ذات کے وسیلہ کا جواز مل جائے۔ افسوس!

اِس روایت کی سند پر بحث:- یہ روایت منقطع ہے، اس لئے کہ اس کی سند میں عُروہ بن زبیر ہیں جن کی ولادت ۲۹ھ میں ہوئی ہے: یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ۱۹ سال بعد، اور حضرت صفیہؓ کا مرثیہ آپ کی وفات کے فوراً بعد ہی کا ہے۔ یعنی عروہ بن زبیر اس قصیدہ کے لکھنے کے ۱۹ سال بعد پیدا ہوئے اور حضرت صفیہؓ ۲۰ھ میں وفات پا گئیں، یعنی عروہ بن زبیر کی پیدائش سے ۹ سال پہلے۔ اس طرح عروہ نے اپنی دادی صفیہؓ کا زمانہ پایا ہی نہیں۔ اس لئے حضرت صفیہؓ سے ان کی روایت منقطع ہو گئی۔ اس طرح یہ روایت متن کے اعتبار سے محرّف اور سند کے اعتبار سے منقطع ہے، لہٰذا کسی طرح بھی حجّت و دلیل کے قابل نہیں۔

EmaanLibrary.com

امام ترمذیؒ کا خواب

طاہر بن محمد بن ہاشم باعلوی نے اپنی کتاب "مجمع الاحباب" میں امام ترمذیؒ صاحب السنن کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے خواب میں اللہ رب العزت کو دیکھا اور یہ سوال کیا کہ "ایمان کس چیز سے مرتے وقت تک سلامت رہتا ہے"؟

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کہو:

اِلٰهِی بِحُرْمَةِ الْحُسَيْنِ وَ اَخِيْهِ، وَ جَدِّهٖ وَبَنِيْهِ، وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ، نَجِّنِیْ مِنَ الْغَمِّ الَّذِیْ اَنَا فِيْهِ، يَا حَیُّ يَا قَيُّوْمُ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اَسْأَلُكَ اَنْ تُحْيِیَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ، يَا اللّٰهُ يَا اللّٰهُ يَا اللّٰهُ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔	"اے اللہ، حسین اور ان کے بھائی، اور ان کے نانا اور بیٹوں اور ان کی ماں اور باپ کی عزت کے صدقے میں مجھے اس غم سے نجات دے جس میں میں مبتلا ہوں۔ یا حیّ، یا قیوم، یا ذا الجلال والاکرام! تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرا قلب اپنی معرفت کے نور سے زندہ رکھ۔ اے اللہ، اے اللہ، اے اللہ، اے ارحم الراحمین"۔

یہ خواب شیخ دحلان نے اپنی کتاب "الدرر السنیۃ فی الرد علی الوھابیۃ" میں لکھا ہے، گویا دحلان نے قسم کھالی ہے کہ اس کے عقیدہ کے مطابق جو کچھ بھی ملے گا وہ اپنی کتاب میں بھر ڈالے گا، خواہ روایت ثابت شدہ ہو یا بے ثبوت ہو۔ مثلاً یہ خواب، جس کا کوئی اتہ پتہ نہیں، لیکن اس سے مخلوقات کی ذات کا وسیلہ

ثابت ہو رہا ہے، اس لئے دحلان نے اپنی کتاب میں اس کو جگہ دے دی۔ اگر کوئی دوسرا ایسا کرتا تو اُس پر جھپٹ پڑتے کہ بھلا خواب بھی کہیں دلیل و حجت بن سکتا ہے؟ لیکن یہاں معاملہ اپنا خود کا ہے، اس لئے اُلٹا سیدھا جو کچھ مل جائے، سب کمزور دلائل کی ٹوکری میں ڈھیر کر دیا جائے۔ یہ اُس آدمی کا حال ہے جس کے علم و فضل کا کچھ لوگ پروپیگنڈہ کرتے ہیں اور جو کسی زمانہ میں مکہ کا قاضی بھی رہ چکا ہے۔

البتہ جن کو اپنے علم کا احساس ہے، اُن کا فرض ہے کہ علم کا حق ادا کریں، جادۂ حق سے سرمُو انحراف نہ کریں اور نصوص میں تحریف و تبدیل سے اجتناب کریں، کیونکہ یہ علماء کی شان کے خلاف ہے۔ بہرحال، دحلان مر چکے ہیں، ہمیں اُمید ہے کہ مرنے سے قبل انھوں نے ان لغویات سے توبہ کر لی ہو گی۔

اب ذرا اس خواب پر ایک نظر ڈال لی جائے جو حضرت امام ترمذیؒ کی طرف منسوب ہے:۔

۱۔ اس خواب کی کوئی صحیح سند جو امام ترمذیؒ تک پہنچتی ہو، موجود نہیں۔

۲۔ خواب کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، نہ وہ دین کی کوئی اصل ہے، خصوصاً وہ خواب جو کتاب و سنّت کی نصّ کے خلاف ہو۔

ہم امام ترمذیؒ جیسے علم کے پہاڑ ناصر السنۃ النبویۃ المطہرۃ کو اس سے بہت بلند سمجھتے ہیں کہ وہ اس طرح کی لغویات کہیں گے جس سے کذّاب اور وضّاع لوگ فائدہ اُٹھائیں اور ان بزرگوں کے نام سے عوام کو گمراہ کریں۔ عوام تو علم و تحقیق سے

EmaanLibrary.com

کورے ہوتے ہیں۔ اگر انھوں نے اپنے بزرگوں کے متعلق کچھ سُن لیا تو اس کو پکڑ بیٹھتے ہیں اور رفتہ رفتہ کچھ عرصہ بعد خواص بھی اس کے قائل ہو جاتے ہیں۔ اُمّت میں کذّاب و دجّال لوگوں نے اسی طرح گمراہیاں پھیلائی ہیں۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ امام ترمذیؒ اس خواب سے بری ہیں، اور اُن کی طرف اس خواب کو منسوب کرنے والے جھوٹے فریبی لوگ اس کی کوئی صحیح و متّصل سند نہیں پیش کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس اُمّت پر بڑا انعام و احسان فرمایا ہے کہ اس دین کی حفاظت کی ذمّہ داری خود ہی قبول فرمالی ہے، اور اس دین کو مکمّل کر دیا اور اس سے راضی ہوا۔ لہٰذا قرنِ اوّل میں جو چیز دین نہ تھی، وہ آج بھی دین نہ ہوگی۔ دین مکمّل ہے۔ اللہ کا اِرشاد ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۝	"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمّل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دینِ اسلام سے راضی ہوا"!

(المائدہ)

لہٰذا اب اس کے بعد ہم کو کسی خواب کی ضرورت نہیں جو ہمارے دین کی بُنیاد کو ہلا ڈالے۔ اگر یہ خواب صحیح بھی مان لیا جائے تو واقعہ کے اعتبار سے ہر صحیح چیز قابلِ قبول نہ ہوگی، جب تک کہ وہ کتاب و سُنّت کے موافق نہ ہو، اور اس سے دین کی کوئی اصل ٹوٹتی نہ ہو۔

EmaanLibrary.com

شیطان عام طور پر جہلاء اور کمزور عقل والوں کو اسی قسم کے خواب کے ذریعہ گمراہ کرتا ہے۔ لیکن امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ تو توحید و سنت کے اس مقام پر فائز تھے جہاں شیطان کا مکر و فریب کارگر نہیں ہو سکتا تھا، اور وہ بھی واسطہ اور وسیلہ جیسے اہم مسئلہ میں۔ کیونکہ یہ حقیقت سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اور مخلوق کے درمیان کسی واسطہ کو ہرگز قبول نہیں کرتا، سوائے انبیاء کرام کے اس واسطہ کے کہ وہ اللہ کی وحی کو بندوں تک پہنچا دیں اور بس۔

اس خواب کو گھڑنے والوں نے کتنی خوبصورتی سے گھڑا تھا، تاکہ عوام دھوکہ میں آکر اس کو مان لیں۔ حسن و حسین، علی و فاطمہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماءِ مبارک کو کتنی ہوشیاری سے ترتیب دے کر ان کی حرمت کا وسیلہ مانگا گیا تھا۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

افسوس ہے کہ دحلان جیسے عالم جن کے علم کا کچھ چرچا بھی ہے، کس طرح اس خواب جیسی رکیک اور بے ثبوت چیز کو مدارِ دین بنا کر پیش کر دیا۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا۔ آمین

امام شافعیؒ اور آلِ بیت کا وسیلہ

ابن حجر المکیؒ نے اپنی کتاب "الصواعق المحرقۃ لاخوان الضلال والزندقۃ" میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آلِ بیت نبوی کا وسیلہ

EmaanLibrary.com

لیا۔ چنانچہ ان کے یہ اشعار ہیں:

آلُ النَّبِیِّ ذَرِیعَتِی ٭ وَھُمْ اِلَیْہِ وَسِیلَتِی

آلِ نبی میرا ذریعہ ہیں، اور وہ اللہ تک میرا وسیلہ ہیں

اَرْجُوْ بِہِمْ اُعْطٰی غَدًا ٭ بِیَدِی الْیَمِیْنِ صَحِیْفَتِی

اُن کے وسیلہ سے مجھے اُمید ہے کہ کل، میرے داہنے ہاتھ میں میرا نامۂ اعمال دیا جائے گا

یہ آسان ہے کہ کسی آدمی پر کوئی تہمت لگادی جائے، لیکن صرف الزام کافی نہیں۔ اس کے ثبوت اور دلیل کی بھی ضرورت ہے۔ ورنہ دعویٰ بلا دلیل بے قیمت ہے، اور بلا ثبوت جس پر بھی تہمت لگائی جائے گی وہ اس سے بری و پاک سمجھا جائے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا جو دینی مقام اور کتاب و سُنّت کے ساتھ اُن کے تمسک کا جو حال ہے، وہ سب پر عیاں ہے۔ ایسے ناصر السنّۃ اور قامع البدعۃ شیخ جلیل و امام کبیر کی بابت یہ کہنا کہ وہ عقیدۂ توحید کی دھجیاں اُڑائیں گے؟ ہمارا دعویٰ ہے کہ ان اشعار کی نسبت امام شافعیؒ کی طرف غلط اور جھوٹ ہے، اور یہ اُن پر سراسر تہمت و الزام ہے جس کا نہ کوئی ثبوت ہے نہ دلیل۔

یہ صحیح ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اہلِ بیت سے بڑی محبت تھی، لیکن ایسی محبت نہیں کہ جو کتاب و سُنّت کی تعلیمات کو پھاند جائے۔ سب جانتے ہیں کہ مخلوقات کی ذات کا وسیلہ شرعِ محمدیؐ میں نہیں، بلکہ وہ جاہلیت کا شعار تھا جس سے امام عالی مقام بلند و پاک تھے۔ لہٰذا بلا ثبوت اُمت کے

EmaanLibrary.com

اتنے عظیم امام وبطلِ جلیل کی بابت ایسا قبیح الزام سخت بے حیائی اور ظلم ہے۔

اس روایت کی سند بھی بالکل تاریک اور مجہول ہے اور صرف تخیلات اور زعومات پر مبنی ہے۔ اس کی سند تو دراصل صرف اُن لوگوں کے دماغ میں ہے جنھوں نے نہ صرف امام شافعیؒ بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت من گھڑت اور موضوع باتیں پھیلائیں، لیکن اہلِ حق کبھی ان سے دھوکہ نہیں کھا سکتے۔

امام ابوحنیفہؒ کا وسیلہ

ابن حجر المکیؒ نے اپنی کتاب "الخیرات الحسان فی مناقب أبی حنیفۃ النعمان" کی پچیسویں فصل میں لکھا ہے کہ حضرت امام شافعیؒ جب بغداد میں تھے تو امام ابوحنیفہؒ کا وسیلہ لیا کرتے تھے، وہ اس طرح کہ ان کی قبر پر جاتے، سلام کرتے، پھر اپنی حاجات پوری کرانے کے لئے اللہ کی بارگاہ میں اُن کا وسیلہ لیتے تھے۔

اس روایت کے متن پر غور ہو۔ یہ معلوم ہے کہ وسیلہ کہتے ہیں کسی کی قربت حاصل کرنے کو، اور قربت انھیں چیزوں کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے جس کو وہ شخص پسند کرتا ہو جس کی قربت حاصل کی جارہی ہے۔ کیونکہ اپنی ناپسندیدہ چیزوں کے ذریعہ کوئی بھی کسی کو قریب نہیں ہونے دے گا۔

اس اصول کی بنیاد پر سوچیئے، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی

EmaanLibrary.com

بارگاہ میں کسی مخلوق کے وسیلہ کو حرام سمجھتے تھے۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السّلام سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم تک تمام انبیاءِ کرام اسی عقیدہ کے داعی تھے کہ اللہ کو مخلوق کے واسطے کی ضرورت نہیں اور بارگاہِ الٰہی میں ذاتِ مخلوق کا وسیلہ حرام ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا ارشاد ہے: "کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ اللہ کو اس کی ذات کے سوا کسی اور کے ذریعہ پکارے، اور میں حرام سمجھتا ہوں کہ کوئی اس طرح دعا کرے: اے اللہ، میں تیرے عرش کی کرسی کی عزّت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، یا فلاں کے حق کے واسطے سے، یا تیرے انبیاء اور رسولوں اور بیت اللہ کے واسطے سے سوال کرتا ہوں۔"

اور حضرت امام شافعیؒ کو امام ابوحنیفہؒ کا یہ مسلک اچھی طرح معلوم تھا ایسی صورت میں وہ خود امام صاحب ہی کی ذات کا وسیلہ کیسے لے سکتے تھے؟ امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ دونوں اللہ اور اس کے رسول کی محبّت چاہتے تھے۔ جو بات اللہ اور اس کے رسول نے پسند کرلی وہی ان دونوں کو بھی پسند تھی، اور جن باتوں سے اللہ اور اس کے رسول غضبناک ہوتے تھے اُن سے یہ دونوں بھی غضبناک ہوتے تھے۔ لہٰذا ایسی لغو اور ان کے عقیدہ و ایمان کے بالکل صریح مخالف بات کو ان کی طرف منسوب کردینا سخت گناہ اور جرم ہے جس سے یہ دونوں ہی ائمہ اُمّت بَری ہیں۔

شیخ دحلان نے "الدرر السنیۃ فی الردّ علی الوھابیۃ" میں لکھا ہے کہ:

EmaanLibrary.com

جو لوگ مخلوقات کی ذات کے وسیلہ کے قائل نہیں وہ اعمالِ صالحہ کے وسیلہ کے قائل ہیں، حالانکہ اعمال، اعراض ہیں (جو قائم بالذات نہیں، بلکہ جوہر کے ساتھ قائم ہیں۔) اور ذات عرض سے بہتر ہے۔

علامہ رشید رضا نے اس کا جواب "صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ دحلان" کے حاشیہ میں دیا ہے کہ "اعمالِ صالحہ کا وسیلہ، تقربِ الٰہی کا وہ مشروع طریقہ ہے جو اجماع اور نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے اور امر معقول بھی ہے کیونکہ اعمالِ صالحہ، عمل کرنے والے کے نفس کو پاک و صاف کرتے ہیں، اور اللہ کی رضا اور دعا کی قبولیت کا اس کو اہل بناتے ہیں۔ لیکن دوسرے کی ذات کو تمہارے نفس کے تزکیہ میں کیا دخل؟ کیونکہ یہ ذات بھی تو خود اپنے ہی عمل سے پاک و صاف ہوئی ہے۔ اِرشادِ الٰہی ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا۔ (الشمس)

اور عمل ہی ذات کو سنوارتا ہے۔ اگر عمل نہ ہو تو ذات ذکر کے قابل بھی نہیں، اور عمل ہی خیر و شر میں ذات کی معرفت کا ذریعہ ہے۔ اگر عمل بہتر ہے تو ذات اسی بہتر عمل سے پہچانی جاتی ہے۔ اگر عمل بُرا ہے تو ذات بھی بُری مشہور ہوتی ہے۔ اس طرح یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ذات عمل کے تابع ہے، عمل ذات کے تابع نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام، اسی طرح صدیقین، شہداء اور صالحین سب اپنے اعمالِ صالحہ ہی کی بدولت نیکنام ہوئے۔ انھیں اعمالِ عظیمہ ہی سے ان کی ذات مکرم و معزز ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

EmaanLibrary.com

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى ۔ (الضحیٰ) " اللہ نے آپ کو بھٹکا ہوا پایا تو راہ پر لگایا "

نیز فرمایا :

قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ " کہدو کہ اگر تم اللہ کو نہ پکارتے تو میرا رب بھی تمہاری کچھ پرواہ نہ کرتا " (الفرقان)

معلوم ہوا کہ عمل ہی نے عامل کی ذات کو مقرب بنایا اور عمل عامل سے بہتر ہے ۔ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے " لوگوں کو حق سے پہچانو ، حق کو لوگوں سے مت پہچانو ۔ حق کی معرفت حاصل کرو تو اہلِ حق کو خود پہچان لو گے "

ان تفصیلات سے شیخ دحلان کے کلام و دعویٰ کا فاسد ہونا ثابت ہو گیا ۔

قبر پرستی اور وسیلۂ اولیاء اللہ کی بابت
شیخ حسن مامون مفتی الدیار المصریہ کا سرکاری فتویٰ

شیخ حسن مامون مفتی دیارِ مصریہ سے قبروں کی زیارت اور اولیاء اللہ کی ذات کا وسیلہ لینے کی بابت پوچھا گیا ۔

سوال :۔ اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت ، اور ان کے مقصورہ کا طواف ، ان کو بوسہ دینا اور اولیاء اللہ کی ذات کا وسیلہ لینا شرعاً کیسا ہے ؟

شیخ حسن مامون نے جواب دیا :۔

EmaanLibrary.com

پہلے یہ حقیقت معلوم کرنی چاہیے کہ اسلام کی دعوت کی اصل توحید پر قائم ہے، اور اسلام سختی کے ساتھ ہر اُس چیز کے خلاف لڑ رہا ہے جو شرک کے دلدل کے قریب لے جانے والی ہو۔ اور قبروں اور مُردوں کا وسیلہ لینا شرک کی طرف کھینچنے والی چیز ہے، اور یہ قدیم جاہلیت کی عادت ہے، چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کو بُت پرستی سے منع کیا تو انھوں نے یہی جواب دیا:

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (ہم تو ان بُتوں کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں گے) ٹھیک یہی دلیل آج وہ لوگ بھی دیتے ہیں جو حاجت روائی اور تقرّبِ الٰہی کے لئے اولیاء اللہ کے وسیلہ کے داعی ہیں۔

اور ان زیارتوں میں جو اعمالِ قبیحہ کئے جاتے ہیں وہ سب اسلام کی تعلیمات کے بالکل منافی ہیں۔

مثلاً طواف، اسلام میں صرف کعبۃ اللہ ہی کے ارد گرد مشروع ہے۔ کعبہ کے علاوہ دوسرے مکان کا طواف شرعاً حرام ہے۔

بوسہ دینا، اسلام میں صرف حجرِ اسود کے لئے مشروع ہے، حتیٰ کہ حجرِ اسود کے بارے میں بھی حضرت عمرؓ کا یہ قول موجود ہے جو انھوں نے حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت فرمایا تھا: "اے حجرِ اسود، میں خوب جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے، نفع و نقصان کا تو ذرا بھی مالک نہیں۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی بوسہ نہ دیتا۔"

EmaanLibrary.com

معلوم ہوا کہ مزارات کی چوکھٹوں ، قبر کی جالیوں یا اور کسی جگہ کو بوسہ دینا قطعاً حرام ہے.

رہا شفاعت کا مسئلہ تو دنیا اور آخرت کی شفاعت میں بڑا فرق ہے. دنیا میں شفاعت کا مفہوم تو یہ ہے کہ خطا کار آدمی دوسرے کو واسطہ بناتا ہے کہ رئیس کے پاس سے معافی دلوادے. خواہ یہ خطا کار سخت قسم کا مجرم اور عفو و کرم کا مستحق نہ ہو جب بھی اس کی معافی محض لاگ لگاؤ سے کرائی جاتی ہے.

لیکن آخرت میں شفاعت کا معاملہ ہی دوسرا ہے. اللہ تعالیٰ نے آخرت میں شفاعت کی راہ محدود کردی ہے. یہ شفاعت صرف وہی لوگ کرسکتے ہیں، جن سے اللہ راضی ہو اور جن کو شفاعت کی اجازت حاصل ہو، اور وہ بھی صرف اُن لوگوں کے حق میں شفاعت کی جاسکے گی جو اس کے مستحق ہوں گے. لہٰذا شفاعت کا یہ سب معاملہ اللہ کے حکم و اجازت سے متعلق ہے. ہم یہ پہلے سے جان ہی نہیں سکتے کہ اللہ کس کو اجازت دے گا اور کس کے لئے دے گا؟

بہر حال، قبروں کی غیر شرعی زیارت، اُن کا طواف، ان کی چوکھٹوں اور مقصوروں کا چومنا، اولیاء اللہ سے شفاعت کا مانگنا سب قطعاً حرام ہیں. کیونکہ یہ سب شریعت کے منافی ہیں اور شرک ہیں. لہٰذا علماءِ کرام کو چاہیے کہ ان حقائق کی وضاحت کے لئے اچھے لوگوں کی تنظیم کریں. کیونکہ نہ صرف عوام بلکہ کتنے خواص بھی ہیں جن کو اسلام کی صحیح معرفت حاصل نہیں ہے. وہ ان خلاف اسلام

EmaanLibrary.com

جاہلی اُمور کے مرتکب اور مقلد ہیں۔ اگر نرمی اور محبت سے دعوت دی جائے تو اُمید ہے کہ عوام دعوتِ حق ضرور قبول کریں گے۔ کیونکہ وہ سب بلا شبہ دینِ حق کی معرفت کے لئے مشتاق و حریص ہیں۔

سوال:۔ کیا غیر اللہ کی نذر ماننی جائز ہے؟ مثلاً کوئی شخص یہ نذر مانے کہ وہ اپنے مویشی کا بچہ، یا زمین کی پیداوار، یا مال میں سے کچھ حصہ کسی ولی اللہ کے لئے نذر کے طور پر دے دے۔ کیا اسلام ایسی نذروں کو جائز قرار دیتا ہے؟

ج:۔ صریح آیات وارد ہیں کہ نذر صرف اللہ کے لئے جائز ہے اور غیر اللہ کے لئے نذر شرک ہے۔ کیونکہ نذر طاعت و بندگی ہے اور طاعت غیر اللہ کے لئے حرام ہے۔

مطبوعۂ مجلۃ الاذاعۃ المصریۃ
مورخہ ۷/۳/۱۹۵۷ء

★

طابع و ناشر مختار احمد ندوی نے
پیپر پرنٹ انڈیا پوسٹ بکس ۱۶۵۵۲ ورلی بمبئی ۱۸ میں چھپوا کر
دار السلفیہ: حامد بلڈنگ مومن پورا بمبئی ۱۱ سے شائع کیا
تعدادِ اشاعت بار دوم - پانچہزار

EmaanLibrary.com

قرآن مجید احادیث فتاوے اور

ہر قسم کی دینی کتابوں کی طباعت و اشاعت کا عظیم مرکز

★

الدار السلفیہ

حامد بلڈنگ، مومن پورہ، مولانا آزاد روڈ ممبئی نمبر ۴۰۰۰۱۱

EmaanLibrary.com